شرکت علمیہ لمیٹڈ
ناشران و تاجران کتب، بندر روڈ، کراچی

آن

(ناول)

NATIONAL SCHOOL,
BLOCK 'D' SCHEME NO. 2.
NORTH NAZIMABAD,
KARACHI-33.

NATIONAL SCHOOL
BLOCK 'D' SCHEME NO. 2.
NORTH NAZIMABAD,
KARACHI-33.

حمیدہ بیگم فیاض علی

(ایڈوکیٹ جنرل پاکستان)

کے نام

NATIONAL SCHOOL
BLOCK 'D' SCHEME NO. 2.
NORTH NAZIMABAD,
KARACHI-33.

فہرست

باب		صفحہ
۱	نگہت	۹
۲	زبیدہ خانم	۱۴
۳	دلی کا سفر	۲۲
۴	دردانہ	۲۹
۵	دل دھڑکنے لگا	۳۸
۶	رازِ حیات	۴۷
۷	دوسرا پہلو	۵۵
۸	غبارِ خاطر	۶۳
۹	پھر وہی تبسم	۷۴
۱۰	التفاتِ یار	۸۱
۱۱	گھر کی رونق	۹۵
۱۲	سینما کی تیاری	۱۰۳
۱۳	جب سب سو گئے	۱۱۲
۱۴	محبت کا اقرار	۱۲۱
۱۵	باتوں باتوں میں	۱۳۱
۱۶	کام بن گیا	۱۴۳
۱۷	زندگی کا روپ	۱۵۶
۱۸	ایک تکلیف دہ حادثہ	۱۶۴
۱۹	حُسنِ اتفاق	۱۷۲

باب		ص
۲۰	ارے !	۰۰
۲۱	کیونکہ اس کی نگہِ ناز سے جینا ہوگا	۹۰
۲۲	جہاں ساقی ہو تو باطل ہے دعوٰی ہوشیاری کا	۰۳
۲۳	فقرے	۱۰
۲۴	یہ کیا ؟	۱۷
۲۵	نمونیہ	۲۶
۲۶	ہسپتال	۳۱
۲۷	عجیب خط	۵۴
۲۸	پستول	۶۳
۲۹	بات چیت	۷۰
۳۰	عرشۂ جہاز	۸۰
۳۱	دردانہ کا خط	۹۰
۳۲	آمنے سامنے	۹۶
۳۳	یا تھوڑی دور ساتھ چلو میں نشہ میں ہُوں	۰۳
۳۴	وہی پستول	۰۹
۳۵	ذکرِ بخیر گذشت	۱۲

NATIONAL SCHOOL
BLOCK 'D' SCHEME NO. 2,
NORTH NAZIMABAD,
KARACHI-33.

باب ۱

نکہت!

خان بہادر ضیاء الحسن بڑے دبدبے کے آدمی تھے۔ ساری زندگی بڑے بڑے سرکاری عہدوں پر فائز ہو کر گزار دی۔ اب پنشن لے کر خانہ نشین ہو گئے تھے۔ وہ ایک شریف خاندان کے فرد تھے۔ جسے اپنی نجابت اور حسب نسب پر ناز تھا۔ جسے اپنے روایات کہن پر فخر تھا جس نے آج تک نہ کسی خاندان کے باہر کی لڑکی کو قبول کیا تھا، نہ خاندان کے باہر سے لڑکے کو، اس وضع داری کے نبھانے میں بعض دفعہ ستم ظریفیاں بھی اپنی بہار دکھلاتی تھیں، مثلاً لڑکی کی عمر اٹھارہ ۱۸ سال کی ہے، اور اس کے لئے شوہر کی حیثیت سے خاندان کا جوڑ کا دستیاب ہو سکا۔ اس کی عمر دس ۱۰ سال سے زیادہ نہیں، یا لڑکے کی عمر پینتیس ۳۵ سال سے تجاوز کر چکی ہے لیکن اس کے لئے جوڑ کی خاندان سے فراہم ہو

سکی، وہ ابھی زندگی کی صرف دس بہاریں دیکھ چکی ہے، نکاح ہوگیا، ر
سات، آٹھ برس کے بعد ہو جائے گی۔ ہمارے آپ کے لیے یہ واقعات لطیفے
لیکن خان بہادر کے خاندان میں یہ سنگین حقائق تھے، ایسا بھی ہوا کہ لڑکی
چالیس چالیس برس کی عمر تک کنواری بیٹھی رہیں، اس لئے کہ خاندان میں
شوہر نہ مل سکا۔ اور یہ بھی ہوا کہ نکاح کے بعد شوہر نے بیوی کی اور بیوی
شوہر کی صورت عمر بھر نہ دیکھی۔ اور اس اَنمل بے جوڑ شادی کو عملاً قبول کر
سے انکار کردیا، لیکن نکاح کی "حبل متین" کسی طرح نہ ٹوٹ سکی، سولہ سولہ، اور اٹھ
اٹھارہ برس کی جوان جہاں لڑکیاں بیوہ ہوئیں، اور ستر ستر، اسی اسی بر
کی بوڑھی ہوکر مریں۔ لیکن دوسری شادی کا تخیل بھی اُن کی شرافت کے حص
حصین میں داخل نہ ہوسکا۔

خاندان کے لڑکے "تو اس خاندانی آمریت کا جواب شادی کے بغیر گھر
اڑا کر دے دیا کرتے تھے، لیکن خاندان کی لڑکیاں جب تک کنواری رہتی
تھیں، یا جب بیوہ ہو جاتی تھیں یا جب شادی کے بعد شوہر کے دیدار سے
محروم رہتی تھیں۔ سوا اس کے کچھ نہ کہہ سکتی تھیں۔ ؎

غمِ دُنیا سے گر فرصت ملی بھی سر اٹھانے کی
فلک کو دیکھنا، تقریب تیرے یاد آنے کی

اور نہ اس کے سوا کچھ کر سکتی تھیں ؎

بہت سعی کیجئے تو مر رہیئے میرؔ،
بس اپنا تو اتنا ہی مقدور ہے۔

چنانچہ کبھی وقت سے پہلے، کبھی وقت کے بعد اور کبھی عین وقت پر بیچاریاں مر جایا کرتی تھیں۔

خان بہادر صاحب کی ایک نہایت خوبصورت چندے آفتاب و چندے ماہتاب بہن تھیں، خدا بخشے بڑی خوبیوں کی بیوی تھیں، پڑھی لکھی، سلیقہ مند سگھڑ، امور خانہ داری میں ماہر، نماز روزہ کی پابند، ان خوبیوں کی سزا بے چاری کو یہ ملی کہ شادی کے لئے قرعہ فال خاندان کے ایک ایسے شخص اعجاز کے نام پڑا، جو نہایت بدصورت تھا، بڑا شعلہ مزاج، بے انتہا کنجوس، بالکل جاہل، نہ نماز کا، نہ روزہ کا، عید کی نماز پڑھنا بھی وہ گناہ سمجھتا تھا، لیکن "خون" ایک تھا، لہٰذا شادی ہو گئی اور ڈنکے کی چوٹ ہوئی۔ بڑی دھوم سے بارات نکلی۔ بڑی شان سے دلہن کا ڈولا نکلا۔ گھر کے بھجانوں کو منہ مانگا انعام ملا، لیکن اس چہل پہل کے ختم ہوتے ہی زندگی کی رونق بھی ختم ہو گئی۔ شوہر صاحب نے اپنی بے زبان خدمتگذار اور دیندار بیوی پر وہ مظالم توڑے کہ پہلے وہ ہسٹریا میں مبتلا ہوئیں، اور پھر ایک روز راہیٔ ملک عدم ہو گئیں۔ اس انتقال پُر ملال پر جس جوش و خروش سے لوگوں نے شادی کی خوشیاں منائی تھیں اسی مستعدی اور سرگرمی سے نوحہ و ماتم کا مظاہرہ کیا۔ اور چند ہی روز کے بعد، مرحومہ کی چھوٹی بہن کے ساتھ اعجاز میاں کی نسبت اُن کی ماں لے آئیں، اور قریب تھا کہ نہایت خندہ پیشانی اور فراخدلی کے ساتھ یہ تقریب انجام پا جاتی۔ لیکن خاندانی حکیم بنّے میاں نے بھانڈا پھوڑ دیا!! انہوں نے بیان حلفی دیا کہ اعجاز میاں پر مرد ہونے کی تہمت خواہ مخواہ دھری گئی ہے، وہ بے چارے اس اعتبار سے

سردہ دیکھ نہیں سکتے تھے، اُن کی زندگی کا مقصد ہی یہ تھا کہ نکہت کو شاداں و
رحاں دیکھیں، اُس کے ماتھے کی شکن، ان کے دل کی کسک بن جاتی تھی،
ں لاڈ اور پیار نے نکہت میں "خودی" کا جذبہ پیدا کر دیا تھا، وہ اپنے آپ
بت کچھ سمجھنے لگی تھی، وہ جب یہ دیکھتی تھی کہ میرے لئے باپ نے اپنے خاندانی
ایات کا طلسم توڑ کر رکھ دیا، تو اُسے اپنے وجود پر فخر ہونے لگتا تھا!

فرشتہ صفت ہیں، اور محض اپنا رُعب قائم رکھنے کے لئے شادی پر آمادہ ہ
ورنہ جیسے سوکھے ساون، ویسے ہرے بھادوں، نہ انہیں شادی کی ضرور
ہے اور نہ شادی کے اہل ہیں، یہ بھنک جیسے ہی اعجاز میاں کے کان میں پڑی
نے خود تیہے میں آ کر نسبت واپس لے لی۔ ورنہ خاندان والوں کو وہ
طرح سے پسند تھے۔

غرض یہ ماحول تھا کہ جس میں خان بہادر ضیاءُ الحسن نے آنکھیں کھو
پروان چڑھے، جوان ہوئے اور رفتہ رفتہ بڑھاپے کی منزل تک پہنچ گئے۔

خان بہادر صاحب خاندانی اعتبار سے اتنے سعادت مند تھے کہ انہو
نے باوجود اعلیٰ تعلیم یافتہ اور سرکاری عہدیدار ہونے کے ان چیزوں میں کبھ
کسی ترمیم کی، یا اُن کے خلاف انقلاب اور بغاوت کی ضرورت نہیں محسوس ک
وہ مزے لے لے کر اپنے خاندان کی روایات و حکایات بیان کیا کرتے تھ
ہمشیرہ مرحومہ کے اس کردار پر تو انہیں اتنا فخر تھا کہ جب زیادہ جوش آجا
تھا، تو کھلم کھلا کہہ گزرتے تھے، وہ مرنے والی مرتے مرتے مر گئی، لیکن اپ
شوہر کا بھید اس نے آخر وقت تک نہیں کھولا۔ آج کل کے زمانے کی لڑکیاں
ہوتیں تو عدالت پہنچ جاتیں، اور سارا کچا چٹھا وہاں سب کے سامنے بیان کر دیتی

لیکن خان بہادر کی کمزوری کا دوسرا نام "نکہت تھا"!

نکہت خان بہادر صاحب کی اکلوتی لڑکی تھی، وہ اُسے بہت چاہتے
تھے!! وہ اس کی ہر ضد پوری کرتے تھے، اس کی ہر خواہش کی تعمیل اُن کا ف
تھا۔ وہ ہر قیمت پر اُسے خوش رکھنا اور خوش دیکھنا چاہتے تھے۔ وہ اُسے طول ا

باب ۲

زبیدہ خانم!

نکہت کا امتحان بڑے لاڈ پیار میں ہوا۔ اس کی جگہ کوئی اور بچہ ہوتا تو ضر
بگڑ جاتا۔ لیکن وہ نہیں بگڑی، بلکہ اور سنورتی چلی گئی۔ شاید اس کا کریڈٹ خ
بہادر صاحب کی مہرپدری کی بجائے زبیدہ خانم نے جو رمادری کو حاصل تھا
خان بہادر صاحب سے وہ کبھی کبھی گستاخی بھی کر لیتی تھی۔ لیکن زبیدہ خانم ـ
اشارۂ چشم پر چلتی تھی۔ زبیدہ خانم اب مایوس ہو چکی تھیں کہ اُن کے کوئی اولا
ہوگی۔ لہٰذا وہ نکہت کو نمونہ کی لڑکی بنانا چاہتی تھی۔ اسکول اور کالج میں نک
نے صرف کتابیں پڑھیں، لیکن زبیدہ خانم کے آغوش اور صحبت می
اُس نے اخلاق، کردار اور سُجاؤ کی وہ تعلیم حاصل کی، جو کسی یونیورسٹی می
بھی نہیں مل سکتی تھی۔

اس سال نکہت نے بی، اے کا امتحان اعزاز کے ساتھ پاس کیا تھا۔
بیدہ خانم کی رائے تھی کہ اب تعلیم کا سلسلہ ختم ہو جانا چاہیئے، لڑکی کی شادی
کر دینی چاہیئے، ماشاالله اٹھارہ سال کی ہو گئی، کب تک یونہی گھر میں بیٹھی
ہے گی۔ نکہت نے ماں سے تو کچھ نہ کہا، لیکن وہ دل سے چاہتی تھی کہ ابھی شادی
کے جنجال میں نہ پھنسے اور تعلیم کا سلسلہ جاری رکھے۔

رات کو کھانے کے بعد جب نکہت اپنے اسٹڈی روم میں پڑھنے لکھنے
ی گئی تو زبیدہ خانم شوہر کے کمرہ میں پہنچیں۔ وہ اطمینان سے چارپائی پر لیٹے
ئے طلسم ہوش ربا پڑھ رہے تھے۔

زبیدہ خانم نے کہا۔

"اے میں کہتی ہوں، کبھی کچھ کام کی باتیں بھی کرو گے یا یونہی طلسم ہوش رُبا
ر فسانۂ آزاد میں ساری عمر بسر ہو جائے گی؟"

خان بہادر صاحب گھبرا کر اُٹھ بیٹھے۔!

"آیئے تشریف لایئے۔ زہے قسمت کہ آپ نے یہاں تک تشریف
نے کی زحمت تو گوارا فرمائی۔

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم اُن کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں!

اور یہ آپ نے طلسم ہوش رُبا اور فسانۂ آزاد کا طعنہ دیا۔ تو نہایت
ب کے ساتھ عرض ہے کہ دنیا کا کوئی طلسم آپ کے سحر دیز نگہ کے سامنے
ئی حقیقت نہیں رکھتا اور دنیا کا کوئی فسانہ اس افسانہ سے زیادہ لذیذ

دلچسپ اور ناقابلِ فراموش نہیں۔ جو آج سے چالیس۔ پینتالیس سال پ
خدا کے ایک گنہگار بندے اور ایک معصوم بندی زبیدہ خانم کے درمیان
چاؤ پیار کے ساتھ شروع ہوا تھا، اور ابھی تک جاری ہے

(خان بہادر صاحب ابھی اور نہ جانے کیا کیا کہتے لیکن ز
خانم کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ کہنے لگیں۔

"ہائے میرے اللہ، اب یہ رام کہانی ختم بھی ہو گی کسی طرح؟"

خان بہادر:۔ "ختم ہو گئی، اب آپ شروع کیجئے"

زبیدہ:۔ "میری شروع کرتی ہے پیزار ——— لو اور سنو، اس بڑھاپے
اب عشق و محبت کا سوانگ رچاؤں گی۔ اُسے میں کہتی ہوں تمہیں آ
ہو کیا گیا ہے۔؟"

خان بہادر:۔ "سچ کہتی ہو خانم!

جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے!

تمہارے اس تجاہلِ عارفانہ نے بخدا زندگی بھر ———

زبیدہ:۔ خدا کے لئے یہ باتیں چھوڑو ——— میں کچھ ضروری
کرنے آئی ہوں" ———

خان بہادر:۔ "تو منع کس نے کیا ہے کہو؟"

زبیدہ:۔ میرا مطلب یہ ہے کہ نکہت ماشاءاللہ کافی سیانی ہو چکی ہے، ا
کی شادی بھی کرو گے یا یونہی گھر میں بٹھائے رکھو گے۔ جوان جہ
لڑکی کو؟" ———

خان بہادر :۔"کریں گے شادی، اور ایسی دھوم دھام سے کریں گے کہ دنیا بھی یاد کرے گی ہاں کسی کی شادی دیکھی تھی"

زبیدہ :۔"میں تو پوچھتی ہوں کب؟"

خان بہادر :۔"تاریخ مقرر کرنا مشکل ہے"

زبیدہ :۔"کیوں؟"

خان بہادر :۔"ابھی تک کوئی موزوں رشتہ نظر نہیں آیا"

زبیدہ :۔"موزوں رشتہ؟ ——— آخر تم کیا چاہتے ہو؟ کیسا رشتہ آئے جسے تم منظور کرو گے؟"

خان بہادر :۔"ایسا جو میری لڑکی کے شایانِ شان ہو"

زبیدہ :۔"کون سے لال جڑے ہیں تمہاری لڑکی میں؟"

خان بہادر :۔"میری نظروں سے دیکھا ہے ——— کون سی خوبی ہے جو اس میں نہیں؟ اعلیٰ تعلیم یافتہ وہ ہے، خوبصورت وہ ہے، سلیقہ مند وہ ہے، سیرت اس کی بلند، فطرت اس کی پاک، طبیعت اس کی سادہ، مزاج میں شوخی بھی، اور سنجیدگی بھی، آخر وہ کون سی اچھائی ہے جو ہماری نکہت میں نہیں؟ ——— لہٰذا داماد بھی کوئی ایسا ہی ہونا چاہیئے"

زبیدہ :۔"لیکن وہ ملے گا کہاں؟"

خان بہادر :۔"مل جائے گا فکر نہ کرو"

زبیدہ :۔"میں تو اس غم میں گھلی جا رہی ہوں، اور تم کہتے ہو فکر نہ کر!"

خان بہادر :۔"کیوں جھوٹ بولتی ہو خواہ مخواہ"

زبیدہ :۔ "جھوٹ بولیں میرے دشمن"

خان بہادر :۔ "ماشاءاللہ جیسی سرخ و سفید اور موٹی تازی پہلے تھیں ویسی ہی اب بھی ہو۔"

زبیدہ :۔ "یہ لو، اب مجھے نظر لگانے لگے"

خان بہادر :۔ "جی نہیں! ماشاءاللہ میں نے حفظ ماتقدم کے طور پر پہلے ہی کہدیا تھا"

زبیدہ :۔ "میں کہتی ہوں آخر ناصر میں کیا عیب ہے؟ کیوں نہیں، اس سے رشتہ منظور کر لیتے؟"

خان بہادر :۔ "ناصر کون؟ ——— وہی تمہارا بھانجا؟"

زبیدہ :۔ "ہاں میرا بھانجا اور تمہارا بھتیجا"

خان بہادر :۔ "مجھے تو وہ بالکل پسند نہیں"

زبیدہ :۔ "یہ کیوں؟ کیا بُرائی ہے اُس میں؟"

خان بہادر :۔ "سُنو گی؟ سُن سکو گی؟"

زبیدہ :۔ "ہاں سُنونگی، کیوں نہیں سُن سکونگی، کہو"

خان بہادر :۔ "وہ جواری ہے"

زبیدہ :۔ "یا کہہ رہے ہو ناصر اور جواری؟"

خان بہادر :۔ "وہ شرابی بھی ہے!"

زبیدہ :۔ "ہائے میرے اللہ یہ میں کیا سُن رہی ہوں؟"

خان بہادر :۔ "وہ ——————"

زبیدہ :۔ "بس کرو بہت سُن لیا ——— اچھا ناصر کو چھوڑو، اختر تو بڑا نہیں، اس سال بالسٹر (بیرسٹر) ہو کر آیا ہے۔"

خان بہادر :۔ "اور اپنے ایک میم صاحب کو بھی ساتھ لگا لایا ہے۔"

زبیدہ :۔ "جھوٹ، بالکل جھوٹ ——!"

خان بہادر :۔ "دیکھوگی؟ ملوگی اُس سے؟"

زبیدہ :۔ "خیر ان سب پر لعنت بھیجو۔"

خان بہادر :۔ "بھیج دی اب کوئی رحمت اللہ صاحب پیش نظر ہوں تو اُن کا نامِ نامی بھی ارشاد فرمایئے۔"

بیدہ :۔ "رشید کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ ——— گھر کا رئیس ہے، ل بھی بُری نہیں، عادات و خصائل بھی اچھے ہیں، بڑا ہنس مکھ، سب سے لاق کے ساتھ پیش آتا ہے، عزیزوں کی بھی مدد کرتا ہے۔"

ان بہادر :۔ "ہاں اچھا لڑکا ہے، جانتا ہوں۔"

بیدہ :۔ "اس کی ماں بھی رشتہ لائی تھیں۔"

ن بہادر :۔ "تم نے کیا جواب دیا؟"

بیدہ :۔ "میری شامت تو نہیں آئی تھی کہ منظور کر لیتی پھر باپ بیٹی مل کر نڈا مونڈتے، میں نے تو کہہ دیا، مشورہ کر کے ہم جواب کہلا بھیجیں گے۔"

ن بہادر :۔ "بہت ٹھیک کہا، یہی جواب دینا چاہیئے تھا۔"

ہ :۔ "تو اب بتاؤ کیا کہتے ہو؟"

ی بہادر :۔ "بھئی میرا جہاں تک تعلق ہے، مجھے تو یہ رشتہ بھی پسند نہیں۔"

شادی ہو سکتی ہے جو ہر اعتبار سے آدمی ہو۔"

زبیدہ: "اُوئی میرے اللہ، یہ میں کیا سن رہی ہوں؟ کیا اب تک میں نے جن لڑکوں کا ذکر کیا، وہ آدمی نہیں جانور تھے؟"

خان بہادر: "ہاں ۔۔۔۔۔۔۔ نرے جانور، انسانیت سے محروم، انسانیت کے معیار سے بہت پست۔"

زبیدہ: "لیکن رشید؟"

خان بہادر: "رشید میں سب سے بڑا نقص یہ ہے کہ جاہلِ مطلق ہے اور ایک جاہل شخص کے ساتھ ایک تعلیم یافتہ لڑکی کسی حالت میں بھی خوشگوار زندگی بسر نہیں کر سکتی۔"

زبیدہ: "تو مطلب یہ ہے کہ نہ نو من تیل ہوگا، نہ رادھا ناچے گی، قسم لے لو، جو آج سے کبھی بیٹی ذکر بھی کروں!"

خان بہادر: "قسم کھا کر کیا کرو گی، مجھے تمہاری بات کا یقین ہے!"

دونوں مسکرا دیئے!

زبیدہ :۔ "میں کہتی ہوں، کہیں دشمنوں کا خدانخواستہ دماغ تو نہیں خراب ہو گیا ہے۔ سب میں کیڑے ڈال رہے ہو، آخر کسی کو منظور بھی کرو گے"

خان بہادر :۔ "کیڑے میں نہیں ڈال رہا ہوں، تم چُن چُن کے ایسے لوگوں کو میرے سامنے پیش کر رہی ہو، جن میں کیڑے پڑے ہوتے ہیں، دیکھتی آنکھوں تو مکھی نہیں نگلی جا سکتی"

زبیدہ :۔ "آخر تمہاری نگاہِ انتخاب کسی پر پڑے گی بھی، یا سب کو یونہی خوار کرتے رہو گے ؟ میں کہتی ہوں آخر رشید غریب میں کیا عیب ہے خود ہی اس کی تعریف کرتے ہو خود ہی اُسے ناپسند کرتے لگتے ہو، تمہاری طبیعت کا کچھ ٹھیک بھی ہے کسی بات پر تو قائم رہو"

خان بہادر :۔ "خانم تم تو بیوقوف ہو ——— میرا مطلب یہ ہے کہ بیوقوفوں جیسی باتیں کرتی ہو مجھے دنیا میں سیکڑوں آدمی پسند ہیں۔ لیکن اس کے معنی یہ تو نہیں کہ وہ اس قابل ہیں کہ ان سے نکہت کی نسبت کر دی جائے، نسبت کے لئے خاص شرائط ہیں وہ بھی تو پورے ہوں"

زبیدہ :۔ "کیا ہیں وہ خاص شرائط ذرا میں بھی تو سنوں ؟

خان بہادر :۔ "مجھے سنانے میں کچھ عذر نہیں لیکن تم پھر غصہ میں آجاؤ گی" ؟

زبیدہ :۔ نہیں غصہ نہیں کرنے کی، کہو، میں چاہتی ہوں آج اس مسئلہ کا تصفیہ ہو جائے

خان بہادر :۔ "میں بھی یہی چاہتا ہوں"

زبیدہ :۔ "تو کہو پھر"

خان بہادر :۔ میری پہلی اور آخری شرط صرف یہ ہے کہ نکہت سے اسی کی

باب ۳
دِلّی کا سفر

ایک دن خان بہادر گھر میں داخل ہوئے، اور آتے ہی پوچھا "نکہت
کہاں ہے؟" اُن کی آواز سن کر نکہت سامنے آگئی۔

"فرمایئے ابّا جان!"

خان بہادر۔ "بیٹی میں ایک کام سے دہلی جا رہا ہوں، پندرہ روز
پروگرام ہے۔ اگر چاہو تو چلو، سیر ہو جائے گی، اور تاریخی مقاما
کی زیارت بھی کر لینا ــــــ" نکہت نے بچوں کے سے جوش
ساتھ کہا۔

"ضرور چلوں گی ابّا جان!"

زبیدہ بیگم بھی سامنے آن کھڑی ہوئی تھیں، لاکھ ضبط کرنا چا

کر یکیں۔

"کہاں کا پروگرام بن رہا ہے؟"

خان بہادر نے کہا۔

"ذرا دلّی تک جائیں گے!"

نیں کہتی ہوں دلّی نہیں کابل تک جاؤ، مگر نکہت کیوں جا رہی ہے

"تبادلۂ آب و ہوا کے لئے!"

"کوئی ضرورت نہیں!"

"تم نہیں جانتیں خانم، وہاں نکہت کا جانا بہت ضروری ہے وہاں کے تاریخی مقامات دیکھنے سے اس کی آنکھیں کھل جائیں گی، اس کے دماغ میں جلا ہو جائے گی۔ اس کا مشاہدہ زیادہ وسیع ہو جائے گا۔"

نکہت بولی۔

"ہاں میری امی جانے دیجئے!"

زبیدہ جل کر بولیں۔

"جاؤ سدھارو، میں کون ہوتی ہوں روکنے والی!"

اس خفگی کی رضامندی سے بھی نکہت نے پورا فائدہ اٹھایا اور دوسرے روز خان بہادر کے ساتھ دلّی کے سفر پر روانہ ہو گئی۔

فرسٹ کلاس کا ایک کمپارٹمنٹ ریزرو کرالیا گیا تھا، اس میں باپ بیٹی سفر کر رہے تھے جب انجن نے سیٹی دی اور گاڑی چلی، تو خان بہادر نے بیٹی سے کہا،

"نکہت ایک بات تو بتاؤ بیٹی!"

نکہت :- "فرمایئے ابا جان"
خان بہادر :- "خدا کے فضل سے تم نے ایم، اے کر لیا"
نکہت :- "جی"
خان بہادر :- "اب کیا ارادہ ہے؟ تعلیم کا سلسلہ جاری رکھنا چاہتی ہو یا
ختم کر دینا چاہتی ہو؟"
نکہت :- "ابا جان یہی خیال ایک عرصہ سے مجھے بھی پریشان کر رہا تھا آپ سے
کہنے کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی"
خان بہادر :- "وہ کون سی ایسی بات ہے جسے کہتے ہوئے ہچکچاتی ہو؟
حالانکہ تمہیں معلوم ہے میں کبھی تمہاری بات رد نہیں کرتا"
نکہت :- "یہ تو میں اچھی طرح جانتی ہوں ابا جان، لیکن آخر کہاں تک؟"
خان بہادر :- "میں دیکھتا ہوں تم کافی پریشان ہو، کہو کیا بات ہے بیٹی؟
میں انشاء اللہ تمہاری خواہش ضرور پوری کروں گا!"
نکہت :- "میں چاہتی ہوں کہ دو سال کے لئے امریکہ جا کر کولمبیا یونیورسٹی
سے ڈگری لے آؤں!"
خان بہادر :- "اتنی دور؟ کیا وہ ڈگری یہاں نہیں مل سکتی ———؟"
نکہت :- "نہیں مل سکتی ابا جان ——— وہ لوگ علم اور سائنس
میں ہم سے بہت آگے ہیں، وہاں کی تعلیم، ٹریننگ، اصول، ہر چیز
یہاں کے مقابلہ میں کہیں زیادہ معیاری ہے!"
خان بہادر :- "اگر فیصلہ کر چکی ہو کہ امریکہ جاؤ تو کوئی نہیں روک سکتا..

ضرور جاؤ، !

نکہت :- "میں نے تو چپکے چپکے وہاں کے سارے کاغذات بھی منگوا لیئے، دو مہینے بعد داخلہ شروع ہوگا !

خان بہادر :- "ہاں بیٹی، دلی سے واپس آکر تم سفر کی تیاری شروع کر دو، میں پاسپورٹ کا بند وبست کر دوں گا ـــــ لیکن تم تنہا جاؤ گی ؟"

نکہت :- ہاں ابا جان، اور کون میرے ساتھ جائے گا ؟ لیکن تنہا جانے میں اگر آپ حرج سمجھتے ہوں تو نہ جاؤں ـــــ دراصل اسی لئے میں یہ بات کہتے ہوئے جھجک رہی تھی، میں جانتی تھی شاید آپ تو میرا تنہا جانا گوارا بھی کر لیں، لیکن گھر کے اور لوگ ـــــ"

خان بہادر :- "میں تم پر بھروسہ کرتا ہوں، مجھے یقین ہے تم ہر جگہ میرے اعتماد کی اہل ثابت ہوگی۔ شوق سے جاؤ، کوئی اعتراض نہیں کر سکتا۔ اور اگر کرے گا تو میں جواب دے لوں گا۔!"

اس جواب سے نکہت کی بہت ڈھارس بندھی، اُسے اتنی خوشی ہوئی جیسے کوئی بہت بڑی دولت مل گئی۔ اس نے دفورِ جذبات سے مجبور ہو کر کہا۔

"ابا جان، آپ کا اعتماد میں کبھی شکست نہیں ہونے دوں گی !"

خان بہادر نے جواب دیا۔

"مجھے تم سے یہی اُمید ہے !"

دوسرے روز یہ لوگ دلی پہنچ گئے !

خان بہادر کا ارادہ تو یہ تھا کہ دلّی میں پندرہ بیس دن ٹھہریں گے لیکن کے تعلیمی سفر کا چونکہ فیصلہ ہو چکا تھا، لہٰذا صرف ایک ہفتہ قیام کیا، دلّی کے کے لئے یہ مدت بہت کافی تھی۔

امپیریل ہوٹل میں قیام ہوا!،

صبح سے خان بہادر ٹیکسی لے لیتے اور شام تک نکہت کو ساتھ لے رہتے، اس مختصر سی مدت میں جامع مسجد، لال قلعہ، قطب مینار، کوٹلہ فیروز منتر، پرانا قلعہ، درگاہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا، غرض تمام قابل کی سیر کر ڈالی۔ واپسی میں دو دن کے لئے آگرہ بھی یہ لوگ ٹھہرے، شاہی قلعہ دیکھا، پھر ٹیکسی میں بیٹھ کر فتح پور سیکری گئے، وہاں ابوالفضل فیضی کے مکانات دیکھ کر نکہت بہت متاثر ہوئی، حضرت شاہ کے مزار مبارک کی زیارت بھی اس نے بڑی عقیدت کے ساتھ کی، تاج نظارہ بھی کیا، دوسرے روز سکندرہ کی سیر کی، وہاں اکبر اعظم کا مزا

دلّی اور آگرہ کی سیر سے فارغ ہو کر پھر اپنے وطن پہنچ گئے۔

نکہت کو وطن پہنچنے کی اتنی خوشی نہیں تھی جتنی وطن سے دو امریکہ ———— جانے کا، اسے شوق تھا، کہ دیارِ مغرب کی کرے، وہاں کے لوگوں کے عادات اور اطوار دیکھے، ان کی ترقی کے اسرار سمجھنے کی کوشش کرے۔ وہاں کے تعلیمی اداروں سے فائدہ اور اپنے دیس میں واپس آکر اپنی ہم وطن اور ہم مذہب بہنوں کی خدم یہ دیکھ دیکھ کر اس کا دل کڑھا کرتا تھا، کہ یوں بھی اس طر

تعلیم کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں کی جاتی، ہندوستان کی بہت بڑی آبادی دیہاتوں پر مشتمل ہے، اور اُن دیہاتوں کو تعلیم سے اتنا ہی دُور رکھا جاتا ہے جتنا حق کو باطل سے، صرف شہروں تک تعلیم محدود ہے، اور وہ بھی ناقص طور پر اور وہ بھی زیادہ تر مردوں تک، عورتوں کے لئے اوّل تو تعلیم گاہیں کم ہیں، اور جو تھوڑی بہت ہیں بھی اُن میں بھی معیار کی پستی اس بات کا ثبوت ہے کہ جو کچھ تھوڑا بہت کام ہو رہا ہے محض نمائشی ہے، اس میں خلوص کو دخل نہیں ہے، وہ چاہتی تھی وطن واپس آ کر، اپنی پس ماندہ بہنوں کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کر دے۔

مسلمان لڑکیوں کی تعلیم اور تعلیمی پستی کا بار بار جو اسے خیال آتا تھا، وہ اس لئے کہ وہ دیکھتی تھی ملک کی دوسری قومیں اپنی لڑکیوں کی تعلیم سے اتنی غافل نہیں ہیں جتنی مسلمان قوم، حالانکہ کسی مذہب نے حصولِ تعلیم کی اتنی کھلی ہوئی ترغیب مردوں اور عورتوں کو نہیں دی ہے جتنی اسلام نے!

یہی سب نقشے جماتی ہوئی وہ خوشی خوشی گھر میں داخل ہوئی اور — — اور گھر پہنچ کر اس نے ایک عجیب قسم کی چہل پہل دیکھی، معلوم ہوا کچھ مہمان آئے ہوئے ہیں۔

ابھی وہ یہ سوچ رہی تھی کہ اس کی ماموں زاد بہن دروازہ سامنے آ کر کھڑی ہو گئی۔

"آداب بجا لاتی ہے کنیز!"

نکہت نے اسے گلے سے لگا لیا،

"اوہ وزدار تم؟ — خوب آئیں!"

"میں ہی نہیں آئی، ابا جان بھی آئے ہیں، امی جان بھی آئی ہیں، اور بھائی اشتیاق بھی آئے ہیں ——— چلو سب چائے پر بیٹھے تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ یہاں آکر کیوں دبک رہیں؟"

وہ خوش خوش بولی۔

"چلتی ہوں چلتی ہوں ——— آؤ چلیں!"

باب ۴

دُردانہ!

دُردانہ تقریباً نکہت کی ہم عمر تھی، دونوں میں بہنا پا بھی تھا، اور دونوں ایک دوسرے کی سہیلی اور دوست بھی تھیں ایک زمانہ تھا کہ ان دونوں کا سارا وقت ساتھ ہی ساتھ بسر ہوتا تھا۔ پھر دُردانہ کے والد شیخ نجم الدین کا تبادلہ ایک دور دراز مقام پر ہوگیا، یہ دونوں سہیلیاں روتی ہوئی ایک دوسرے سے جُدا ہوئیں۔ اور آج پورے پانچ سال کے بعد ملیں۔

اس پانچ سال کے عرصہ میں کتنا انقلاب آگیا۔ جُدا ہوتے وقت ان دونوں کی عمر کچھ زیادہ نہ تھی، جوانی کی سرحد پر پہنچ چکی تھیں، اور اب دونوں جوان تھیں، اشتیاق رخصت ہوتے وقت ایک خوش جمال نوجوان تھا۔ اب وہ کڑیل جوان تھا، ان تینوں میں خوب ہنسی مذاق ہوا کرتا تھا کریم

کھیلنے بیٹھے تو گھنٹوں گزار دیئے۔ شطرنج پر آئے تو نہ دن کی خبر ہے نہ رات کی، کہانیاں سننے بیٹھے تو یہ ہیں اور طلسم ہوش رُبا کی نہ ختم ہونے والی داستان، ہر وقت ایک عجیب چہل پہل رہتی تھی۔ اور شیخ صاحب کا تبادلہ ہوتے ہی یہ ساری رونق اور گہما گہمی رخصت ہو گئی۔ اب نکہت اکیلی تھی، نہ اس کا کوئی دوست تھا نہ دمساز۔!

اور اس پانچ سال کے عرصہ میں وہ خود نکہت بھی کتنی بدل گئی تھی۔ پہلے اس میں وہ سنجیدگی نہ تھی جواب تھی، پہلے وہ اتنی خوددار نہ تھی جتنی اب تھی، پہلے اس میں خودی، خوداعتمادی اور خودشناسی کا جذبہ نہ تھا جو اب پیدا ہو گیا تھا، پہلے وہ ایک نرم و نازک شاخ تھی جس میں لچک تھی، جسے ہر وقت لچکایا جا سکتا تھا، اب وہ اپنے عزم و ارادہ کے اعتبار سے فولاد و آہن تھی جسے لچکایا نہیں جا سکتا توڑا جا سکتا ہے۔ اب وہ ٹوٹ سکتی تھی، لچک نہیں سکتی تھی!

اور وہ رانا!

جیسی گئی تھی ویسی ہی واپس آئی، کوئی تغیر بھی اس میں نہیں ہوا، وہی شوخی، وہی چلبلاپن، وہی الہڑ ادائیں، وہی ہنسی مذاق، وہی سیر و تفریح کا جذبہ وہی ذرا سی بات میں روٹھ جانا اور فوراً من جانا۔ اس میں پہلے بھی لچک تھی اور اب بھی تھی!

اور اشتیاق!

وہ جب یہاں سے گیا تھا تو بڑا اچھا کھلاڑی تھا، ہاکی بڑی اچھی کھیلتا

ٹ بال سے نفرت کرتا تھا، والی بال کھیلنا اپنی توہین سمجھتا تھا، ٹینس کو
ں کا شغلہ قرار دیتا تھا اور کرکٹ کا فدائی تھا۔

اس عرصہ میں اس نے بھی بی، اے کی ڈگری حاصل کر کے ایل ایل بی
یا تھا، لیکن بڑی مشکل سے، اسے تعلیم سے اتنی دلچسپی نہ تھی، جتنی
سے، وہ کالج میں کرکٹ کی ٹیم کا ہمیشہ کپتان رہا، لیکن کلاس میں کوئی
حاصل کر سکا، اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ وہ بدشوق تھا، غبی تھا،
ہن تھا، یہ بات نہیں تھی، وہ تعلیم کو صرف ایک حد تک اہمیت دیتا
کے بعد اس کی ساری توجہ کھیل پر صرف ہوتی تھی وہ اس زندگی کو ایک
ں سمجھتا تھا، اس کے کمرے میں پڑھنے اور علمی ذوق رکھنے والے طالبعلوں
بھی نہیں ہٹا، لیکن کھلاڑیوں سے اس کے ہوسٹل کا کمرہ ہر وقت
تھا، چائے کا دور چل رہا ہے، کھلاڑیوں پر تبصرے ہو رہے ہیں،
پروگرام بنائے جا رہے ہیں، ٹوئنگ اسکیمیں بن رہی ہیں، وہ پہلے اناڑی
ے کھلاڑی۔

ت جب چائے پینے پہنچی تو سب ہی لوگ موجود تھے، باپ، ماں؛
ومانی، اشتیاق اب وہ بڑے کلّے ٹھلّے کا نوجوان تھا، خوب صورت
تھا لیکن اب اس کی خوبصورتی میں جلا پیدا ہو گئی تھی، آن اس میں
ی، لیکن اب اس کی آن میں بانکپن بھی پیدا ہو گیا تھا، مخرہ وہ پہلے
ن اب اس کے مذاق میں گہرائی پیدا ہو گئی تھی ——— لیکن
ں اس میں بہت بڑی پیدا ہو گئی تھی۔

وہ تبدیلی یہ تھی کہ پہلے وہ ہر وقت، ہر موقع پر نکہت کو چھیڑا کرتا
اس کا مذاق اُڑاتا تھا، اس سے مذاق کرتا تھا، لیکن اس مرتبہ اس نے
کو دیکھا اور نگاہ نیچی کرلی، گویا پہچانتا ہی نہیں!

یہ بہت بڑی تبدیلی تھی!

اس تبدیلی سے نکہت کو دھچکا سا لگا!،

وہ سوچنے لگی۔

"اشتیاق بھائی اتنے گم صم کیوں ہیں؟"

"مسکرائے کیوں نہیں؟"

"ہنسے کیوں نہیں؟"

"فقرہ کیوں نہیں چست کیا؟"

"مذاق کیوں نہیں اُڑایا؟"

یہ سب خیالات بڑی تیزی کے ساتھ اس کے دماغ میں آئے
کا کوئی جواب سمجھ میں نہ آیا؛

اور یہ اشتیاق اتنے طویل عرصہ کے بعد جب اس گھر میں داخل
اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا تھا وہ سوچ رہا تھا۔

"نکہت اب جوان ہو چکی ہو گی!"

"وہ پہلے بھی خوبصورت تھی، اب اس کا حسن قیامت سے
ہو گا۔"

"اس کی شوخی اور بڑھ گئی ہو گی!"

"اس کی طرّاری میں اور اضافہ ہوگیا ہوگا؟"

"اس کے لطائف میں پہلے سے زیادہ دلچسپی پیدا ہوگئی ہوگی!"

"وہ ضرور مجھے دیکھتے ہی چوٹ کرے گی!"

"کوئی تند و تیز فقرہ سر کرے گی!"

"اور پھر جب میں جواب باصواب دوں گا تو وہ مسکرائے گی بھی اور جلے گی بھی"

"لیکن یہ کچھ نہ ہوا!"

نکہت آئی،

اور اس شان کے ساتھ کہ وہ مرعوب ہوگیا!

اس کی آنکھوں میں چمک تھی لیکن حجاب کے ساتھ ——!

اس کے لبوں پر تبسم تھا لیکن وقار کے ساتھ!

چہرہ پھول کی طرح تر و تازہ تھا، لیکن آن بان اور سج دھج اس بلا کی تھی کہ نگاہ دیکھتے دیکھتے تھکی جاتی تھی۔

دل کشی چال میں ایسی کہ ستارے رک جائیں، وہ سوچنے لگا یہ کیا سے کیا ہوگئی؟

اس کا جی چاہا کہ اسے چھیڑے مگر ہمت نہ پڑی۔

اس نے چاہا کہ اس پر فقرہ چست کرے لیکن ہر بار یہ ارادہ ناکام ہوا،

نکہت کو جو کرسی ملی، وہ اشتیاق کے بالکل پاس ہی تھی!

وہ آئی اور خاموشی سے سلام کر کے کرسی کی طرف بڑھی۔

شیخ صاحب نے دعائیں دیں۔

ممانی نے کلیجے سے لگایا۔

ماں نے محبت بھری نظروں سے دیکھا اور خاموش رہیں۔

باپ نے ایک مہرافروز نظر ڈالی اور چائے پینے لگے۔

اشتیاق نے صرف اتنا کہا۔

"آؤ نکہت بیٹھو!"

وہ آداب کر کے بیٹھ گئی۔

اشتیاق نے پوچھا۔

"اچھی تو رہیں؟"

وہ بولی۔

"جی ہاں بہت اچھی!"

دردانہ بول پڑی۔

"یہ تو ہم جانتے ہیں کہ تم بہت اچھی ہو، بہت اچھی ہو، لیکن اپنے منہ میاں مٹھو بننا تمہیں کس نے سکھایا؟"

سب ہنسنے لگے۔

نکہت نے کوئی جواب نہیں دیا اسے امید تھی اس مرتبہ اشتیاق ضرور کچھ کہے گا، کوئی ایسی بات جس سے وہ خوش ہو جائے اور دردانہ جھینپ جائے لیکن وہ کچھ نہ بولا۔

نکہت کو پھر جھٹکا سا لگا۔

"آخر آج انہیں ہو کیا گیا ہے؟"

لیکن وہ چُپ چاپ بیٹھی رہی،

تھوڑی دیر میں چائے کا دور ختم ہو گیا، سب لوگ اُٹھ گئے، نکہت جب اُٹھی تو دُردانہ نے اُسے پکڑ کر بٹھا لیا۔

"تم کہاں چلیں؟"

وہ بولی،

"اپنے کمرے میں!"

دُردانہ نے پوچھا۔

"وہاں کیا کام ہے؟"

نکہت بولی،

"پڑھوں گی کچھ!"

دُردانہ نے اُسے زبردستی اپنے پاس بٹھا لیا۔

"پاگل پن مت کرو بیٹھو!"

وہ بیٹھ گئی،

جیسے ہی وہ بیٹھی، اشتیاق اُٹھ کھڑا ہُوا، دردانہ نے پوچھا۔

"بھیا کہاں جا رہے ہیں آپ؟"

وہ بولا!

"کہیں نہیں، ذرا باہر تک!"

دُردانہ نے التجا کے ساتھ کہا۔

"بیٹھئے نہ تھوڑی دیر —— دیکھئے یہ نکہت بھی موجود ہے

باتیں کریں گے!"

اشتیاق نے کھڑے کھڑے کہا۔

"ٹھیک ہے باتیں کرو، میں ذرا باہر ہو آؤں جب تک ——

پھر رات کے کھانے کے بعد بیٹھیں گے باتیں کرنے!"

دُردانہ خاموش ہو گئی۔

اشتیاق چلا گیا۔

اور نکہت کے دل پر آرے چل گئے

تم کیا گئے کہ ہم پر قیامت گذر گئی!۔

—— وہ سوچنے لگی،

"اشتیاق بھیا دیدہ و دانستہ میری توہین کر رہے ہیں!"

پھر اس کے دل میں خیال آیا۔

"لیکن میں اشتیاق بھیا کے طرزِ عمل پر اتنی سنجیدگی سے کیوں

ہوں میں تو انہیں بہت دن ہوئے بھول چکی تھی، بہت دنوں سے

بھولے سے بھی نہیں یاد آئے، وہ مجھ سے اچھی طرح ملتے ہیں تو،

ملتے ہیں تو، اور بالکل نہیں ملتے تو، مجھے اس کی پروا کرنے کی کیا ضرو

—— آخر میں کیوں پروا کروں؟"

پھر دفعتہً اُس نے دل ہی دل میں فیصلہ کر لیا۔

"وہ اگر مجھ سے کھچے ہیں، تو میں کب ان کے قدموں پر گرنے

ں: ــــــــ اب میں بھی ان سے کھنچ کر ملوں گی، خودار صرف وہی نہیں ہیں

ـسے بھی ہو سکتے ہیں۔"

اس فیصلے کے بعد اُسے اطمینان سا ہوا، اور وہ دلچسپی کے ساتھ دَردانہ

ساتھ ہنس ہنس کر باتیں کرنے لگی، وہی قہقہے اور چہچہے جو بہت دنوں

بند تھے، ایک عرصے کے بعد شروع ہو گئے۔!

باب ۵

دِل دھڑکنے لگا

اتفاق کی بات رات کے کھانے پر بھی نکہت اور اشتیاق …
بیٹھے لیکن اشتیاق بالکل خاموش تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا، کسی گہری …
سے خان بہادر صاحب نے اس کی یہ کیفیت بھانپ لی، پوچھا۔

"کیوں بیٹے خاموش کیوں ہو؟"

وہ ادب سے بولا۔

"جی ——— جی کچھ نہیں!"

بڑی شفقت سے انہوں نے پوچھا۔

"کچھ تو؟"

وہ کہنے لگا۔

"کوئی خاص بات نہیں، شائد سفر کی تکان ہو!"

خان بہادر صاحب نے کہا۔

"ہاں ٹھیک کہتے ہو، کھانے کے بعد آرام کرو، جاکر خوب اچھی طرح سو ؤ گے تو صبح تک طبیعت بحال ہو جائے گی۔"

دُردانہ بچوں کی طرح مچل گئی۔

"جی نہیں، ہم نکہت کی لائبریری دیکھیں گے!"

"ہاں ہاں دیکھ لینا۔ آج نہیں کل سہی!"

دُردانہ ضد کرنے لگی۔

"جی نہیں، میں آج ہی دیکھوں گی، دیکھوں اس نے کون کون سی کتابیں جمع کی ہیں، اور مجھ پر تو سفر کی ذرا بھی تکان نہیں ہے!"

سب لوگ ہنس پڑے۔ خان بہادر نے کہا۔

"تو تمہیں کون منع کرتا ہے؟ تم تو خواہ مخواہ بیچ میں کود پڑیں!"

کھانے کے بعد دردانہ نے کہا۔

"چلو نکہت!"

وہ مسکراتی ہوئی بولی۔

"چلو ——— لیکن ہاتھ نہیں لگانے دوں گی کسی کتاب میں۔"

کمرے سے باہر نکل کر دردانہ نے اشتیاق سے کہا۔

"بھیّا آپ بھی چلیئے!"

وہ بولا:

"کہاں؟"

دردانہ نے کہا۔

"ذرا نکہت کے کمرے میں ـــــــــــ سچ اُس نے بڑی اچھی لائبریری بنا ڈالی ہے!"

اشتیاق چاہتا تھا نکہت بھی دردانہ کی ہاں میں ہاں ملائے، لیکن وہ بالکل خاموش رہی۔

اشتیاق نے کہا،

"تم مدعو ہو، تم جاؤ!"

دردانہ بولی،

"آئیے تو! سچ بڑی اچھی اچھی کتابیں ہیں!"

اشتیاق ٹھٹک گیا۔

"لیکن کیسے جاؤں؟"

نکہت بولی،

"دردانہ چلتی ہو تو چلو ورنہ ہم جاتے ہیں!"

دردانہ نے پھر بھائی کو پکڑا۔

"اللہ چلئے نا"

اتنے میں زبیدہ آگئیں،

"کیا تم لوگ چوراہے پہ کھڑے جھگڑ رہے ہو؟"

یہ کہہ کر وہ مسکرا دیں،

دردانہ نے کہا۔

"ہم نکہت کی لائبریری دیکھنے جارہے ہیں!"

زبیدہ خانم بولیں۔

"ہاں جاؤ ـــــــــــ میاں اشتیاق تم بھی دیکھ لو جاکر، اس نے تو
ی اچھی اچھی کتابیں جمع کی ہیں اپنے کتب خانہ میں!"

اشتیاق کو موقع مل گیا،

"بہت اچھا!"

دردانہ بولی،

"آیئے بھیا!"

اور تینوں اسٹڈی روم میں پہنچ گئے، یہاں نکہت کسی کو نہیں آنے دیتی
ی، جب وہ گھر سے باہر جاتی تھی اس میں تالا لگ جاتا تھا، کنجی صرف
بت کے پاس رہتی تھی، اس نے یہاں ایک چھوٹا سا لیکن بڑا ستھرا و منتخب
ب خانہ فراہم کیا تھا، اردو، فارسی اور انگریزی کی معیاری کتابیں موجود تھیں؛
ی کی بہت کم، اردو کی بہت زیادہ، اور انگریزی کی کافی، ان کتابوں میں
ل اور افسانے بھی تھے اور فنون و علوم پر وقت کی بیش بہا اور نادر کتابیں
تھیں، وہ سونے کے کمرے میں یا کسی دوسری جگہ بیٹھ کر مطالعہ کی عادی نہیں
، اس کا اصول یہ تھا کہ وہ اپنے اسٹڈی روم میں مطالعہ کیا کرتی تھی۔
اس کتاب سے جی ہٹا تو دوسری اٹھالی، اس سے جی بھر گیا تو تیسری
میں لے لی، گھر کا وقت اسی میں بسر ہوتا تھا۔

لائبریری میں آنے کے بعد نکہت نے الماریاں کھولیں، اور دردانہ سے پو

"اُردو کی کتابیں دیکھو گی یا انگریزی کی؟"

دردانہ بولی۔

"میں اُردو کی اور بھیا انگریزی کی ——— کیوں بھیا؟"

اشتیاق نے کہا۔

ہاں بھئی ہم تو انگریزی کی کتابیں دیکھیں گے۔ اُردو کی کتابوں سے

ہمیں ذرا بھی دلچسپی نہیں!"

دردانہ نے بھائی کی تائید کی۔

"اردو لٹریچر ابھی انگریزی اور دوسری فرنگی زبانوں سے بہت

نکہت نے تیوری چڑھا کر پوچھا۔

"تم نے انگریزی لٹریچر کا مطالعہ کیا ہے؟"

دردانہ بولی۔

"بالکل نہیں!"

نکہت نے ذرا چڑ کر کہا۔

پھر یہ فیصلہ کیسے کر لیا کہ اردو لٹریچر ابھی انگریزی سے بہت

ہے۔؟"

دردانہ کے پاس جواب تیار تھا۔

"میں کیا جانوں؟ پڑھے لکھے لوگ یہی کہتے ہیں!"

نکہت سمجھ گئی، دردانہ کا اشارہ "پڑھے لکھے لوگ" سے کس

ہے۔ پھر بھی اس نے کہا۔
کون ہیں وہ پڑھے لکھے جاہل لوگ جو یہ باتیں کہتے ہیں؟ ذرا میں بھی تو سنوں؟

بیچاری دردانہ نے اشتیاق سے یہ بات اتنی بار سنی تھی کہ توقع بے موقع دہراتی رہتی تھی، وہ سمجھتی تھی علمیت اور وسعت مطالعہ کا مظاہرہ صرف اسی طرح کیا جاسکتا ہے، کہ انگریزی کی برتری تسلیم کر لی جائے اور اردو کے متعلق یہ تسلیم کر لیا جائے کہ اس میں ابھی بہت کمی ہے۔ لیکن آج نکہت کی باتیں سن کر وہ سٹ پٹا گئی، اس نے کہا۔

"تمہارا کیا خیال ہے؟"

نکہت:۔

میرا خیال تو یہ ہے کہ اردو کسی ترقی یافتہ زبان سے پیچھے نہیں ہے۔ بلکہ بعض چیزیں تو ہمارے لٹریچر میں ایسی ہیں کہ دوسری زبانیں ان کا جواب نہیں پیش کر سکتیں!

بے بسی کے ساتھ دردانہ نے کہا۔

"سن رہے ہو بھیا؟"

وہ بولا۔

"ہاں بھئی سن رہا ہوں!"

اور پھر اس نے فقرہ چست کیا،

"سن رہا ہوں اور اپنی معلومات میں اضافہ کر رہا ہوں!"

"شنیدہ کے بود مانند دیدہ"

اشتیاق جھینپ گیا،!

دُر دانہ نے بھائی کی یہ کیفیت بھانپ لی، اور گفتگو کا موضوع، بدلتے ہوئے کہا۔

"اچھا بھئی تم جیتیں ہم ہارے، اب تو خوش ہوئیں، چلو دکھاؤ اپنی کتابیں اُردو کی!"

کتابوں کا مشاہدہ شروع ہو گیا، خوب اچھی طرح لائبریری کھنگا لنے کے بعد، دردانہ نے چند کتابیں اپنے مطالعہ کے لئے پسند کیں اور نکہت سے کہا،

"یہ میں دیکھوں گی!"

وہ خندہ پیشانی سے بولی۔

"ہاں شوق سے!"

دردانہ نے اشتیاق سے پوچھا۔

"بھیّا آپ؟"

وہ بولا۔

"اتنی اچھی کتابیں ہیں کہ میری قوتِ فیصلہ عاجز ہے، کسے چھوڑوں کسے لوں؟

حیران ہوں دو آنکھوں سے کیا کیا دیکھوں؟"

دردانہ نے نکہت سے کہا۔

"نکہت! بھیّا کے مطالعہ کے لئے تم کچھ کتابیں منتخب کر دو، ایسی عمدہ

ہوں کہ بس وہ عش عش کر جائیں ——— اصل بات یہ ہے کہ بھیا اگر وہ کی کتابیں پڑھتے ہی نہیں لہٰذا وہ واقعی صحیح رائے نہیں قائم کر سکتے کہ کون سی کتابیں پڑھیں؟"

نکہت خاموشی سے یہ باتیں سنتی رہی پھر بولی۔

"بہت خوب ——— مُدعی سُست گواہ چُست ——— ہر شخص کا ذوق الگ ہوتا ہے، مذاق جُدا ہوتا ہے، ایک چیز مجھے بہت اچھی لگتی ہے، لیکن ممکن ہے دوسرے کو وہ بالکل پسند نہ آئے ——— میں کیسے منتخب کر دوں ——— ؟"

دردانہ لاجواب ہوگئی۔ اشتیاق بھی بہت جز بز ہُوا، پھر اس نے دردانہ سے کہا۔

"کہو اب تو قائل ہوئیں تم؟"

اور قبل اس کے کو ردانہ کچھ کہے، وہ نکہت سے مخاطب ہُوا۔

"یہ بیوقوف تمہیں خواہ مخواہ چھیڑ رہی ہے، اس کی باتوں پر توجہ کرنا!"

نکہت نے کہا۔

"آپ اسے نہ کہیئے کچھ!"

پھر وہ دردانہ سے بولی۔

"تو تمہیں ایک کتاب دیتی ہوں، اسے پڑھو!"

دردانہ نے کتاب لے لی،

نکہت نے کہا۔

وہ بولی "وعدہ کرو اسے پڑھوگی!"

"قسم کھاتی ہوں، اسے پڑھوں گی اور ایک ایک حرف پڑھوں گی!"

اشتیاق نے وردانہ کے ہاتھ سے کتاب لے لی۔

"کون سی کتاب ہے؟ ——— رازِ حیات ———

نام تو بڑا اچھا ہے۔! ——— کیوں نہ تم سے پہلے ہم پڑھ ڈالیں؟"

وردانہ نے کہا۔

"پہلے آپ پڑھ لیجئے، پھر میں پڑھ لوں گی لیکن وعدہ کیجئے کہ آپ اسے پڑھیں گے ضرور، طاقِ نسیاں پر تو نہیں رکھ دیں گے؟"

وہ مسکراتا ہوا بولا،

"وعدہ کرتا ہوں!"

اتنے میں کافی بن کر آگئی، اور تینوں اطمینان سے بیٹھ کر کافی پینے لگے!

باب ۶
رازِ حیات

رازِ حیات کا مصنف ایک گم نام شخص تھا، لیکن قلم کا بادشاہ تھا، اس نے جس پیرایہ میں اپنے انوکھے اور اچھوتے خیالات کا اظہار کیا تھا وہ اسی کا حصہ تھا۔ اس کے قلم میں اتنا زور اور اس کی تحریر میں ایسا جادو تھا کہ اس کی غلط بات بھی صحیح معلوم ہوتی تھی، اور صحیح بات پر بھی وہ اس طرح، اس شان اور اس زور سے نکتہ چینی کرتا تھا کہ وہ غلط معلوم ہونے لگتی تھی۔ وہ دنیا کے مسلمات کو کوئی وقعت نہ دیتا تھا، وہ دنیا کے مانے ہوئے اصولوں کو ٹھکراتا تھا، وہ دنیا کو احمقوں کی جنت کہتا تھا، اس کے نزدیک دیانت حماقت کا دوسرا نام تھا، وہ شرافت کو کھلونے سے زیادہ اہمیت نہیں دیتا تھا۔ دل بازار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا ---- ! وہ مذہب کا مذاق اڑاتا تھا۔

سماج کی اُس کی نظر میں اس کے سوا کوئی حیثیت نہ تھی کہ وہ کھن چور دل ایک اچّا تھا، مرد کو وہ حیاء سمجھتا تھا اور عورت کو ایک نرم و نازک سے تعبیر کیا کرتا تھا، علم اور جہالت میں اُس کے نزدیک کوئی خاص فرق تھا، بلکہ اس کی رائے میں تعلیم یافتہ پر جاہل کو ترجیح تھی، تندرستی اس نزدیک ایک بہت بڑی بیماری تھی، اور بیماری کو وہ صحت سے بہتر تھا۔ اس کا خیال تھا کہ انسان جب تندرست ہوتا ہے، تو اس کا دماغ پر مائل ہو جاتا ہے اور جب بیمار ہوتا ہے تو وہ ٹھیک لگتا ہے، اس کا خیال تھا کہ اگر دنیا کے بڑے بڑے سیاست دان بستر پر دراز ہو جائیں تو کبھی جنگ نہ ہو، اور دنیا میں ایسا امن قائم ہو جا لوگ لڑائی کا نام بھی بھول جائیں، مزدور اور سرمایہ دار دونوں کو وہ نفرت سمجھتا تھا، اُس نے ایک جگہ لکھا تھا، سرمایہ دار مزدور دل فرض شناسی مانگتا ہے، مزدور سرمایہ دار سے حقوق طلب کرتے ہیں دونوں بھک منگے ہیں، اس لئے قابل نفرت ہیں، اور رعایا کو بھی نظر سے نہیں دیکھتا تھا، اس کا خیال تھا جو حکومت فوج اور پولیس ڈر سے امن کی پابند اور قانون کی پیرو ہو، وہ اس قابل ہے کہ اُسے دے دی جائے، کسان کے نام سے اُسے نفرت تھی، اُس نے اپنی میں لکھا تھا کہ لوگ کسان کی ہمدردی میں زمین آسمان کے قلابے ملاتے اس کی تعریف و توصیف میں قصیدے پڑھتے ہیں، اس کی معصومیت اور بے بسی پر آہیں بھرتے اور فریادیں کرتے ہیں، لیکن کسان یہ کچھ نہیں

بڑی مستعدی سے محنت کیے جا رہا ہے، ہل چلاتا ہے، کھیت بوتا ہے، فصل کاٹتا
ہے اور پھر دوسری فصل کے لئے اپنے کام میں منہمک ہو جاتا ہے۔ جب وہ
حالت پر قانع ہے اور چوں بھی نہیں کرتا تو دوسروں کو اس کی وکالت
نے کا کیا حق پہنچتا ہے۔ بد عمل، سست، کوڑھ چست، جو اپنا حق چھین نہیں
تا۔ وہ لے بھی نہیں سکتا، جو اپنی آنکھوں کے سامنے اپنی محنت کا انبار دوسروں
لے جاتے ہوئے چپ چاپ دیکھ سکتا ہے وہ اس کا مستحق کب ہے کہ
دوسرے اس کے لئے جد و جہد کریں، دکھ اٹھائیں اور اس کا پیٹ بھریں؟
زمینداروں کے بارے میں اس کا خیال تھا کہ یہ وہ لوگ ہیں، جو دوسروں
کی حماقت سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ جو شخص دوسروں کی حماقت سے فائدہ
اٹھاتے اور عیش کرنے کی اہلیت و صلاحیت رکھتا ہو، اس کی ذہانت قابل
تعریف ہے نہ کہ قابل نفرت۔ دنیا میں کون آئی ہوئی دولت کو چھوڑتا ہے، پھر
زمیندار اور جاگیردار کیوں چھوڑ دیں؛ تم اگر چور کا ہاتھ نہیں پکڑ سکتے تو وہ چوری
کرے گا اور اسے چوری کرنی۔ چاہیئے۔ ورنہ پھر تم میں اور اس میں فرق کیا رہ
جائے گا؛ اس نے ایک جگہ لکھا تھا، میں زمیندار، جاگیردار، کو لیڈر اور پیر و مرشد
پر ترجیح دیتا ہوں۔ زمیندار کو حکومت کے خزانے میں لگان داخل کرنا ہوتی
ہے۔ کسان کو قابو میں رکھنے کے لیے قرض، تقاوی یا انعام کی صورت میں
کے نام سہی، لیکن رقم دینی ہوتی ہے، تحصیلدار و کلکٹر جب دورہ کرتے
ہوئے اس کی طرف نکلتے ہیں تو کسانوں ہی سے حاصل کر کے سہی، لیکن
اپنے پاس سے بھی ملا کر شاندار دعوتیں کرنا ہوتی ہیں، اپنی حفاظت اور

کسانوں کو قابو میں رکھنے کے لئے بندوق کالائسنس بھی لیناپڑتا ہے اور
ملازموں کی کھیپ کی کھیپ بھی کافی رقم خرچ کرکے رکھنا پڑتی ہے، لیکن پنڈت
اور پیر و مرشد نہ لگان دیتے ہیں، نہ انکم ٹیکس، نہ اپنے پیروؤں اور مریدوں
کی مدد کرتے ہیں، نہ اُن کے کبھی کام آتے ہیں، لیکن ان کی گاڑھی کمائی کا
حصّہ ضرور لگاتے ہیں، اور ستم ظریفی یہ کہ ان کے خلاف نہ کوئی تحریک اُٹھتی
ہے، نہ کبھی ستیہ گرہ کی جاتی ہے، نہ جلسے ہوتے ہیں، نہ جلوس نکلتے ہیں
مظاہرے کئے جاتے ہیں، حکومت بھی ان سے خائف رہتی ہے، عوام
اُن کے آگے سر جھکاتے ہیں، آخر یہ کیا مذاق ہے؟

اسی طرح کے اچھوتے اور انوکھے خیالات سے کتاب بھری پڑی
دوسرے روز نکہت نے خود ہی رات کے کھانے کے بعد در

سے پوچھا،

"کہو کتاب پڑھ ڈالی؟"

وہ سادگی سے بولی،

"کہاں؟ —— بھیّا چمٹے ہوئے ہیں جونک کی طرح، دیکھ لو اس
بھی ہاتھ میں وہی ہے!"

اشتیاق نے کتاب دروانہ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا،

"لو بھئی!"

اشتیاق کے ہاتھ سے دردانہ نے کتاب لے لی اور پوچھا،

"کیسی ہے؟"

وہ بولا،

"پڑھ لو، معلوم ہو جائے گا!"

"تو یہ، اللہ، بتا دیجئے نا ۔۔۔۔۔ کیا بگڑ جائے گا آپ کا؟"

نکہت چپ چاپ یہ باتیں سنتی رہی۔ ذرا بھی مداخلت اس نے نہیں کی، لیکن دردانہ تُلی ہوئی تھی کہ اشتیاق کی رائے پوچھ کر رہے گی۔ اس نے پھر کہا،

"آپ نے پڑھ ڈالی نہ ساری کتاب؟"

"ہاں بھئی ہاں!"

"پھر کیا رائے قائم کی؟"

"میری رائے ضرور سُنو گی؟"

"جی!"

"تو میری رائے میں آج تک اس سے مُہمل کتاب دنیا میں نہیں لکھی گئی۔ اس کا مصنف پاگل ہے، بیوقوف ہے، شیطان ہے!"

نکہت کو ہنسی آ گئی، اس نے دردانہ کے ہاتھ سے کتاب لیتے ہوئے کہا،

"سخن فہمیٔ عالم بالا معلوم شد!"

یہ طنز سے بھری ہوئی بات سُن کر اشتیاق بھی ضبط نہ کر سکا، اس نے براہ راست نکہت کو مخاطب کر کے کہا،

"یعنی یہ کتاب بہت اچھی ہے، مگر اس کی بلندی تک میری رسائی

نہ ہو سکی، یہی مطلب ہے نا؟"

نکہت کے دلفریب ہونٹوں پر جاں نواز تبسم اب تک اٹکھیلیاں کر رہا تھا۔

"آپ نے دو باتیں کہی ہیں۔ ایک کتاب کے بارے میں، ایک اپنی ذات کے بارے میں کتاب کے بارے میں آپنے جو کچھ کہا اس کا جواب تو۔ ہاں! اور اپنی ذات کے بارے میں جو کچھ کہا، اس کا جواب ہے سُکوت!"

اور یہ کہتے کہتے وہ مسکرا دی!

اشتیاق کو نکہت کی اس وقت کی مسکراہٹ ذرا بھی نہ بھائی۔ مرد جب اپنا پندار مجروح ہوتے دیکھتا ہے تو وہ اخلاق، مروت، وضع داری محبت الفت، عشق، ہر چیز کو فراموش کر دیتا ہے، چنانچہ اشتیاق نے پوچھا،

"یہ مسکرانے کا کون سا موقع تھا؟ میں سمجھ رہا ہوں، تم مجھے ذلیل نظروں سے دیکھتی ہو، ذلیل کرنے کی کوشش کرتی ہو، ذلیل سمجھتی ہو، تمہاری راے پر میں کوئی پابندی نہیں عائد کر سکتا تم جو چاہو سمجھو، جو چاہو کہو مگر حقیقت کو نہیں بدل سکتیں!

یہ تیکھی اور کھری باتیں سنکر نکہت شرمندہ سی ہوگئی، اُسے اتنے تیز الفاظ کی اشتیاق کی طرف سے ہرگز توقع نہ تھی، اس کا جی چاہا کہ رو دے مگر ضبط کر گئی صرف، اتنا کہا،

"آپ مجھے غلط سمجھے، میرا ہرگز یہ مقصد نہ تھا کہ آپ کو ذلیل کر دوں یا ذلیل سمجھوں، آپ مجھ سے بڑے ہیں، میرے دل میں آپ کی عزت اور عظ

ہے"___ شاید وہ ابھی کچھ اور کہتی کہ اتنے میں ضیاء الحسن آ گئے، انہیں دیکھ کر سب سروقد تعظیم کو کھڑے ہو گئے، وہ بیٹھ گئے اور بیٹھتے بیٹھتے انہوں نے کہا۔

"کہو میاں اشتیاق کیا باتیں کر رہے تھے تم لوگ!"

نکہت نے کتاب اپنے سامنے رکھ لی تھی۔ اشتیاق نے وہ کتاب اُٹھائی اور ضیاء الحسن صاحب کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"آپ نے یہ کتاب ملاحظہ فرمائی ہے؟"

انہوں نے کتاب ہاتھ میں لے لی، زور سے نام پڑھا۔

"رازِ حیات؟"

پھر کہا۔

"نہیں بھئی مجھے کتابیں پڑھنے کی فرصت ہی نہیں ملتی ہے۔"

اشتیاق نے کہا۔

"لیکن میری درخواست ہے کہ وقت نکال کر اس کتاب کو آپ ضرور ملاحظہ فرمائیں۔"

"کیوں کیا بات ہے اس کتاب میں؟"

"بڑی عجیب و غریب کتاب ہے، آپ پڑھیں گے تو دنگ رہ جائیں گے، مصنف نے دنیا کے تمام معاملات و مسائل پر ایسے ایسے خیالات ظاہر کئے ہیں کہ میں کیا عرض کروں؟ اسے ضرور پڑھ لیجئے آپ!"

"ہاں کوئی حرج نہیں تم کہتے ہو تو آج ہی رات میں اس کا مطالعہ کر

ڈالوں ہ، نیند ویسے ہی دیر میں آتی ہے، اور کتاب کچھ زیادہ ضخیم بھی نہیں
دو سو صفحہ کی ہوگی"

"جی ہاں ضخامت بالکل زیادہ نہیں پونے دو سو صفحے ہیں!"

لیکن ضیاء الحسن صاحب نے اشتیاق کی بات کا کوئی جواب نہ
دیا۔ اشتیاق نے نظر اٹھا کر دیکھا تو وہ کتاب کی ورق گردانی میں مصروف
تھے، پھر اس نے نکہت کی کرسی پہ نظر ڈالی، تو وہ جا چکی تھی،
صرف دردانہ بیٹھی تھی چپ چاپ، گم صم۔

اس غریب کو اس کا اندازہ نہیں تھا کہ بات یوں بڑھ جائے گی
بھی تھی، اور غمگین بھی، نکہت کو اترے ہوئے چہرے اور چڑھی ہوئی تیو
کے ساتھ جب اس نے اٹھتے دیکھا تو اس کا جی چاہا وہ بھی اس کے سا
چل چلے لیکن ہمت نہ پڑی، وہ اٹھتے اٹھتے رہ گئی اور نکہت چلی گئی!

باب

دُوسرا پہلو

بہت دن بھر اپنے کمرے سے باہر نہیں نکلی، دُردانہ کی اُس کے کمرے میں جانے کی ہمت نہیں پڑی، بیٹھے بیٹھے وہ بھائی سے اُلجھ پڑی کہنے لگی۔

"بھیا یہ بہت بُرا ہوا، ایسا نہ کرنا چاہیئے تھا ریں تو تم کو بڑا سمجھدار سمجھتی تھی، !"

اشتیاق تیر پھینک چکا تھا، وہ اب واپس نہیں آسکتا تھا، لہٰذا سخن سازی پر اُتر آیا۔

"آخر کون سا گناہ سرزد ہو گیا مجھ سے ؟"

دُردانہ گناہ جتانے پر تُلی ہوئی تھی۔

"کیا ضرورت تھی کتاب کے معاملہ کو اتنا آگے بڑھانے کی ؟"

اشتیاق بھی اُلجھ پڑا۔

"کیوں نہیں تھی؟ ایک حد درجہ ذلیل کتاب کی تعریف کرنے لگ
تم نے پڑھی ہوتی تو یوں مجھ سے جھگڑنے نہ بیٹھ جاتیں!"

دردانہ نے کہا۔

"تو۔ بھیّا تم سے جھگڑ کون رہا ہے!"

اشتیاق نے ذرا بگڑ کر کہا۔

"پھر یہ کیا ہو رہا ہے؟"

"میرا مقصد یہ تھا کہ آخر وقت اور مصلحت بھی تو کوئی چیز ہے!"

"میں نہ وقت کا پابند ہوں نہ مصلحت کا!"

"تم تو دل توڑنا جانتے ہو ہر کسی کا ——— یہ تو سوچا ہوتا کتنی
کرتی ہے وہ ہم سب سے۔ جب سے ہم آئے ہیں تلے اوپر ہوئی جا رہی ہے۔
یہ پیئو، یہ پہنو، یہ اوڑھو، یہاں چلو، وہاں چلو۔ اس کے سوا جیسے اسے
کام ہی نہیں رہ گیا ہے!"

"یہ سب باتیں تمہارے ساتھ ہوتی ہوں گی میرے ساتھ تو وہ
ڈٹتے ہیں کہ خدا کی پناہ ——— یہاں بھی کس کو پروا ہے!"

بھیّا آج تمہیں کیا ہو گیا ہے ——— تم ایسے تو نہ تھے!

"پہلے بہت اچھا تھا اب بُرا ہو گیا ہوں، ایں؟"

"اے ہاں اور کیا!"

"خبردار ذرا تمیز سے بات کرو، یہ نہ بھولو، میں تم سے بڑا ہوں!——

تہیں نکہت کا اتنا خیال ہے اور میرا ذرا بھی نہیں ——— جتنا میں ذلیل ہوا ہوں اس گھر میں آکر میرا دل جانتا ہے۔ آخر یہ نکہت اپنے آپ کو سمجھنے کیا لگی ہے؟ میں نے سوچا تھا اور یہ سوچ کر میرا دل خوشی سے پھولا نہیں سماتا تھا کہ نکہت وہی ہوگی جو آج سے پانچ برس پہلے تھی، لیکن نہیں میرا یہ خیال غلط تھا۔ اس پانچ برس میں وہ اتنی بدل گئی ہے، اتنی بدل گئی ہے جیسے ———————

اتنے میں خادمہ آئی۔

"کھانا چن دیا گیا سرکار بلا رہے ہیں!"

دردانہ نے پوچھا۔

نکہت بھی آئی؟

"جی ہاں وہ بھی بیٹھی ہیں سرکار کے پاس، آج دن کو نہ انہوں نے کھانا کھایا، نہ ناشتہ کیا۔ خالی چائے کی ایک پیالی پی لی، اب سرکار نے بلایا تو آ گئی ہیں، کھانا کھانے، جلدی چلئے، بس آپ ہی کا انتظار ہو رہا ہے۔!"

اشتیاق نے اُٹھتے ہوئے کہا،

"چلتے ہیں ——— چلو دردانہ!"

اور دونوں بھائی بہن کھانے کے کمرے میں پہنچ گئے، ضیاء الحسن صاحب نے کہا!"

"ارے میاں بڑی دیر کر دی، آؤ بیٹھو!"

دردانہ اور اشتیاق اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے لیکن خاموش، کھانے کے دوران میں بہت کم بات چیت ہوئی، کھانے کے بعد ضیاء الحسن صاحب

نے اشتیاق کو مخاطب کیا۔

"ختم کر ڈالی میں نے وہ کتاب!"

اشتیاق نے ہمہ تن سوال بن کر پوچھا۔

"کیا رائے قائم کی ہے آپ نے؟"

"تم بھی تو پڑھ چکے ہو، میں تمہاری رائے معلوم کرنا چاہتا ہوں پھر
خیال ظاہر کروں گا۔"

اشتیاق نے عالمانہ اور ماہرانہ کیفیت اپنے اوپر طاری کرتے ہ
کہا۔

میں اردو کی کتابیں بہت کم پڑھتا ہوں، یہ کتاب مجھے یہ کہہ کر د
تھی کہ بڑی معرکہ آرا رہے ہے۔ میں نے اس کا ایک ایک حرف پڑھا اور پ
کے بعد میں نے محسوس کیا، اس سے بڑھ کر لغو اور بیہودہ کتاب شاید ہی ک
زبان میں لکھی گئی ہو!"

ضیاءالحسن صاحب نے ایک قہقہہ لگایا۔

اشتیاق حیرت سے اُن کا منہ دیکھنے لگا، وہ سوچنے لگا،

"آخر یہ ہنس کیوں رہے ہیں؟"

اتنے میں ضیاءالحسن صاحب کی آواز گونجی،

"بیٹے، رائے قائم کرنے میں جلدی مت کیا کرو!"

اشتیاق نے جواب دیا۔

"لیکن یہ رائے تو میں نے بہت سوچ سمجھ کر قائم کی ہے!"

"اگر ایسا ہے تو میں تمہیں مشورہ دیتا ہوں کہ ایک مرتبہ پھر اسے پڑھو!"

اشتیاق نے کوئی جواب نہیں دیا، حیرت اور استعجاب کے ساتھ اس کی طرف دیکھنے لگا، وہ بولے،

"الفاظ سے زیادہ معنی پر غور کیا کرو، آخر تم نے اس کتاب میں کیا برائی دیکھی؟"

"برائی؟ — مجھے تو کوئی خوبی اس میں نظر ہی نہیں آئی!"

"پھر بھی تمہیں اعتراض کیا ہے اس پر؟"

"شروع سے آخر تک اعتراض ہی اعتراض ہے!"

"دیکھو بھئی مبہم باتیں ٹھیک نہیں، کسی چیز کے بارے میں یہ کہہ دینا کہ وہ بری ہے، غلط طریقہ ہے، تمہیں وضاحت کے ساتھ بتانا چاہیئے، برائی سے تمہارا کیا مطلب ہے؟ کس چیز کو، کس بات کو، کس خیال کو ناپسند کرتے ہو؟ اور کیوں؟ جب تک یہ نہ بتاؤ گے مجھے تمہاری رائے کا صحیح اندازہ نہ ہو سکے گا، اور جب تک تمہارے خیالات نہ معلوم ہوں نہ میں ان کی تائید کر سکتا ہوں نہ تعریف!"

اشتیاق کو یقین ہو گیا، بڑے میاں بھی اپنی صاحبزادی کی طرح فاترالعقل ہیں، پھر بھی اس نے کہا۔

"اس کتاب میں جو بات ہے وہ الٹی ہے، جو خیال ہے وہ مہمل!"

"مثلاً"

"یہ کہ مصنف ہر اچھی چیز کی برائی کرتا ہے، اس کے نزدیک جو درجہ

بد دیانتی کا ہے وہ دیانت کا نہیں، وہ شرافت کا مذاق اُڑاتا ہے
پر اعتراض کرتا ہے، نیکی کو حماقت سمجھتا ہے، بدی کی تعریف کرتا ہے

"ہاں تم ٹھیک کہتے ہو، کتاب میں یہ باتیں ہیں!"

"اسی لئے میری نظر میں اس کی کوئی وقعت نہیں!"

"یہاں مجھے تم سے اختلاف ہے!"

اشتیاق نے حیرت سے بے قابو ہو کر کہا۔

"اختلاف ہے آپ کو؟ —— یعنی آپ اس کے خیالات
متفق ہیں؟"

بڑی شفقت کے ساتھ ضیاءالحسن صاحب نے کہا۔

"تم مصنف کے گہرے طنز کو نہیں سمجھے، اس کی مایوسی کو نہیں
یہ بات نہیں کہ وہ نیکی کو بُرا، اور بدی کو اچھا سمجھتا ہے، بات صرف
کہ وہ دیکھتا ہے کہ لوگ نیکی کی تعریف کرتے کرتے نہیں تھکتے، بدی کی
کرتے کرتے نہیں تھکتے، لیکن جب عمل کا وقت آتا ہے تو نیکی کو چھوڑ
دیتے ہیں اور برائی کو اختیار کر لیتے ہیں، یہ دیکھ کر وہ چڑ جاتا ہے اور
اٹھتا ہے جب یہ بات ہے تو تم کیوں نہیں اعتراف کر لیتے کہ
بدی ہے اور بدی نیکی، جو کرتے ہو وہ کہو، جو کہتے ہو وہ کرو
اس گہرے طنز کا یہ مطلب نہیں ہے کہ نیکی واقعی بُری ہے اور
سچ مچ اچھی ہے، بلکہ یہ ہے کہ نیکی کو اگر نیکی سمجھتے ہو تو اس سے بھاگو مت
بدی کو اگر بدی مانتے ہو تو اس کے قریب نہ پھٹکو —— سمجھے میاں اشتیاق

اشتیاق نے گردن جھکا لی،

ضیاء الحسن صاحب نے پوچھا،

"کیوں میری بات سمجھ میں آئی ؟"

وہ بولا۔

"آپ یقیناً صحیح فرماتے ہیں، اس پہلو پر میں نے غور ہی نہیں کیا تھا"

ضیاء الحسن صاحب نے نکہت کی طرف دیکھ کر کہا۔

"کیوں بیٹی تم نے بھی مطالعہ کیا ہے اس کتاب کا ؟"

وہ ایک تبسم کے ساتھ بولی،

"جی ہاں کہیں کہیں سے پڑھی ہے میں نے بھی !"

"پھر تم نے کیا رائے قائم کی ؟"

"وہی جو آپ نے قائم کی ہے !"

ضیاء الحسن صاحب ہنسنے لگے، انہیں جب نکہت کی کوئی بات پسند آتی تھی تو وہ ہنسنے لگتے تھے۔ ان کی گہری پسندیدگی کا یہ سب سے بڑا ثبوت تھا۔

پھر تھوڑی دیر کے بعد نکہت نے پوچھا۔

"ابا جان میرے پاسپورٹ کا کیا ہوا ؟"

وہ بولے۔

"ہاں خوب یاد دلایا تم نے ——— وہ تو بن گیا، آج کے پندرھویں دن جہاز جا رہا ہے، اس سے میں نے تمہاری سیٹ بھی بک کرا لی ہے۔

ہوائی جہاز سے بھیجتے ہوئے دل نہیں مانتا۔ لہٰذا بحری جہاز سے جانا پڑے
گا نہیں:

"اس طرح دن بہت لگ جائیں گے خواہ مخواہ!"

"کوئی حرج نہیں بیٹی ——————— راہِ راست
گرچہ دور است!"

اور یہ کہکر وہ پھر ہنسنے لگے!

اشتیاق اور دردانہ کو سخت حیرت تھی کہ یہ پاسپورٹ کا قضیہ کہاں
نکل آیا اور نکہت کہاں جا رہی ہے؟"

کیوں جا رہی ہے ——————— ؟

باب ۳

غبارِ خاطر

نکہت کے چہرے سے غم کے بادل عارضی طور پر بظاہر چھپٹ گئے تھے، وہ نئے سفر کے خیال سے خوش نظر آتی تھی، اور اپنی اس خوشی کو اشتیاق کی دل شکن باتیں یاد کر کے مجروح کرنا نہیں چاہتی تھی، پھر بھی اس کا دل غمگین تھا، اشتیاق نے اس کے ہمیشہ خوش رہنے والے دل کو بڑا صدمہ پہنچایا تھا، ورنہ اور اشتیاق کی کیفیت بالکل دوسری تھی، وہ ورنہ بہت دنوں کے بعد نکہت سے ملی تھی، اور بہت دنوں تک اس سے بچھڑنا نہیں چاہتی تھی، اشتیاق نے نکہت کی ظاہری تبدیلی سے سرگراں ہو کر ذرا تلخی اپنے اندر پیدا کر لی تھی، اور شائد یہ سمجھ کر کہ چند روز کے بعد خود بخود مزاج معمول پر آ جائے گا، اور پھر اسی طرح گھل مل کے سب رہیں گے جس طرح پہلے

رہتے تھے لیکن اس اچانک سفر کی خبر نے اور وہ بھی "پاسپورٹ" کے سا
یعنی دُور دراز منزل کی طرف دردانہ اور اشتیاق دونوں کو بہت متاثر کیا
اشتیاق بیٹھا اس معاملہ پر غور کر رہا تھا کہ دردانہ آگئی، اُس نے کہا۔

"وہیں سے آرہی ہوگی نکہت کے پاس سے؟"

وہ منہ پھلا کر بولی،

"ہاں تو؟"

میرا مطلب یہ ہے کہ سواری کہاں جا رہی ہے سرکار کی؟ پاسپو
کہاں کا لیا گیا ہے؟ ساتھ کون جائے گا؟ کتنے دنوں کا سفر ہے؟ اور
آخر اس طول طویل سفر کا مقصد کیا ہے؟ کچھ یہ بھی معلوم ہوا؟

وہ ڈھٹائی سے بولی،

"نہیں"

اشتیاق اب دردانہ کو منا لینا چاہتا تھا، اب وہ "بڑا" بھائی نہیں
دوست تھا، جانتا تھا رعب سے کام نہیں چلے گا۔ اپنایت سے ما
گی، اُس نے ملائمت کے ساتھ کہا۔

"تو اب سہی!"

دردانہ کی بے رُخی بدستور قائم تھی،

"کیا اب سہی . . ؟"

اشتیاق نے مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"اُوہو ——— یہی تو تم میں خرابی ہے انیقتی ہو تو ماش کے

کی طرح بس اینٹھتی چلی جاتی ہو، ارے بھئی ایک بات تھی ختم ہو گئی!"

"کون سی بات؟"

"ارے بھئی وہی، کل رات والی، میں نے بڑا بھائی بن کر ذرا تمہاری سعادت کا امتحان لیا تھا، جس میں تم بُری طرح فیل ہو گئی تھیں، یہ بھی یاد نہیں رہا!"

"لاحول ولا قوۃ، یہ تمہارے حافظہ کو کیا ہو گیا ہے آخر؟"

وہ دوبارہ مسکرا دی۔

"بتیے بھی، ماش کے آٹے کی طرح ہیں تو کیا اینٹھوں گی، نکہت اینٹھتی ہو۔ آخر آپ کو یہ سوجھی کیا تھی؟"

مفاہمت کے لہجہ میں اشتیاق نے کہا،

"ہو گئی حماقت اور کیا ——— واقعی میں نے بڑی غلطی کی، لیکن اب اس کی تلافی بھی تو ہونی چاہیئے کس طرح؟"

"تو کیجئے تلافی کس نے منع کیا ہے؟"

"تمہارا مطلب یہ ہے کہ میں ——— یعنی میں ——— یعنی ——"

وہ مسکرا دی۔

"جی میرا مطلب یہی ہے آپ یعنی آپ یعنی ——— یعنی —— حضرت آپ ———"

اور یہ کہہ کر وہ کھلکھلا کر ہنس دی، اشتیاق بھی اپنی مسکراہٹ ضبط نہ کر سکا کہنے لگا،

"بھئی یہ بہت مشکل ہے!"

"ہاں، لیکن یہ مشکل آپ ہی سر کر سکتے ہیں؟"

"آخر کس طرح؟ مجھ سے تو یہ نہ ہو سکے گا، کہ نکہت کے کمرے

جاؤں یا اس سے از خود بات چیت شروع کر دوں۔"

"اور نکہت سے بھی یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ یہاں چلی آئے اور آپ کو

تکلم عطا کرے، وہ بھی کوئی اور نہیں نکہت ہے ——— آپ تو جا

ہیں ہمیشہ سے آن کی بجاری رہی ہے، اُسے موڑا نہیں جا سکتا، ہاں ا

کے سامنے سجدے کئے جائیں تو شاید وہ چیز حاصل ہو جائے جسے غال

لکھا ہے ——— وہ اک نگہ جو بظاہر نگاہ سے کم ہے!

بجیّا آپ تو مجھ سے زیادہ جانتے ہیں نکہت کو!"

"کم سے کم یہ تو معلوم کر لو قصد کہاں کا ہے؟"

"تو کیا آپ یہ سمجھتے ہیں میں یونہی بیٹھی ہوں اب تک؟"

"شاباش، بڑی سمجھدار لڑکی ہو ——— پھر کیا کہا تھا نکہت نے

"کچھ نہیں!"

"یعنی؟"

"یعنی یہ کہ ———"

یاں لب پہ لاکھ لاکھ سخن اضطراب میں،

واں ایک خامشی تیری سب کے جواب میں

لاکھ لاکھ پوچھا مگر کیا مجال ہے جو جواب دیا ہو بگلی نے۔ آخر میں

اُدھر چلی آئی۔

"آخر تم نے کیا پوچھا تھا؟"

"میں نے پوچھا تھا کہاں جا رہی ہو؟"

"پھر؟ کیا جواب ملا؟"

"کچھ نہیں!"

"یعنی کچھ جواب ہی نہیں دیا؟"

دُردانہ کو پھر ہنسی آ گئی،

"تو یہ سے بھتیا کہہ تو رہی ہوں اور کس طرح کہوں؟"

"وہ تو ٹھیک ہے، مگر جواب نہ دینا تو بداخلاقی ہے!"

"ہاں ضرور ہے، لیکن وہ اپنی خوش اخلاقی کا ڈھنڈورہ کب پیٹتی ہے، جس کو ہو جان و دل عزیز اُس کی گلی میں جائے کیوں؟"

اشتیاق نے کہا۔

بڑی شریر ہو گئی ہو دردانہ تم ——— پھر جاؤ اور پوچھ کر آؤ!"

"اب تو میں نہیں جاتی!"

"کیوں؟" "خفا ہو کر آئی ہوں وہاں سے!"

یعنی تم نجمہ سے لڑ کر آئی ہو؟ ——— بیوقوف!"

"نہیں بھیا لڑ کر نہیں خفا ہو کر!"

"آخر تمہیں خفا ہونے کی کیا ضرورت تھی؟ ذرا عقل سے کام لیا کرو!"

"کیا مطلب بھتیا؟"

"مطلب یہ ہے کہ موقع اور مصلحت بھی تو دیکھ لیا کرو، وہ تو جا رہی ہے

سفر پہ، طول طویل سفر پہ، نہ جانے کب آئے، کتنے دن وہاں رہے، ہوا
کتنے عرصہ کے بعد ملاقات ہوئی، اور آپ چلی ہیں خفا ہونے کے لئے
یہ کہتے کہتے اشتیاق کی آنکھیں آب گوں ہوگئیں، دردانہ نے کہا
"ارے بھیّا یہ کیا؟"
اتنی دیر میں اشتیاق کے آنسو آنکھوں کے چشمہ میں جذب ہو چکے
تھے، اس نے اپنے تئیں سنبھال لیا اور کہا۔
"کیا ہوا؟"
وہ بولی۔
"کچھ نہیں ———— میں سمجھ گئی!"
"کیا سمجھیں تم؟"
"آپ نکہت سے محبت کرتے ہیں، بہت زیادہ کیوں؟"
ذرا کے ذرا اشتیاق چکرا سا گیا، پھر اس نے کہا۔
"تمہارا مطلب؟"
"میرا مطلب؟ یہی کہ آپ نکہت سے محبت کرتے ہیں!"
ذرا زوردار آواز میں اشتیاق نے پوچھا۔
"تو؟"
وہ بولی
"تو کچھ نہیں، بڑی اچھی بات ہے!"
اشتیاق نے پُرسوز آواز میں کہا،

"ہاں میں اس سے محبت کرتا ہوں کیوں نہ کروں؟ کیا وہ اس قابل نہیں کہ اُس سے محبت کی جائے۔؟"

"کیوں نہیں ہے؟"

"اور یہ محبت نئی نہیں بہت پُرانی ہے!"

"یہ بھی جانتی ہوں!"

"میں اُس سے ہمیشہ سے محبت کرتا ہوں، شائد اس دُنیا میں آنے سے پہلے بھی میں اُس سے محبت کرتا تھا!"

دردانہ ہنسنے لگی ———— !

اشتیاق نے پُوچھا،

"ہنس کیوں رہی ہو؟"

دُردانہ نے معصومیت کے ساتھ کہا۔

"آپ تو پاگلوں کی سی باتیں کرنے لگے!"

اشتیاق نے سنجیدہ لہجہ میں کہا،

"تم یہ باتیں نہیں سمجھ سکتیں!"

وہ پھر بڑی معصومیت کے ساتھ بولی،

"پھر آپ یہ باتیں میرے سامنے کرتے کیوں ہیں؟"

"اچھا بھئی غلطی ہوئی، معاف کرو!"

وہ مسکرائی۔

"معاف کر دیا!"

"شکریہ ——— اب لگے ہاتھوں ایک کام بھی کر دیجئے ا
خاکسار کا!"

"فرمائیے!"

"ایک مرتبہ اور زحمت کیجئے!"

"یعنی نکہت کے پاس جاؤں؟"

"ہاں"!

"نہیں بھیا میں نہیں جاتی!"

"جانا پڑے گا!"

"نہیں جاؤں گی، آپ زیادہ کہیں گے تو چلی جاؤں گی یہاں س
"ورنہ، میری بہن چلی جاؤ!"

"لیکن وہاں جا کر کروں کیا؟ ——— اتنی بد اخلاق اور
لڑکی کے پاس جانا میں اپنی توہین سمجھتی ہوں!

جل کر اشتیاق نے کہا،

"پھر آگئیں تم اپنی اوقات پر؟"

بھیا جو چاہو کہہ لو، میں اُس سے کچھ محبت تو کرتی نہیں سچ
نفرت کرنے لگی ہوں اب تو، ان نکہت خانم سے، بڑی آئیں کہیں
چلی ہیں اٹوائی کھٹوائی لے کے، یہاں کون سی غرض اٹکی ہوئی ہے
بولتیں نہ بولو، تم اپنے گھر خوش ہم اپنے گھر خوش!"

بہت عاجزی کے ساتھ اشتیاق نے کہا،

"شرارت کرنے کے لئے ساری زندگی پڑی ہے خوب ستاتی رہنا زندگی بھر مجھے لیکن اس معاملہ میں پریشان نہ کرو، —— کیا تم اپنے بھائی سے محبت نہیں کرتیں؟"

"یہ لیجئے، کیوں نہیں کرتی؛ اتنی کرتی ہوں، اتنی محبت کرتی ہوں، اپنے بھیا سے کہ کیا کوئی بہن اپنے بھائی کو چاہے گی سچ!"

"پھر بھی مجھے چھیڑ رہی ہو، ستا رہی ہو، پریشان کر رہی ہو —— دردانہ یہ میری زندگی اور موت کا سودا ہے —!"

دردانہ ایک دم چپ ہوگئی۔

اشتیاق نے کہا،

"تم خاموش کیوں ہوگئیں؟"

دردانہ اب بھی چپ رہی،

اشتیاق نے پھر پوچھا۔

"بتاؤ دردانہ!"

اور دردانہ کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ موتی کی طرح آنسو کے قطرے گرنے لگے۔

"ارے تم تو رونے لگیں!"

دردانہ نے جلدی سے آنسو پونچھ لئے،

"نہیں بھیا!"

"شاباش —— رونے سے کیا فائدہ؛ کچھ کام کرکے دکھاؤ تو

ایک بات ہے!"

بڑی بے بسی کے ساتھ دردانہ نے کہا۔

"لیکن بھیا، وہ میرے کسی سوال کا جواب جو نہیں دیتی آخر

کروں کیا! ؟"

اشتیاق نے جواب دیا۔

"اُس کی خوشامد کر لو، اُسے منالو!"

"نہیں منتی!"

"معافی مانگ لو ——— اپنی طرف سے بھی، میری طرف

بھی!"

"آپ کی طرف سے بھی!"

"ہاں ——— پھر کیا کیا جائے؟ ——— جب وہ بات

کرنے لگے مجھے بھی بُلا لینا اس کے کمرے میں:"

"آپ یہاں تک تیار ہیں بھیا؟"

"کیوں نہیں ——— میں اسے برداشت نہیں کر سکتا کہ وہ

مجھ سے روٹھی رہے اور چلی جائے میں دیوانہ ہو جاؤں گا دردانہ!"

"اچھا ——— چلی جاؤں گی، بی بنّو کے پاس!"

"تو کب؟"

"آج دوپہر کو جب وہ کھانے کے بعد سونے کے لئے اپنے

کمرے میں جائے گی تب!"

"دیکھو، بھولنا نہیں!"

"نہیں بھیّا!"

اور ——————

اور نگہت دروازے کی آڑ میں کھڑی یہ سب باتیں سُن رہی تھی!،

اور مسکرا رہی تھی!،

باب ۹

پھر وہی تبسّم

دوپہر کا کھانا سب نے ساتھ کھایا۔

آج صورتِ حال بالکل برعکس تھی، کل سے بالکل مختلف ــــــ

آج نکہت کا چہرہ پھول کی طرح کھِلا ہوا تھا، اور اشتیاق کے چہر
پر ایک عجیب قسم کی افسردگی برس رہی تھی، نکہت کے ہونٹوں پر تبسّم کھیل رہا
اشتیاق پر وحشت اور غم کے بادل اُمنڈ اُمنڈ کر چھا رہے تھے، نکہت کا د
خوشی سے معمور تھا۔ اشتیاق کے بارے میں جو غلط فہمی اُسے پیدا ہو گئی تھ
بالکل دور ہو چکی تھی، اب اس کے دل میں خوشی، مسرت اور طرب کے سوا
تھا، اور اشتیاق کا دل محزوں اندیشہ ہائے دور دراز کا نشیمن بنا ہوا تھا، وہ
کیا سوچ رہا تھا، اس کا طائرِ خیال نہ جانے کہاں کہاں کی سیر کر رہا تھا۔

کھانا اس کے سامنے رکھا گیا، لیکن وہ اپنے تخیلات میں کھویا ہوا تھا، ایک لقمہ جو اس نے منہ میں ڈالا تھا، ختم ہی ہونے میں نہ آتا تھا، کسی نے اشتیاق کی اس کیفیت کو نہیں محسوس کیا، سب اپنے اپنے کام میں سرگرمی اور خلوص کے ساتھ مصروف و منہمک تھے لیکن نکہت کن انکھیوں سے اشتیاق کی یہ کیفیت دیکھ رہی تھی، اس نے اپنے آپ کو بے تعلق رکھنا چاہا لیکن نہ رکھ سکی تلی ہوئی مچھلی کا ایک قتلہ اشتیاق کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"یہ کھائیے بڑے مزے کی ہے!"

اشتیاق چونک پڑا ———— جان نذر دینی بھول گیا اضطراب میں

نکہت نے اصرار کرتے ہوئے کہا۔

"کھائیے نا، یہ بڑے مزے کی ہے!"

اشتیاق کا دل خوشی کے جھولے جھولنے لگا، یہ اتنا بڑا انقلاب کیسے آ گیا بُت کبھی بولتے نہیں جب سے وہ اس گھر میں آیا تھا، اس بُت نے اس سے بات نہیں کی تھی لیکن آج اتنا بڑا انقلاب رونما ہو گیا یہ بُت بولنے کیوں لگا لیکن نکہت نے اسے زیادہ سوچنے کا موقع نہیں دیا۔

"کھائیے نا، آپ تو کچھ سوچ رہے ہیں!"

اشتیاق نے محسوس کیا چوری پکڑی گئی۔ وہ مچھلی کا قتلہ شوق سے کھانے لگا۔

نکہت نے شامی کباب اُس کی پلیٹ میں رکھتے ہوئے کہا۔

"اسے بھی چکھیے!"

دروانہ بولی ،

"اب ایک بات اور قبولنی پڑے گی آپ کو!"

اشتیاق نے پوچھا ،

"وہ کیا ؟"

دروانہ نے کہا ۔

"یہ بھی اقرار کیجئے ، کباب بڑے خراب ہیں ، بڑے بدمزہ ، منہ خراب
کھا کے ، جب تک مچھلی کا ایک قتلہ اور نہ کھالوں منہ کا مزہ ٹھیک نہ ہوگا
اور یہ کہہ کر دروانہ نے جھٹ سے ایک قتلہ ہاتھ میں لے کر اشتیاق

طرف بڑھایا ،

"یہ لیجئے !"

اشتیاق کو سخت حیرت تھی ، یہ دروانہ کس قسم کی باتیں کر رہی ہے
نے نظر اٹھا کر دیکھا تو نکہت مسکرا رہی تھی اور دروانہ کی آنکھوں سے شرارت
ٹپک رہی تھی ، کچھ نہ سمجھ سکنے کے باوجود اشتیاق بھی مسکرا دیا ، پھر اس
دروانہ کے دیئے ہوئے قتلہ سے شغل شروع کر دیا ۔ آخر اس سے ضبط نہ
اس نے دروانہ کو مخاطب کر کے کہا ،

"آخر بات کیا ہے ؟"

وہ بولی ۔

"بات بہت معمولی ہے !"

"پھر بھی ——— کچھ تو ؟"

"آج پھوپھی جان (زبیدہ بیگم) نے فرمایا، لڑکو، آج باورچی خانہ تمہیں سنبھالنا پڑے گا، یہ کہکر مچھلی نکہت کی طرف بڑھا دی، اور کباب کے لئے قیمہ میری طرف، میں نے کباب تلے، اور انہوں نے بی نکہت نے مچھلی اُسی کی واہ واہی حبا رہی ہے۔

—— بس یہ ہے بات اور کچھ نہیں!"

سب لوگ ہنسنے لگے!

زبیدہ بیگم بولیں،

"بڑی شریر ہے تو بھی! —— تو کیا ہوا اگر اشتیاق نے مچھلی کی تعریف کردی، کچھ جھوٹ تو نہیں کی!"

اب میاں اشتیاق بھی چہکے،

"یہ دردانہ ہمیشہ کی جل ککڑی ہے!"

نکہت کیوں چپ رہتی۔

"امّی جان یہ ہر وقت مجھے ستایا کرتی ہے!"

وہ بولیں،

"اچھا بھئی میرا سر تو کھاؤ نہیں، تم جانو اور یہ جانیں، میں تو چلی!"

یہ کہہ کر وہ جانے کے لئے اٹھیں، اور ان کے جاتے ہی سب لوگ اٹھ کھڑے ہوئے، چلتے چلتے نکہت نے ایک نظر اشتیاق پر ڈالی اور دردانہ سے کہا۔

"چلو ذرا بستر سے، مجھے نیند آ رہی ہے!"

اب تو دردانہ کے کان بھی کھڑے ہوئے وہ بھی سوچنے لگی ———

این چہ می بینم بہ بیداری است یارب یا بہ خواب؟

اشتیاق مچھلی کا قتلہ ختم کر چکا تھا، اب اس نے کباب کھانا شروع کر دیا۔ نکہت نے پوچھا۔

"بتائیے مچھلی مزے کی تھی یا کباب؟"

یہ سادہ سا سوال اشتیاق کے لئے ایک معمہ بن گیا، وہ سوچنے لگا جواب دے، ضرور اس سوال میں مقصد پوشیدہ ہے؟ جواب تو یہی دوں، مچھلی بڑے مزے کی تھی لیکن اگر یہ جواب حسب دل خواہ نہ ہوا تو

نکہت نے پھر اپنا سوال دہرایا،

"بتائیے، آپ تو چپ ہو گئے!"

دردانہ بیچ میں بول پڑی"

"اُوں ہُو ——— کہہ دیجئے یقیناً مچھلی مزے کی ہے!"

یہ اشتیاق کے دل کی بات تھی،

"ہاں واقعی مچھلی بڑے مزے کی ہے"

دردانہ نے شوخ لہجہ میں کہا،

"اُوں ہوں ——— صرف اتنا کہنا کافی نہیں، یہ بھی کہیے کہ مزے کی ہے کہ آج تک اتنی مزیدار مچھلی نہیں کھائی؟"

اشتیاق نے کہا،

"ہاں یہ بھی ٹھیک ہے"

وہ بولی۔
"جیسے میں تمہارے ساتھ ہی تو چل رہی تھی، جاؤ، سوؤ خوب ٹانگیں پھیلا

ر!"

"آؤ تم بھی چلو، وہیں لیٹ جانا اس وقت!"
دردانہ نے دل کی مراد پائی، کہنے لگی!

"چلو"
اشتیاق بھی ساتھ ساتھ اُٹھ کھڑا ہوا جب نکہت کا کمرہ آیا تو وہ اپنے
ے کی طرف جانے کے لئے مڑا، جاتے جاتے اس نے ایک ہلکی سی نگاہ،
بت پر ڈالی لیکن نکہت نے اُسے روک لیا، کہا۔
"آپ کہاں جا رہے ہیں؟"

وہ بولا۔
"اپنے کمرے میں!"
"کیا سوئیے گا اس وقت؟"
"نہیں سوؤں گا نہیں، میں دن میں سونے کا عادی نہیں، کسی کتاب
ل ورق گردانی کروں گا!"
"کون سی کتاب؟"
"کوئی بھی!"
"آیئے میں دوں آپ کو کتاب!"
"یہ سُنکر اشتیاق پر سر خوشی کا ایسا نشہ چھایا، جسے الفاظ میں بیان نہیں

کیا جا سکتا، اس نے خوشی کے نشہ سے بے خود ہو کر سوال کیا:
"کون سی کتاب؟"
وہ بولی:
"جو بھی آپ پسند کریں ——— آیئے"
اس آخری لفظ "آیئے" میں التجا نہیں تھی حکم تھا، وہ چپ چاپ ہو لیا۔

باب ۱۰

التفاتِ یار

کمرے میں آنے کے بعد اشتیاق نے نکہت کی بہار اندر بہار رعنائیوں پر
...نگاہ غلط انداز ڈالی اور ایک کرسی پر خاموشی سے بیٹھ گیا۔ نکہت سیدھی
...ری کی طرف بڑھی اور کتابیں چھانٹنے لگی، دردانہ بھی اس کے ساتھ لگی ہوئی
...، دونوں کتابوں کے انتخاب میں منہمک تھیں اور اشتیاق خاموشی کے ساتھ
...رکی پر نیم دراز عالم خیال کی سیر کر رہا تھا بار بار اسکے ذہن میں یہ سوال
...ہوتا تھا کہ دفعتہً نکہت کے مزاج اور طرزِ عمل میں فرق کیوں ہو گیا،
...تک وہ روٹھی ہوئی تھی، خفا تھی، نہ بات کرنے کی روادار تھی، نہ صورت
...ینے کی اور آج یہ لطف و عنایت، یہ مہربانی، یہ تبسم، یہ التفات، یہ نوازش
...بارش کیوں ہو رہی ہے، یا تو وہ عالم تھا کہ ؎

بارہا دیکھی ہیں اُن کی رنجشیں
لیکن اب کے سرگرانی اور ہے!

اور یا یہ کیفیت ہے کہ، ے

کبھی بار آنا اِدھر لطف سے
عطا، عطا ہے، کرم یہ کرم!

خفگی کی تو خیر کوئی وجہ بھی نہیں لیکن خوش ہونے کا سبب کیا ہے؟ یا وہ خواب تھا یا یہ خواب ہے، ایک روپ وہ تھا، ایک یہ ہے ——— کیوں اس کی نگہِ ناز سے جینا ہوگا؟

اتنے میں نکہت نے زور سے الماری کا دروازہ بند کیا اور تین چار کتابیں لاکر اشتیاق کے سامنے رکھ دیں۔

"لیجئے ان میں سے پسند کر لیجئے کوئی!"

اشتیاق نے کتابوں میں ہاتھ لگائے بغیر کہا۔

"نہیں ——— تم خود کوئی سی پسند کر دو، وہی پڑھوں گا!"

وہ دانستہ بولی،

ہاں بھیا سچ ہے، دودھ کا جلا چھاچھ بھی پھونک پھونک کے پیتا ہے! ایک کتاب کیا نام تھا اس کا؟ ہاں رازِ حیات کا سبق نہ تم بھولے ہوگے نہ میں بھولی ہوں!"

نکہت نے ایک جاں نواز تبسم کے ساتھ کہا

"چل پگلی، تجھے ہر وقت شرارت ہی کی باتیں سوجھا کرتی ہیں!"

اب اشتیاق کو بھی موقع مل گیا،

"شرارت نہیں شیطنت ——— ہمیشہ ایسی ہی جلی کٹی باتیں سنایا کرتی ہے!"

نکہت نے ان کتابوں میں سے ایک کتاب اُٹھائی، اور کہا۔

"یہ لیجئے، یہ بڑی اچھی ہے!"

اشتیاق نے وہ کتاب ہاتھ میں لے لی اور اس کی ورق گردانی کرنے لگا۔

دردانہ نے کہا،

"اور ہمیں؟ ——— کیا ہم بالکل ہی جاہل ہیں؟"

وہ بولی،

"جاہل نہیں تو کونسی ملّا فاضل ہو؟"

"اچھا جاہل سہی ——— یہ تو بتاؤ پاسپورٹ کہاں کا بنوایا ہے؟"

نکہت نے تیوری چڑھا کر کہا،

"پھر وہی سوال؟"

اشتیاق نے دیکھا بنتی ہوئی بات بگڑتی جارہی ہے، کہیں اس سوال پر دونوں میں پھر نوک جھونک ہونے لگے، اور یکجائی بھی کھیر ہو گئی دیکھا اتنے کہا

"چپ رہو دردانہ، کیوں بے تکی باتیں کرتی ہو؟"

دردانہ اشتیاق کے اس اعتراض پہ جھکر گئی۔

"کیا ہوا بجیا؟"

"میرا مطلب یہ ہے کہ کیوں خواہ مخواہ کے سوالات کر رہی ہو؟ اس وقت نہ سہی پھر کسی وقت پوچھ لینا!"

نکہت نے کہا،

"آپ پوچھتے تو بتا بھی دیتی لیکن اس دردانہ کو تو عمر بھر نہیں بتاؤں گی، ضد آگئی ہے مجھے اس سے تو!"

دردانہ نے جل کر کہا۔

"ہاں ضد کیوں نہ آئے گی، میرا تمہارا دیورانی جٹھانی کا رشتہ تو ہے!"

پھر منہ پھلا کر بیٹھ گئی، اشتیاق ہنسنے لگا، نکہت کے نازک ہونٹوں پر بھی دلفریب تبسم کھیلنے لگا، اشتیاق نے کہا،

"اگر میں پوچھوں؟"

وہ بولی،

"تو ضرور بتاؤں گی"

"بتاؤ!"

وہ کہنے لگی،

"امریکہ جا رہی ہوں دو برس کے لئے!"

دردانہ ضبط نہ کر سکی،

"امریکہ؟"

"ہاں!"

اشتیاق نے پوچھا،
"لیکن وہاں جا کر کیا کرو گی؟"

وہ بولی،
"بالی وڈ کی سیر کروں گی!"
یہ کہکر وہ ہنس دی، اشتیاق نے بھی اس کا ساتھ دیا، پھر پوچھا۔
"کس موضوع کی تکمیل کرنا چاہتی ہو وہاں؟"
"تعلیمات کی"
"ٹھیک ہے، بڑا اچھا خیال ہے"،
دُردانہ سے پھر ضبط نہ ہو سکا، پوچھ بیٹھی۔

"اکیلی جاؤ گی؟ تن تنہا؟ اتنی دور، پردیس میں؟ بڑا دیدہ ہے تمہارا، جب میں سوچتی ہوں تو میرا دل ہولنے لگتا ہے، ہائے اللہ اتنا بڑا دور دراز کا سفر، اور اکیلی عورت ذات؟ پھپھا جان کیسے راضی ہو گئے؟ اور وہ راضی ہوئے تھے، تو پھپھی جان نے کیسے یہ بات منظور کر لی؟ نا بابا، ہم تو یہاں سے ایک میل بھی اکیلے نہ جا سکیں، حالانکہ اپنا دیس ہے، اپنے لوگ ہیں، اپنی زبان ہے، کوئی غیریت نہیں، اجنبیت نہیں!"

دُردانہ کے ایک ایک لفظ سے اشتیاق کو اتفاق تھا، لیکن جو کچھ دردانہ کہہ سکتی تھی وہ نہیں کہہ سکتا، جس بیباکی سے وہ اپنے خیالات ظاہر کر سکتی تھی، وہ اس بیباکی سے کام نہیں لے سکتا تھا، اسی لئے چپ چاپ دردانہ کی باتیں سنتا رہا، اس نے روکا نہیں، ٹوکا نہیں، وہ جاننا چاہتا تھا نکہت کا ردِعمل معلوم

کرے، یہ دیکھے ان خیالات سے واقف ہو کہ وہ کیا کہتی ہے؟ وہ کیا سوچتی
اس کے تاثرات کس رُخ پہ جاتے ہیں؟ لیکن یہ کچھ نہ ہو سکا، نکہت
ذہین تھی، اس نے ایک نئی شکل پیدا کر دی بجائے اس کے وہ اپنے تاثر
ظاہر کرتی، اشتیاق سے اُس نے سوال کر ڈالا، پوچھا۔
"یہ سن رہے ہیں آپ دردانہ کی باتیں؟"

وہ مسکرایا،

"ہاں سُن رہا ہوں"

نکہت نے پھر پوچھا۔

"آپ کی کیا رائے ہے؟ —————— کیا آپ دُردانہ کے خیا
سے متفق ہیں؟"

اشتیاق بھی آخر اشتیاق تھا اُس نے کہا۔

"میں ضرور اپنے خیالات ظاہر کروں گا لیکن اس سے پہلے
تمہارے ردِ عمل سے بھی واقف ہونا چاہتا ہوں!"

دردانہ نے کہا،

"اب بتاؤ؟"

وہ بولی

"میں تو اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتی!"

اشتیاق نے کہا،

"پہلے ایک بات صاف ہونی چاہیے!"

"وہ کیا؟"

اِس وقت کی گفتگو کا مقصد صرف تبادلۂ خیال، اور ایک دوسرے کے تاثرات سے واقفیت ہے، اعتراض، حجت، مخالفت مقصود نہیں، لہٰذا میری کسی بات یا کسی سوال سے خفا نہ ہو جانا!"

وہ مسکرائی۔

"نہیں خفا نہیں ہوں گی، کہیئے!"

"ٹھیک ہے، اب ہم آگے بڑھیں گے ——— تم نے کہا ہے ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتی؟"

"جی، ——— میں نے یہ کہا ہے!"

"اب میں پوچھنا چاہتا ہوں، کیوں حرج نہیں سمجھتیں؟"

"اس لئے کہ ———————"

درِ دانہ بول پڑی،

اس لئے کہ حرج کی کوئی بات نہیں ہے، یہی نا؟"

"ہاں یہی!"

اشتیاق نے کہا،

"درِ دانہ تم چپ رہو!"

وہ خاموش ہو گئی۔

اشتیاق نے پھر پوچھا۔

"اب تم مجھ سے باتیں کرو، یہ درِ دانہ تو ضرورت سے بہت زیادہ

بیوقوف ہے!"

"فرمایئے؟"

"ابھی میرا سوال قائم ہے ——— کیوں حرج نہیں سمجھتیں تم"

نکہت نے بڑی ملائمت سے کہا۔

"دیکھئے بھتیا، ور دانہ کے اس طول طویل سوال کا پس منظر بیں گو
اس سوال کا پس منظر صرف ایک ہے اور وہ ہے عصمت کا سوال یعنی
عورت اگر تن تنہا دور دراز مقام کا سفر کرتی ہے، تو پھر وہ پاکبازہ نہیں
اس کی طہارت مشکوک ہو جاتی ہے۔ اس کا چال چلن اعتبار کے قابل
رہتا، وہ دفعتہً شریف زادوں سے آبرو باختہ اور فاحشہ بن جاتی ہے
میری بہن ہے، وہ مجھ سے محبت کرتی ہے وہ میری خیر خواہ ہے، وہ نہیں
کہ یہ کلنک کا ٹیکہ میرے ماتھے پر لگے۔ اس لئے میرے اس سفر سے
خوش نہیں اور چونکہ وہ صاف الفاظ میں اپنی ناخوشی کا اظہار، اخلاق اور مروت
باعث نہیں کر سکتی، اس لئے ایسے الجھے ہوئے سوالات کر رہی ہے
کے جذبات کو سمجھتی ہوں، ان جذبات کی قدر کرتی ہوں، مجھے اس کے
خیالات سے ہمدردی بھی ہے لیکن اتفاق نہیں، میرے نزدیک یہ باتیں
کی دلیل ہیں، ان میں معصومیت ہے، نیکی ہے، شرافت ہے، ہمدردی
عقل نہیں، سمجھ نہیں، واقعیت اور حقیقت کا کہیں آس پاس شائبہ

"کیوں؟ کس لئے؟ کیسے؟"

"بنیادی غلط فہمی اس سلسلہ میں یہ ہے کہ عورت کو موم کی ناک

گیا ہے۔ جدھر چاہا موڑ دیا!"

"حالانکہ واقعہ ایسا نہیں ہے؟"

"قطعاً نہیں!"

ذرا تفصیل سے اپنے خیالات ظاہر کرو ——— نکہت میں بڑی دلچسپی سے تمہاری باتیں سُن رہا ہوں!"

"بات یہ ہے بھیّا کہ عورت کو جو لوگ موم کی ناک سمجھتے ہیں، اگر صاف الفاظ میں کہوں تو وہ احمق ہیں، اگر رعائت سے کام لوں تو نا سمجھ ہیں، عورت بھی اسی طرح بے راہ ہو سکتی ہے جس طرح مرد، لیکن عورت مرد کے مقابلہ میں زیادہ عالی ظرف ہوتی ہے، اس لئے وہ بہت دیر میں بڑی مشکل سے بے راہ ہوتی ہے!"

"ہاں ——— ہوتی تو ہے، لیکن اسی وقت جب وہ خود چاہے!"

"کیا مطلب؟ میں سمجھا نہیں!"

"مطلب تو بہت صاف ہے بھیّا!"

"ہاں ہے، لیکن کچھ اور وضاحت چاہتا ہوں!"

میں کہنا یہ چاہتی ہوں کہ عورت بے راہ صرف اس وقت ہو سکتی ہے جب وہ خود ہونا چاہے، وہ ترغیب سے بدراہ ہو سکتی ہے، جبر اور جور سے نہیں، گاندھی جی کی یہ بات مجھے بہت پسند آئی ایک جگہ انہوں نے لکھا ہے، کہ شیر بھی اگر چاہے تو عورت کو زبردستی بے عصمت نہیں کر سکتا جب تک خود اس کا ارادہ بھی اس میں شامل نہ ہو، سوال پیدا ہو سکتا ہے، وہ ارادہ

کیوں شامل ہوتا ہے؟ کیسے شامل ہوتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کبھی
پسند اور رغبت کو دخل ہوتا ہے کبھی حالات اور مصالح کو لیکن پسند او
حالات اور مصالح کسی صورت میں بھی عورت کو اس کے ارادہ کے خلاف
نہیں کیا جا سکتا، میں اس لفظ "مجبور" پر خاص طور پر زور دے رہی ہو
چاہتی ہوں کہ آپ بھی اس لفظ کی معنویت اور اہمیت کو پوری طرح
کرلیں!"

"تمہارے ان گہرے اور ٹھوس خیالات کو میں بڑی توجہ اور انہما
سُن رہا ہوں —— کہے جاؤ!"

"بس اب مجھے کوئی بات نہیں کہنی ہے!"

دردانہ بولی،

"ٹھیک ہے تو پھر اتفاق رائے کر لیجئے بھیا!"

اشتیاق نے کہا،

"پھر تم نے بک بک شروع کی —————— خاموش!"

وہ مسکرا کر خاموش ہو گئی!

نکہت نے کہا،

"ہاں ایک بات اور!"

اور دردانہ پھر بول پڑی۔

"ایک یا دو، یا دس یا ہزار جتنی باتیں چاہو کرتی رہنا، پہلے
سوال کا جواب دے دو!"

نکہت نے متبسم ہو کر کہا،

"فرمایئے، ارشاد!"

وہ بولی -

"ارشاد اور فرمان یہ ہے کہ پسند اور رغبت کے سوا تم نے حالات و مصالح کا جو ذکر کیا ہے نا؟"

"ہاں کیا ہے!"

"تو میرا کہنا یہ ہے کہ انہی حالات و مصالح سے بچنے، بلکہ انہیں نہ پیدا ہونے دینے کے لئے وہ پیش بندیاں اور احتیاطیں ہمارے بڑے بوڑھوں اور بزرگوں نے رائج کی ہیں جنہیں پردہ، شرم، حیا، حجاب اور اس طرح کے دوسرے ناموں سے یاد کیا جاتا ہے!"

نکہت نے کہا،

"ان پابندیوں کی مزید تشریح کرو، تاکہ گفتگو کا کوئی پہلو تشنہ اور نامکمل رہے!"

دردانہ نے جواب دیا -

"بتا تو دیا، پردہ، شرم، حیا، حجاب وغیرہ!"

"وغیرہ کیا؟"

"یہ تو تم نے لفظی بحث شروع کر دی، میں وغیرہ کا لفظ واپس لیتی ہوں، اب کیا کہتی ہو؟ کہو!"

"اس کا جواب بھی بہت صاف ہے!"

"پردہ نشین، گھر میں بیٹھنے والی، نامحرموں سے دور رہنے والی، او
جب چاہتی ہیں اپنی متاعِ ناموس لٹا بیٹھتی؟ بڑے اور چھوٹے، اعلیٰ
اعلیٰ اور متوسط، ہر طرح کے خاندانوں میں اس طرح کے حادثات ہوتے
ہیں، کیا نہیں ہوتے؟"

"ہوتے ہیں!"

"جب ہوتے ہیں تو پھر وہ پیش بندیاں، احتیاطیں اور اس طرح
چیزیں کیوں کام نہیں آتیں، کیوں نہیں روک لیتیں، یہ چیزیں کسی
پردہ نشین اور با حیا کو بدراہ ہونے سے؟"

دردانہ خاموش ہو گئی!

نکہت نے کہا،

"اب چپ چاپ کیوں ہو بولو؟"

میرے تو سر میں درد ہونے لگا الاقسم!"

نکہت بولی،

"ان باتوں سے کام نہیں چلے گا، ہار مانو!"

"مان لی ——— بس اب تو پنڈ چھوڑ و میرا!"

"یوں نہیں ——— تمہیں ماننا پڑے گا کہ یہ احتیاطیں
صرف اس وقت تک روک کا کام دے سکتی ہیں جب تک خود عو
اور وہ نہ چاہے تو یہ مکڑی کے جالے کی طرح ٹوٹ سکتی ہیں، اور ٹو
ہیں ——— بتایئے بھیا میں غلط تو نہیں کہتی؟"

اشتیاق نے کہا،

"ٹھیک ہے، لیکن یہ تو ماننا پڑے گا کہ ان پیش بندیوں اور احتیاطوں
راہی کے امکانات بڑی حد تک کم ہو جاتے ہیں!"

نکہت نے خاص انداز سے ایک نظر اشتیاق پر ڈالی اور بڑے محبت
لہجہ میں کہا،

"بھیا میں یہ بھی نہیں مانتی!"

اشتیاق نے بڑی اپنایت سے پوچھا۔

"کیوں؟"

"امکان کی کمی اور زیادتی کوئی چیز نہیں ہے، اصل چیز صرف ایک
فلاں بات واقع ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اس پر فیصلہ کرنا چاہیئے، کم
ت کے باوجود اس طرح کے واقعات اچھے اچھے گھروں میں بھی
رہتے ہیں، پھر اگر وہ باہر بھی ہوتے ہیں تو کون سے تعجب کی بات
پھر ایک بات اور بھی ہے، اور اسے آپ قطعاً نظر انداز نہیں کر سکتے!"

"وہ کیا؟"

"یہ کہ جن ممالک میں یہ احتیاطیں اور پیش بندیاں بالکل نہیں ہیں،
مرد اور عورت کی ملاقات اور اختلاط کے سلسلہ میں کسی قسم کی پابندی
ہے جہاں عفت اور عصمت کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی، جہاں
کو بے معنی الفاظ سمجھا جاتا ہے وہاں بھی بہت کافی عورتیں اور لڑکیاں
جن کا دامن دامنِ مریم کی طرح پاک اور پاکیزہ ہے جنہیں کوئی

ترغیب اور تحریص اور کسی قسم کے حالات مصالح جادۂ عفت سے منحرف
کر سکتے ——— بات صرف یہ ہے کہ اصل فیصلہ خود عورت کے
ہے، وہ اگر چاہے تو کال کوٹھڑی میں بھی باعصمت نہیں رہ سکتی، اور اگر
مرضی ہو تو غنڈوں اور بد معاشوں کے گروہ میں رہ کر بھی اپنے ناموس
کر سکتی ہے!"

"ہاں بات تو یہی ہے!"

"اسی بات پر میرا عقیدہ ہے اور اسی اطمینان پر میں یہ سفر اختیار
ہوں۔ خدا کا شکر ہے میرے باپ کو مجھ پر اعتماد ہے، امی جان نے
باتیں کہکر ابا جان کے فیصلہ کو رد کرانا چاہا تھا لیکن جب ابا جان
جب انہیں سمجھایا تو وہ سمجھ گئیں۔ کہو درِدانہ تم بھی سمجھ گئیں یا نہیں؟"

وہ شریر نظروں سے نکہت کو دیکھتی ہوئی بولی،

"سمجھ گئی!"

پھر نکہت نے یہی سوال اشتیاق سے کہا،

"اور آپ؟ ——— آپ بھی مطمئن ہوئے یا نہیں؟"

اشتیاق نے شفقت اور محبت کے ساتھ نکہت کے کندھے
رکھا، اور اثر انگیز آواز میں کہا!"

"سمجھ گیا!"

نکہت کا چہرہ اس طرح چمک اُٹھا جیسے اسے یہ سُنکر بہت
جیسے اس کے سر پر سے ایک بہت بڑا بوجھ اُتر گیا!

باب ۱۱
گھر کی رونق!

آج کا دن بڑا ہی دلچسپ تھا، نکہت کی بہت سی سہیلیاں اُس کا عزم
ن کر رخصت کرنے آئی تھیں، رخسانہ، ریحانہ، سعیدہ، سلمیٰ، نسرین،
نہ جانے کون کون، دردانہ کا اُن سب سے پہلی مرتبہ تعارف ہوا
لیکن وہ بہت جلد اُن سب سے اس طرح گھل مل گئی جیسے نکہت
بھی وہ ان سب کی پرانی دوست ہے، کسی کا مذاق اُڑاتی، کسی پر طنز
کستی، کسی کو بناتی، کسی کے حسن کی تعریف کرتی، کسی کے بناؤ سنگار
تے قربان ہوتی، کسی کے ناک نقشہ کا قصیدہ پڑھتی، کسی کی اداؤں
پہ لوٹ ہوتی، کسی کی آواز پر سر دھنتی، کسی کی باتوں پر عش عش کرتی
کے انداز کی گھائل بن جاتی، کسی کے سلیقے کا کلمہ پڑھتی، کسی کے

دکھ رکھاؤ کے آگے گردن جھکاتی، اور کسی کے چٹکی لے لی، اُس کی بے تکلفی
سادگی نے واقعی سب کو تھوڑی ہی دیر میں اُس کا گرویدہ بنا دیا، سب
محسوس کرنے لگیں جیسے واقعی یہ دُردانہ ان کی بڑی پُرانی دوست ہے
دیر تک چہلیں ہوتی رہیں، ایک دوسرے کے نامۂ اعمال پر بحث ہوتی
ماضی کی داستانیں، حال کے مشاغل، مستقبل کے پروگرام، بات میں بات
نکلتی تھی، اور جب شروع ہوتی تھی تو ختم ہونے میں نہیں آتی تھی۔

سعیدہ نے نگہت سے کہا۔

"ایک بات تو بتاؤ نگہت، !"

وہ بولی۔

"ایک نہیں ہزار باتیں پوچھیئے، فرمائیے، ارشاد !"

دردانہ نے کہا،

"جناب نگہت بیگم صاحبہ آپ اشتیاق بھتیا سے نہیں، ایک
سعیدہ سے مخاطب ہیں، لہٰذا آپ جناب کے بجائے تم اور تو فرمایئے

نگہت مسکرا دی !"

سلمٰی نے پوچھا،

"یہ اشتیاق بھتیا کون بزرگ ہیں ؟"

نسرین نے کہا،

"ہوں گے کوئی بزرگ، یہاں بزرگوں کا کیا ذکر

کون ہیں وہ ؟"

تنویر کیوں چپ رہتی۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا، آخر ایک ایسے شخص کے بارے میں جو یہاں نہیں ہے، اور جس سے ہمیں کوئی سروکار نہیں کیوں بحث کی جارہی ہے!"

دردانہ بول پڑی۔

"کیا کہا جو یہاں نہیں ہے؟"

سلمیٰ:۔"ہاں، اور کیا"

نسرین:۔"تو کیا وہ بزرگ یہاں موجود ہیں؟"

دردانہ:۔"ہیں نہیں تو کیا؟"

سعیدہ سنبھل کر بیٹھ گئی۔

"آدمی کہاں؟"

دردانہ نے ایک تصویر کی طرف جو دیوار پر آویزاں تھی اشارہ کرتے ہوئے کہا۔"یہ ہے!"

سلمیٰ:۔"یہ؟"

نسرین:۔"ارے یہ؟"

سعیدہ:۔"کون ہیں یہ؟"

تنویر:۔"ایک بزرگ!"

سب کے نقرئی قہقہے کمرے میں گونجنے لگے!"

سعیدہ:۔"واقعی بہت بڑے بزرگ نظر آتے ہیں!"

سلمیٰ:۔"میرا تو جی چاہتا ہے مرید ہو جاؤں ان کی!

نسرین :- "میرا بھی"

نکہت اب تک خاموش تھی، اب وہ بھی چہکی،

"آپ سب لوگ مل کر فیصلہ کرلیں، تو میں ابھی دردانہ سے بلوالوں
ساتھ مرید ہو جائیں گے ان شاہ صاحب کے!"

سعیدہ :- "ہم میں سے کسی کو انکار نہیں ہے، ابھی بلواؤ!"

دردانہ :- "منہ دھو رکھیے، کنواں پیاسے کے پاس نہیں جا
ہے کنویں کے پاس!"

سعیدہ :- "کیا مطلب آپ کا؟"

دردانہ :- "مطلب یہ ہے کہ جسے جانا ہے ان کے حجرہ میں جائے
نہیں آتے جاتے!"

اتنے میں زبیدہ بیگم آگئیں، انہیں دیکھ کر یہ چہل پہل خاموشی ۔
زبیدہ بیگم نے کہا،

"اری لڑکیو، کیا تم نے شور غل مچا رکھا ہے!"

نکہت بولی،

"امی جان، ہم سب لوگوں کو یہ پریشان کر رہی ہے، دردانہ خو
چیختی ہے اور دوسروں کو بھی چڑاتی ہے!"

زبیدہ نے محبت کی نظر سے اپنی لڑکی کو دیکھ کر بڑی شفقت
ساتھ اس کی سہیلیوں سے کہا،

"اچھا بعد میں خوب چیختی چلاتی رہنا، پہلے چلو کھانا کھالو، ٹھنڈا ہو

تنویر: "چلئے خالہ جان مجھے تو بڑی بھوک لگ رہی ہے!"

"آؤ بیٹی؟"

جب سب چلنے لگے تو نسرین نے تنویر کے چپکے سے ایک چٹکی لی، وہ چونک پڑی، چپکے سے کہا،

"کیا کر رہی ہو؟"

وہ بولی،

"مجھے بھی بڑی بھوک لگی ہے!"

نکہت نے پوچھا،

"کیا ہوا تنویر؟"

تنویر نے کہا

"مجھے کچھ نہیں ہوا، ان سے پوچھو نسرین سے، نشہ سے بے قابو ہوئی جا رہی ہیں!"

"نشہ کیسا؟"

"اسی مرد بزرگ کی تصویر دیکھنے کا اور کیسا!"

نسرین چڑ گئی،

"تنویر یہ باتیں مجھے ذرا بھی اچھی نہیں لگتیں!"

سب لوگ ڈائننگ ہال میں پہنچ گئے۔

دردانہ بالکل نسرین سے مل کر بیٹھی، چپکے سے کان میں پوچھا،

"تنویر سے کیا باتیں ہو رہی تھیں سچ سچ کہنا!"

نسرین نے جواب دیا ۔

"بتاؤں، لیکن تم نے شرط ایسی لگائی ہے کہ اب کچھ نہیں کہہ سکتی

"شرط کیسی ؟"

"یہی کہ سچ سچ کہنا !"

"تو کیا تم جھوٹ بولتی ہو ؟"

"ہاں ——— مجھے صرف جھوٹ بولنے کی عادت ہے
آج تک نہیں بولا ۔ نہ آئندہ کبھی اس کارِ خیر کا ارادہ ہے !"

"یعنی ہمیشہ جھوٹ بولتی ہو گی ، کیوں ؟"

"کہہ تو رہی ہوں ہاں ، اب کیا قسم کھاؤں جب یقین کرو

"نہ بتاؤ ، ہم سمجھ گئے !"

"کیا سمجھیں ؟"

"کیوں بتائیں نہیں بتاتے !"

"اچھا بھئی خدا کے لئے نہ بتاؤ لیکن کھانا تو کھا لینے دو ، یہاں
قل ہو اللہ پڑھ رہی ہیں !"

زبیدہ بیگم نے ان دونوں کو باتیں کرتے دیکھ لیا ،

"دردانہ کیا کر رہی ہے ، نہ کھاتی ہے نہ کھانے دیتی ہے ؟"

نسرین بولی ،

"دیکھئے خالہ جان ، یہ دردانہ مجھے بہت پریشان کر رہی ہے
میں ہاتھ ڈالتی ہوں وہی کھینچ لیتی ہے ، کہتی ہے مٹیں ایک لقمہ

— دوں گی!"

زبیدہ بیگم پاس آکر بیٹھ گئیں،

"دیکھ دردانہ، اچھ تو ذرا ابھی بولی"

وہ بڑی سادگی اور معصومیت سے کہنے لگی،

"مجھے کیا غرض ہے کسی سے بولنے کی، پھپھی جان، یہی مجھے پریشان
[کر] رہی تھی خواہ مخواہ ——— کہہ دو تم ابھی کیا کہہ رہی تھیں؟"

بچاری نسرین گھبرا گئی،

"اے واہ میں کیا کہہ رہی تھی، کچھ دیوانی ہو گئی ہو؟"

بڑے عارفانہ انداز میں دردانہ بولی -

"ہاں اب تو یہ کہو گی، پھپھی جان کا لحاظ ہے، ورنہ بتاتی!"

زبیدہ بیگم دردانہ کی شریر ایجادوں کو خوب سمجھتی تھی، انہوں نے بیچ
[بچا]و کیا:

"اچھا بھئی وہ کچھ بھی کہہ رہی تھی اب معاف کر دو بیچاری کو اور کھانا کھا
[لینے] دو اُسے!"

دردانہ نے گھور کے نسرین کو دیکھا جس کا مطلب یہ تھا -

"اچھا اس وقت تو چپ ہو جاتی ہوں، پھر سمجھ لوں گی!"

اور پھر گردن جھکا کر کھانا کھانے لگی -

نکہت مسکرا دی اس نے اپنے پاس بیٹھی ہوئی سلمٰی سے کہا -

"دیکھتی ہو کیسی معصوم بنی ہوئی ہے یہ دردانہ اس وقت؟"

وہ بولی

"ہاں دیکھ رہی ہوں ۔——— بڑی اچھی اداکارہ ہے یہ!"

پاس بیٹھی ہوئی سہیلیاں زور سے ہنس پڑیں، دردانہ نے ذرا الجھن سے فریاد کی۔

"دیکھ لیجئے!"

"اے کیا ہوا بیٹی؟"

"میری باتیں ہو رہی ہیں اور میرا مذاق اُڑایا جا رہا ہے، پھر اگر میں گی تو آپ خفا ہوں گی ———!"

سعیدہ نے کہا،

"قسم لے لیجئے جو ان کا نام بھی بیچ میں آیا ہو، ہم تو اپنے کالج کی لڑکی کا ذکر کر رہے تھے!"

دردانہ بولی،

"اور اس کا نام دردانہ تھا ——— کیوں؟"

سب لوگ ہنسنے لگے۔ زبیدہ بیگم بھی مسکراتی ہوئی دسترخوان سے اُٹھ گئیں!

باب ۱۲

سینما کی تیاری

شام ہوتے ہوتے سب سہیلیاں رخصت ہوگئیں۔ سعیدہ نے نسرین سے کہا۔

"چلو کیا رات یہیں گزارو گی؟"

وہ بولی

"تم جاؤ، میرا تو جی نہیں چاہتا جانے کا!"

دردانہ نے کہا،

"پھر رہ جاؤ نا آج!"

نکہت نے بھی اصرار کیا،

"روز روز ملنا تو ہوتا نہیں۔ پھر اب جا بھی رہی ہوں دو دو ماہ سفر پہ، اگر ـــ دن رہ جاؤ گی تو کیا ہو جائے گا!"

سعیدہ کا جی تو پہلے سے چاہ رہا تھا، کہنے لگی،

"ایک شرط ہے لیکن!"

نکہت نے پوچھا،

"وہ کیا؟"

کہنے لگی۔

"نہ رات بھر سوؤں گی نہ سونے دوں گی، بولو ہے منظور؟"

نکہت نے جواب دیا۔

"منظور ہے!"

یہ سن کر تنویر نے کہا۔

"پھر تو بھئی ہم بھی یہیں رہیں گے، ذرا دیکھیں تو اس رت جگے

نکہت بولی،

"شوق سے"

سعیدہ اور تنویر رہ گئیں، دوسری سہیلیاں رخصت ہو گئیں، تنویر

"چلو سینما ہو آئیں!"

دردانہ اس تجویز پر اچھل پڑی،

"اے میں قربان ——— تری آواز مکے اور مدینے!"

کیا بات کہی ہے، چلو بھئی نکہت تیاری کرو!"

نکہت نے مسکرا کر دردانہ کی طرف دیکھا اور تنویر سے کہا،

"دیکھتی ہو اس چھوکری کو؟"

دردانہ نے کہا،

"اس چھوکری پر تنقید بعد میں کرنا، پہلے سینما دیکھ کر دل ودماغ کو تازہ کر لو، ساری رات پڑی ہے جاگنے اور نکتہ چینی کرنے کے لئے، بس اُٹھ کھڑی ہو جلدی سے!"

نکہت نے کہا۔

"میں تو نہیں جاتی!"

سعیدہ نے کہا،

"اے لو اب ان کے نخرے چلے، کیوں جاؤ گی آخر؟"

نکہت بولی،

"چلوں تو شوق سے، لیکن سوال یہ ہے کہ بلّی کے گلے میں گھنٹی کون باندھے گا!"

سعیدہ:۔ بلّی؟ ــــــ گھنٹی؟ ــــــ یہ کیا بک رہی ہو تم؟"

اور کیا اجازت کون لے گا جا کر؟ جاؤ پوچھ کر آؤ!

دردانہ:۔ "میں کیوں جاؤں؟ تم جاؤ"

نکہت:۔ "میں تو نہیں جاتی!"

دردانہ:۔ "تو ہم بھی نہیں جاتے!"

نکہت:۔ "تو بس چین کی بنسری بجاؤ، سعیدہ کہانی سنائے گی، تنویر اونگھے گی، ہم مزے کریں گے، تم جلنا!"

یہ کہہ کر وہ ہنس پڑی،

اتنے میں زبیدہ بیگم آ گئیں، انہیں دیکھتے ہی یہ لوگ مؤدب ہو گئیں،

انہوں نے دردانہ سے کہا،

"کمبخت کچھ بھائی کی بھی فکر ہے؟"

دردانہ گھبرا گئی،

"کیا ہوا پھپھی جان؟"

زبیدہ بیگم:۔ وہ تو ان لڑکیوں کی وجہ سے گھر میں آیا نہیں، اُسے ک

بھی کھلایا یا نہیں؟"

بے پروائی سے دردانہ نے کہا،

"کہیں باہر گئے ہیں صبح سے وہ تو..............!"

نکہت بولی،

"ورنہ ان سے پردہ کون کرتا؟ نہ یہ سعیدہ پردہ کی قائل ہیں نہ تنویر

دردانہ نے ہنستے ہوئے کہا،

"ہائے میرے اللہ تم لوگ پردہ نہیں کرتیں—— یہ دی

نکہت نے ذرا تیوری چڑھا کر کہا،

"بنو مت دردانہ—— تم کون سا پردہ کرتی ہو؟ میں کب

ہوں، پھر سعیدہ اور تنویر پر طعن کیوں کر رہی ہو؟ —— بڑی چلی ہو

سے!"

دردانہ جھینپ گئی،

"میں تو مذاق کر رہی تھی!"

زبیدہ بیگم:۔ بیٹی مذاق میں بھی ایسی باتیں نہ کیا کرو، اصل چیز آنکھ ک

ہے پردے سے کیا ہوتا ہے؟ پردہ اور چیز ہے حجاب اور چیز، پردہ ضروری نہیں، حجاب ضروری ہے اور حجاب جتنا اللہ رکھے نکہت میں ہے، اتنا ہی میری بچی تنویر اور سعیدہ میں بھی ہے، میں نے بھی بال دھوپ میں سفید نہیں کئے ہیں، تو یہ ہے میں بھول بھی گئی کیا کہہ رہی تھی؟ —————— ہاں وہ آگیا ہے اشتیاق!"

دردانہ نے منہ بنا کر کہا،

"آئے ہیں تو آیا کریں میں نہیں جاتی نواب صاحب کی اردلی میں!"

زبیدہ بیگم:۔ "چھوکری تجھے کیا ہوگیا ہے آج؟"

دردانہ نے بڑے ناز کے ساتھ کہا،

"پھپھی جان ہم تو سینما جائیں گے آج!"

زبیدہ بیگم:۔ "سینما؟"

سعیدہ:۔ "ہاں خالہ جان ہمارا بھی جی چاہ رہا ہے"

تنویر:۔ "اور خالہ جان میرا بھی"

نکہت:۔ "اور امی جان میرا بھی"

زبیدہ بیگم:۔ "تو یہ کہو کہ کانفرنس ہو رہی تھی، اب سمجھی تمہاری شرارت!"

نکہت:۔ "تو کیا ہوا اماں جی، ہو آنے دیجئے!"

زبیدہ بیگم:۔ "تو میں کب منع کرتی ہوں جاؤ —————— لیکن ساتھ کون جائے گا، شام کا وقت ہے، واپسی رات میں ہوگی، یوں اکیلا جانا تو مناسب نہیں!"

نکہت :- "ہاں اکیلے نہیں جائیں گے بے لیں گے کسی کو ساتھ!"

دردانہ :- "بھیا آ گئے ہیں انہی کو ساتھ لے لیں گے!"

زبیدہ بیگم :- "ہاں ٹھیک ہے، بہرحال کسی کو ساتھ جانا چاہیئے!"

زبیدہ بیگم کے جانے کے بعد سعیدہ نے کہا،

"اب تو تیاری کرو بھائی!"

نکہت مسکرا کر بولی،

"لیکن ابھی ایک مرحلہ اور طے کرنا باقی ہے!"

تنویر :- "وہ کون سا مرحلہ نکل آیا اب؟"

نکہت :- "مرحلہ یہ ہے کہ اب بلّے کے گلے میں گھنٹی کون باندھے گا!"

تنویر ہنس پڑی، سعیدہ نے کہا،

"یعنی؟"

دردانہ بولی،

"میں سمجھ گئی، اُن کا مطلب بھیا سے ہے، میں جاتی ہوں، انہیں راضی کر لوں گی!"

اتنے میں خود اشتیاق خراماں خراماں ادھر آ گیا، دروازے پر پہنچ کر چہرے دیکھ کر ذرا جھجکا، لیکن نکہت نے ہمت بندھائی۔

"آیئے، آ جایئے!"

وہ اندر آ گیا۔

نکہت نے تعارف کرایا،

"یہ ہیں میری نہایت عزیز سہیلی تنویر ——— اور یہ ہے میری نہایت شریر دوست سعیدہ!"

اشتیاق نے مسکرا کر دونوں پر ایک نظر ڈالی، پھر ہاتھ ملایا اور کہا،

"بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر!"

پھر وہ دردانہ سے مخاطب ہوا،

"کھانا کھالیا تم نے؟"

وہ بولی،

"بھیا کھانا واپس آ کر کھائیے گا!"

اشتیاق نے پوچھا،

"کہاں چلنا ہے؟"

دردانہ:- "ذرا سینما تک ——— یہ نکہت کی سہیلیاں نہیں مانتیں کسی طرح ——— آخر مہمان ہیں خاطر کرنا ہی پڑے گی ان کی!"

سعیدہ اور تنویر مسکرانے لگیں، نکہت نے کہا۔

"تمہارے تو سر میں درد ہو رہا ہے، تم تو جاؤ گی نہیں!"

وہ تڑ سے بولی،

"کیوں نہیں جاؤں گی ——— درد اچھا وہیں جا کر ہوگا!"

اشتیاق ہنسنے لگا، پھر اس نے کہا،

"سینما کا پروگرام تو ٹھیک ہے چلتے ہیں، لیکن سوال یہ ہے کہ کون سی تصویر دیکھی جائے گی؟"

نکہت نے ایک تبسم کے ساتھ کہا،

"اس کا اختیار آپ کو دیا جاتا ہے، ہمیں آپ کے ذوق سلیم پر اعتبار ہے!"

اشتیاق:۔ "اس اعتماد کا شکریہ، خدا کرے پکچر دیکھنے کے بعد میں اس کا اہل ثابت ہو سکوں، لیکن ابھی ایک سوال اور باقی ہے!"

نکہت:۔ "وہ کیا؟"

اشتیاق:۔ "اُردو یا انگریزی؟"

نکہت مسکرا دی،

"انگریزی!"

اشتیاق کے ہونٹوں پر بھی تبسم کھیلنے لگا،

"نہیں اُردو ——— آج کل شہر میں اُردو کی ایک بہت اچھی پکچر دکھائی جا رہی ہے، اُسے دیکھ بھی چکا ہوں، واقعی بڑی عمدہ ہے!"

دردانہ نے سوال کیا،

"بھیا آپ تو اُردو کتابیں بھی نہیں دیکھتے تھے یا اُردو کی فلمیں دیکھنے لگے، یہ کیسا انقلاب آگیا؟"

نکہت شرما گئی، سعیدہ اور تنویر اس سوال جواب کا مطلب کچھ نہ سمجھ سکیں، اشتیاق نے نکہت پر ایک چمکتی ہوئی محبت بھری نظر ڈالی

"تجھ سے زیادہ میں نے اُردو کی کتابیں پڑھی ہیں!"

نکہت سے ضبط نہ ہو سکا بول پڑی،

"اور سمجھ کر پڑھی ہیں!"

سعیدہ اور تنویر کو ہنسی آگئی، اشتیاق بھی ہنس پڑا،

"اچھا بھئی یہ باتیں بعد میں ہوتی رہیں گی، اب رختِ سفر باندھو، دیر ہو رہی ہے، آدھی پکچر دیکھنے سے کیا فائدہ؟"

دردانہ:۔ "تو آپ چلئے باہر موٹر نکالنے کو کہیے"

نکہت:۔ "ہم لوگ ابھی تیار ہو کر آتے ہیں!"

اشتیاق خوشی خوشی چلا گیا، اور یہ لوگ جلدی جلدی تیاریاں کرنے لگیں" دردانہ نے تو اتنا پوڈر اور لپ اسٹک تھوپا کہ تھیٹر کا جوکر معلوم ہونے لگی، نکہت نے اُسے گھسیٹ کر پھر سے درست کیا، تب جاکر وہ آدمی بنی۔

نکہت اور دردانہ جب بن سنور کر درست ہوگئیں تو نکہت نے سعیدہ اور تنویر سے کہا،

"اور تم؟ ——————— واہ یہ نہیں ہونے کا!"

پھر اس نے جلدی جلدی سعیدہ اور تنویر کو سنوار کر دلہن بنا دیا، پھر آئینہ لائی اور سامنے کر کے کہا۔

"دیکھو!"

دونوں مسکرا دیں،

دردانہ نے آئینہ چھین لیا، اور نکہت کے سامنے کر کے کہا،

"تم بھی تو دیکھو ——————— کہیں نظر نہ لگ جائے!"

وہ شرما گئی!،

باب ۱۳

جب سب سو گئے!

چلتے وقت نکہت نے ایک ادائے خاص سے اشتیاق کو دیکھا او

"چل تو رہے ہیں لیکن کہاں؟"

اشتیاق نے نکہت کے باغ و بہار چہرۂ دلکش پر ایک نگاہ غلا

اور کہا،

"نیو تھیٹر کی ایک فلم ہے انجن گڑھ وہی دیکھیں گے!"

دردانہ کرسی پر بیٹھ گئی،

"تم لوگ جاؤ، ہم نہیں جاتے!"

اشتیاق:۔ "کیوں یہ کیا؟"

دردانہ:۔ جس فلم کا نام اتنا دلچسپ ہے وہ خود جتنی دلچسپ

یسے ہی سر میں درد ہو رہا ہے اور ہونے لگے گا ؟

سعیدہ کا دل بھی بجھ گیا،

"ہاں کچھ یونہی معلوم ہوتی ہے!"

دل تو تنویر کا بھی ڈوبا جا رہا تھا، لیکن مایوسی میں امید کی کرن بھی دکھائی

دے رہی تھی،

"شاید دلچسپ ہو، چل کر دیکھ تو لو!"

نکہت اب تک خاموش تھی، اشتیاق نے پوچھا،

"تم کیوں چپ ہو؟——— کہیں اور چلیں؟"

وہ بولی،

"چلیں گے تو انجن گڑھ چلیں گے۔ میں نے بھی اس کی بہت تعریف سنی ہے

——— یوں بھی نیو تھیٹر کلکتہ کی فلمیں بڑی اچھی اور معیاری ہوتی ہیں۔

سے دردانہ کو تو اچھل کود کی فلمیں پسند ہیں!"

نکہت کا رجحان دیکھ کر سعیدہ اور تنویر بھی تیار ہو گئیں،

"ہاں ٹھیک ہے بھئی——— چلو اٹھو دردانہ!"

وہ بے دلی سے اٹھ کھڑی ہوئی،

"اب تم لوگ نہیں مانتی ہو تو چلو، لیکن اگر ناپسند ہوئی تو بیچ سے اٹھ آؤں

، ہاں کہے دیتی ہوں ابھی سے!"

اشتیاق نے ایک قہقہہ لگایا۔

"ضرور چلی آنا!"

یوں سب لوگ ہنستے کھیلتے سینما ہاؤس روانہ ہوئے۔

نام تو اس فلم کا واقعی کچھ یونہی سا تھا لیکن باقی ہر اعتبار سے
کی فلم تھی۔ یہ دو دھڑکتے ہوئے دلوں کی کہانی تھی لیکن یہ دل ا
سے دھڑکتے تھے کہ مشکل ہے یہ خود بھی اپنے دل کی دھڑکن س
ہوں گے۔ نہ تان سین کے گانے تھے، نہ زہرہ اور مشتری کا ناچ، نہ
بے حجابی اور بدتمیزی کے ساتھ عشق کا مظاہرہ تھا۔ نہ فریاد و فغاں سے
میں جنبش تھی، یہ فلم محبت سے عشق سے بھرپور تھی لیکن اسے چھو
چھوٹے بھائی کے ساتھ نوجوان لڑکی اپنے باپ کے ساتھ بغیر کسی حجا
نہایت اطمینان کے ساتھ دیکھ سکتی تھی، اس میں کوئی بات ایسی نہ
مذاق سلیم پر گراں ہو، جو تہذیب اور شائستگی کے خلاف ہو جس سے
شرم آتی ہو، پھر ساتھ ہی ساتھ اصلاح عوام کا ایک دلکش اور حیات
پیام بھی، غلامی کے خلاف نفرت بھی، آزادی اور حریت کی لگن بھی
ہر اعتبار سے فلم دلچسپ بھی تھی اور سبق آموز بھی،

درِ دانہ جب ہاؤس میں داخل ہوئی تھی تو اس نے کہا تھا۔

"بھیا کس کھنڈر میں لے آئے ہمیں، میں نہ کہتی تھی، فلم اچھی نہ
دیکھ لو کتنے آدمی ہیں، انگلیوں پر گن لو!"

اور اشتیاق نے کہا،

پہلے سے رائے قائم مت کرو، فلم دیکھ لو پھر خوب جی بھر کے
اور نکہت نے بھی زور دے کے کہا تھا۔

"دردانہ اب تم چپ ہوتی ہو کہ نہیں ------- ؟"

اتنے میں فلم شروع ہو گئی، اور سب بے دلی کے ساتھ اس کی طرف
ہو گئے لیکن جب فلم ختم ہوئی تو سب پر ایک سکوت تھا، تاثر تھا، سب
س سے بہت متاثر ہوئے تھے ایسا معلوم ہوتا تھا سب کے دل دھڑکنے
یں اور سب پر ایک کیفیت سی طاری ہے، اشتیاق نے ان لوگوں پر ایک
نظر ڈالی، اور خاموشی سے کار میں آکر بیٹھ گیا، گھر آنے کے بعد قدرۃً فلم پر
ہونی چاہیئے تھی، چنانچہ ہوئی۔

اشتیاق نے دردانہ سے کہا،

"اب فرمایئے کیا رائے ہے آپ کی اس فلم کے بارے میں ؟"

وہ مسکرا دی،

اشتیاق نے کہا،

"میں تم سے ہنسنے یا مسکرانے کو نہیں کہہ رہا ہوں، تمہاری رائے معلوم
چاہتا ہوں، بتاؤ کیسی ہے فلم ؟"

وہ کہنے لگی،

"بڑی اچھی !"

"مروت سے کہہ رہی ہو یا سچ مچ ؟"

"نہیں سچ بھیا !"

پھر اشتیاق نے تنویر سے پوچھا،

"آپ کی کیا رائے ہے ؟"

وہ بولی،

"بہت اچھی —————— !"

قبل اس کے کہ وہ کچھ اور کہے، نکہت بول پڑی،

"میری تو یہ رائے ہے صرف اس قسم کی فلمیں دکھائی جایا

فلموں کی نمائش حکماً روک دی جائے!"

سعیدہ نے تائید کی۔

"واقعی ——— میری رائے بھی یہی ہے!"

اشتیاق نے فخر کے ساتھ کہا،

"خاکسار کے ذوق سلیم پر انگلی رکھنا آسان نہیں ہے!"

پھر وہ نکہت کی طرف دیکھ کر مسکرا دیا۔ اور ———

مسکرا دی!

رات کو بڑی دیر تک یہ مجلس جمی رہی۔ پہلے تو فلم پر تبصرہ

دوسری باتوں پر بحث چھڑ گئی۔ کوئی کافی رات گئے تک یہ نشست

پھر وہ۔ دانہ انگڑائی لے کر اٹھی۔

"ہمیں تو نیند آرہی ہے بھئی!"

نکہت نے ٹوکا۔

"بڑی بچی ——— نیند آرہی ہے۔ دن بھر الگ ٹانگ

کرتی ہو اور رات ہوئی اور بی بتو پر نیند سوار ہوئی!

اتنے میں نیند کے بوجھ سے تنویر نے بھی جمائی لی۔ "نیند

نظر ڈالی اور کہا -

"او ہو ساڑھے بارہ ہو رہے ہیں بہت رات آگئی۔ اب آپ لوگ سویئے

اجازت چاہتا ہوں !"

نکہت کا جی چاہ رہا تھا کہ کہے -

"ابھی تو ساڑھے بارہ بجے ہیں ، بیٹھئے ، رات اپنی ہے ۔ باتیں کیجئے باتیں

یہ تنویر ، یہ سعیدہ ، یہ دردانہ تو سب بیوقوف ہیں ۔ یہ کیا جانیں ، یہ کچھ

نہیں جانتیں ، یہ کچھ جان بھی نہیں سکتیں ——————— !"

لیکن وہ کچھ نہ کہہ سکی خاموش ہوگئی ، اشتیاق کو اٹھتا دیکھ کر خود بھی

کھڑی ہوئی -

دردانہ اشتیاق کے ساتھ چلی گئی ۔ سعیدہ اور تنویر اُس کے کمرے میں

...ں !"

اشتیاق جب سونے کے لئے لیٹا تو دردانہ نے کہا ،

"بھیا ایک بات سمجھ میں نہیں آتی کسی طرح !"

اشتیاق چونک پڑا ،

"کون سی بات ؟"

وہ کہنے لگی ،

"یہ نکہت بیگم نے دفعتہً بے سان گمان چولا کیسے بدل لیا ؟"

"کیا مطلب ؟"

"مطلب یہ کہ یا تو ہم لوگ اچھوت بنگئے تھے ، کیا مجال جو میری کسی بات

کا سیدھے منہ سے جواب دے دے یا آپ سے بات کرے اور
کہ بجھی جا رہی ہے، میری بھی خوب خاطریں اور دل جوئیاں ہو رہی ہ
کو تو وہ بانس پر چڑھایا گیا ہے۔ جیسے اس کی نظر میں آپ سے بڑا
آدمی ہی نہیں ہے ـــــــــ میں تو جب یہ سوچتی ہوں تو
ہوں، آخر یہ ماجرا کیا ہے بھیا!"

اشتیاق نے کہا،

"تم بیوقوف ہو، بیکار باتیں نہ سوچا کرو، سو جاؤ!"

وہ بولی،

"سوتے ہی وقت تو یہ خیالات آ آ کر ستاتے ہیں اور نیند اڑ
آج ہوا اس وقت تک نہیں سونے کی جب تک اس . کی تہ نہ پالوں

اشتیاق نے چادر سے منہ بند کر لیا اور کہا۔

"سوچتی رہو خوب جی بھر کے، لیکن خدارا مجھے تو سونے دو"
"سوئیے ـــــــــ لیکن آپ کے دل میں یہ خیال کم

"نہیں"!

اور یہ کہہ کر اس نے کروٹ بدل لی۔

اور ادھر سعیدہ کی نیغر خواب جب بلند ہوئی تو تنویر نے کہا

"سو گئیں نکہت؟"

نکہت ابھی جاگ رہی تھی بولی،

"نہیں تو ـــــــــ کیا نیند نہیں آ رہی ہے؟"

جواب میں تنویر دہم سے نکہت کے پلنگ پر آگری، وہ چونک پڑی،

"اُوئی یہ کیا ہے؟"

تنویر نے کہا،

"کچھ نہیں، نیند نہیں آ رہی ہے تم بھی جاگ رہی ہو، آؤ باتیں کریں — !"

نکہت نے کہا،

"کرو باتیں ——— کیا سوچ رہی تھیں ابھی ——— ہاں یہ

[بی۔]اے تو تم نے کر لیا، اب آگے کیا ارادہ ہے؟"

[وہ] بولی "میرے ارادے کو چھوڑ دو، تم بتاؤ، تمہارا کیا ارادہ ہے؟"

"میرا ارادہ کیا ہوتا، امریکہ جا رہی ہوں، دو برس بعد آؤگی!"

"وہ تو معلوم ہے امریکہ جا رہی ہو، دو برس بعد آؤگی، لیکن ایک سوال

[م]یرے دل میں بڑی شدت سے پیدا ہو رہا ہے!"

"وہ کیا؟"

"یہ کہ تم امریکہ تنہا جا رہی ہو؟ ———"

"تنہا جا رہی ہوں ——— چلتی ہو میرے ساتھ!"

تنویر نے کہا۔

"دیکھو بھئی جو سوال کیا جائے، صرف اس کا جواب دو۔ اِدھر اُدھر کی

[با]تیں نہ کرو، میں پوچھ رہی ہوں تنہا جا رہی ہو امریکہ؟ بس اس سوال کا جواب دو!"

وہ بولی،

"تو اس کا بہت مختصر سا جواب یہ ہے کہ ہاں!"

"تمہارے ساتھ کیا کیا جا رہا ہے؟ کون کون جا رہا ہے؟"

"کوئی نہیں، کچھ نہیں!"

"تمہارا دل"؟

"کیا مطلب؟"

"وہ تمہارے ساتھ جا رہا ہے یا نہیں سچ بتانا!"

"اُونھ تم تو پاگل ہو، دل ساتھ نہیں جائے گا، تو کیا یہاں رکھ جا...
گی، کسی کے پاس ڈبیہ میں بند کر کے؟"

"ہاں میرا خیال یہی ہے ——— اور یہ تو بتاؤ کسی کی یاد بھی...
ساتھ جا رہی ہے؟"

"پھر وہی بے تکا سوال!"

"میرے سوال کا جواب دو، چاہے وہ کیسا ہی ہو ———
جا رہی ہے کسی کی یاد تمہارے ساتھ یا نہیں؟"

"نہیں"

"جھوٹ کہیں کی مجھ سے اڑتی ہے، میں اُڑتی چڑیا پہچانتی ہوں...
نکہت نے زور سے ایک بکوٹا تنویر کے لیا وہ اُچھل کر دھم سے...
پر گری، وہ ڈر گئی اور زور سے چیخ پڑی،

پھر ان تینوں میں ہنسی دل لگی کی باتیں ہونے لگیں نجہت اور تنویر نے ا...
بزدلی کا خوب خوب مذاق اُڑایا، اور طعنے دیئے، رات کا بڑا حصہ انہی باتو...
گزر گیا۔ سویرا ہوتے ہوتے کہیں جا کر اُن لوگوں کو نیند آئی۔

باب ۱۴

محبّت کا اِقرار

سعیدہ تو دوسرے دن رخصت ہو گئی، لیکن تنویر کو دردانہ نے ضد کر کے [روک] لیا، اصرار تو سعیدہ سے بھی کیا، لیکن وہ اپنے چھوٹے بھائی کی بیماری کی خبر [سن] کر چلی گئی، اور وعدہ کر گئی، "نکہت کے روانہ ہونے سے ایک دن پہلے پھر آجائے گی۔

نکہت نے کہا،

"بھئی تمہارا شکریہ کہ ہم مسافروں کا کچھ خیال کیا اور رہ گئیں ایک دن کے لئے" [ور]نہ سعیدہ تو اتنی بے مروت ہے کہ میں روکتی رہ گئی مگر اس نے ایک نہ سنی اور [چ]لی گئی بے مروت کہیں کی !"

تنویر نے جواب دیا،

"بیچاری کو بے مروت کیوں کہتی ہو؟ مجبوری سے گئی ہے، وعدہ تو کر گئی

ہے آجائے گی تمہارے جانے سے پہلے پھر!"

"آنی —— بڑی جھوٹی ہے —— تم نہیں جانتیں تنویر

"ہاں میں نہیں جانتی —— تم جانتی ہو تباؤ!"

"تبادوں —— لیکن پھر تم مذاق اُڑاؤ گی غضب گا!"

وہ مسکرا کر بولی،

"نہیں کسی کو نہیں تباؤں گی —— سچ کہنا کوئی خاص بات ہے

کوئی راز ہے اس میں؟"

نکہت نے بڑے عارفانہ انداز میں کہا۔

"ہاں —— وہی تو ہے!"

"تو تبادو نا!"

"تم ضرور ردانہ سے کہو گی اور وہ اتنی شیطان ہے کہ ہنسی اُڑا اُڑا کر

رُلا رُلا دے گی!"

تنویر نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"کچھ پاگل ہوئی ہو؟ —— کہہ جو رہی ہوں کسی سے ذکر نہ

کروں گی، اب دیر نہ کرو، تباؤ؟"

رازدارانہ لہجہ میں نکہت نے تنویر کے کان کے پاس منہ لے جا کر

"وہ آئے ہیں مسعود صاحب —— انہی کی کشش لے گئی ہے

سعیدہ کو، ورنہ بھائی کی بیماری کا تو بہانہ ہے، کون سا بیمار ہے

ذرا زکام ہو گیا ہے!"

تورے تنویر نے نکہت سے یہ انکشافات سنے پھر کہا،

"سچ سچ کہہ رہی ہو؟"

"یہ تو بھلا میں جھوٹ کیوں بولنے لگی لیکن دیکھو کسی سے کہنا نہیں!"

"ہاں نہیں کہوں گی، لیکن یہ مسعود صاحب کون بزرگ ہیں، ذرا ان کی تعریف تو کرو، ہم سے تو کبھی سعیدہ نے بھولے سے بھی ان کا ذکر نہیں کیا، حالانکہ دعویٰ یہ ہے کہ تم سے بڑھ کر ہمارا کوئی دوست نہیں!"

یہ مسعود صاحب وہ بزرگ ہیں جنہوں نے سعیدہ کو پرچا رکھا ہے، اس کے سامنے محبت اور عشق کے ایسے سوانگ رچائے کہ بیچاری نے اُن کی محبت پر یقین کر لیا، خود بھی محبت کرنے لگی سچے دل سے!"

"تو کیا غضب ہو گیا، محبت کرنا کوئی جرم تو نہیں ہے!"

"میں کب کہتی ہوں جرم ہے، جرم تو صرف جھوٹ بولنا ہے!"

"یعنی؟"

"یعنی یہ کہ محبت کرتی ہے مسعود سے، جان دیتی ہے اُس پر، اُس کی باتیں محویت کے ساتھ گھنٹوں اور پہروں سنے گی، اس کی تصویر ندیدی آنکھوں سے دیکھے گی اور دیکھا کرے گی، اس کا چار سطروں کا خط آئے گا اور خود دکھڑے کے دکھڑے، صفحے کے صفحے لکھ ڈالے گی، اور ذرا نہیں تھکے گی، مگر کیا مجال جو اقرار کرے محبت کا، جب پوچھو صاف انکار، جیسے یہ اتنی بھولی بھالی صاحبزادی ہیں کہ محبت کا نام ہی نہیں جانتیں، بلکہ اگر سوال کرو تو اتنی حیران بن کر سنتی ہیں یہ باتیں کہ اندیشہ ہوتا ہے کہیں پوچھ نہ بیٹھیں محبت کیا؟ محبت کیسے

کہتے ہیں؟ میں تو نہیں جانتی محبت کو!"

تنویر ہنسنے لگی،

"جانے بھی دو، کیوں مذاق اڑا رہی ہو ہماری سعیدہ کا —— ملاقات ہونے دو، ایک ایک کی دس دس نہ لگاؤں تو میرا نام تنویر نہیں!"

نکہت نے کہا۔

"ذرا لگا کے تو دیکھو وہ خبر لوں گی کہ عمر بھر یاد کرو گی!"

تنویر نے بات کا پہلو بدلا،

"اچھا یہ باتیں تو ہوتی رہیں گی، اپنی تو کہو کچھ!"

"کیا کہوں،؟"

"تمہارے اشتیاق صاحب کا کیا حال ہے؟"

اس نے شریر نظروں سے تنویر کو دیکھا اور کہا،

"دعا ہے آپ کی —— خیریت سے ہیں اور درگاہ رب العزت آپ کی خیریت نیک چاہتے ہیں،

تنویر نے الجھ کر کہا،

"دیکھو بھئی نکہت —— یہ باتیں مجھ سے تو کرو نہیں، نہ میرے سامنے سعیدہ کی طرح ایکٹنگ چلے گی، صاف صاف اقرار کرنا ہوگا تمہیں ہاں!"

"اقرار؟ کاہے کا اقرار؟"

"محبت کا!"

"مجھے کیا پڑی ہے اقرار کرنے کی؟ کرنا ہے تو تم کرو، اس سلسلہ میں

تمہاری مدد کر سکتی ہوں!"

"کیا مدد کرو گی؟"

"بہت مدد کروں گی، دردانہ کو کنوینسنگ پر مامور کر دوں گی اور خود اُن سے تمہاری بڑے شاندار الفاظ میں سفارش کروں گی!"

تنویر نے چڑاتے ہوئے کہا،

"اے ہے "ان سے" "سفارش کر دیں گی یہ ہماری ـــــ نام لیتے ابھی سے شرماتی ہو، رہی دردانہ تو اس کی کنوینسنگ تو جاری ہے. اب اور کیا کرے گی وہ غریب!"

"ہائے اللہ، تو اپنے دل کا یہ راز تم نے اس شریر چھوکری کے سامنے بھی افشا کر دیا؟ غضب کیا!"

"اجی چھوڑو ان باتوں کو، نہ میرے پاس دل ہے، نہ اس کا کوئی راز ہے، اپنی خبر لو، یہ حضور ہی کا ذکرِ خیر ہو رہا تھا!"

"شکریہ اس نوازش کا، مجھے تو معاف ہی کیجئے، خدا آپ کو یہ نیا تعلق مبارک کرے، ابھی جا کر امی جان کو کہتی ہوں کہ مٹھائی منگائیں، تنویر نے خود اپنی منگنی کر لی!"

"خالہ جان جانتی ہیں، میں کسی کے حق پر ڈاکہ نہیں ڈال سکتی نہ کہ نکہت کے حق پر، جو مجھے جان سے زیادہ عزیز ہے!"

"اوہو، اب آ گئیں خوشامد پر، میں نہیں آنے کی اس دام میں!"

تنویر نے سنجیدگی سے کہا،

"دیکھو نکہت میں تمہاری سہیلی ہوں، تم میری ہجولی ہو، ہم دونوں بچپن کے دوست ہیں، جہاں تک مجھے یاد ہے میں نے اپنی کوئی بات کبھی تم سے نہیں چھپائی اور تم نے بھی میرا خیال ہے اپنی ہر بات میرے سامنے افشا کر دی اب اگر اس معاملہ میں مجھ پر اعتماد نہ کرو گی، تو مجھے بڑا افسوس ہو گا، پھر شاید میں اپنے آپ کو اس قابل نہ سمجھوں کہ تمہیں منہ دکھا سکوں!"

نکہت چپ ہو گئی، اس نے ان باتوں کا کوئی جواب نہیں دیا!

تھوڑی دیر کے بعد تنویر جانے کے لئے اٹھی نکہت نے ہاتھ پکڑ کر بٹھا اور بڑے پیار سے کہا۔

"کہاں چلیں ——— روٹھی رانی؟"

وہ منہ بنا کر بولی،

"کہیں بھی ——— تمہیں کیا!"

"خفا ہو گئیں؟"

"ہاں!"

"سچ مچ؟"

"معاف کر دو، اب ایسی خطا نہیں کریں گے!"

"وہ مسکراتی ہوئی بیٹھ گئی، پھر اس نے کہا،

"معاف کر دیا، اب سنا دو ساری رام کہانی ایک سانس میں!"

نکہت پھر چپ ہو گئی، کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد تنویر نے کہا،

"پھر خاموش ہو گئیں تم تو؟"

وہ بولی،

"تو کیا کروں؟ گانا شروع کر دوں؟"

تنویر اُٹھ کھڑی ہوئی،

"تم خواہ مخواہ وقت ضائع کر رہی ہو، میں جاتی ہوں"

نکہت نے پھر ہاتھ پکڑ کر بٹھالیا۔

"آخر تم کیا پوچھنا چاہتی ہو؟"

"صرف یہ کہ تم اشتیاق سے محبت کرتی ہو یا نہیں؟"

نکہت کا چہرہ سرخ ہوگیا، اس نے آنکھیں جھکا کر دوپٹے کے دامن سے کھیلتے ہوئے کہا،

"کرتی ہوں"

تنویر خوش ہوگئی،

"کب سے؟"

وہ گردن جھکائے جھکائے بولی،

"بہت دنوں سے!"

"اور وہ ہمارے اشتیاق صاحب۔ ان کا کیا حال ہے، وہ بھی محبت کے بیتاب ہو رہے ہیں یا نہیں؟"

نکہت نے کہا۔

"یہ اُن سے پوچھو!"

"نہیں میں تو تم سے پوچھوں گی اور پوچھ کر رہوں گی! —— بتاؤ دیکھو

سچ سچ بتانا! ورنہ.........!"

"ورنہ کیا؟"

"خفا ہو جاؤں گی تم سے!"

وہ جھنجھلا کر بولی،

"کرتے ہیں بھئی —— بس اب ختم کر دیہ قصہ ورنہ پھر اب

ہے خفا ہونے کی!"

بڑی لجاجت سے تنویر نے کہا۔

"اچھا ایک بات اور —— وعدہ کرتی ہوں پھر نہیں پوچھوں

وہ ایک شان سے بولی۔

"اجازت ہے —— عرض کرو!"

تنویر نے کہا،

"تمہاری اور اشتیاق کی باتیں تو خوب ہوتی ہوں گی گھُل مل کے

"ہاں ہوتی ہیں!"

"وہ کہتے ہوں گے نکہت میں تیرے عشق میں دیوانہ ہو رہا ہوں

ہے کپڑے پھاڑ کر جنگل میں نکل جاؤں، تیرے حسن کی جھلک تاروں

میں ہے، نہیں نہیں میں نے غلط کہا، چاند کی روشنی تیرے رُخِ انور

تاروں کا نور تیرے جلوے کے آگے ماند ہے، تو میرے پاس ہوتی

معلوم ہوتا ہے میں جنت میں بیٹھا ہوں، تو مجھ سے دور ہوتی ہے تو

کر جہنم میں زندگی بسر ہو رہی ہے، —— نکہت میری نکہت تو کہاں ہے

ے! کہاں ہے۔ اب جگر کٹ رہا ہے، کلیجہ پھنکا جا رہا ہے
ے ارے میرا دل، میرا دل —— میرا دل ہاتھوں سے نکلا جا رہا ہے۔

دل می رَوَد زِ دستم صاحب دلاں خدارا!

نکہت نے تنویر کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور کہا،

"خاموش، خبردار جو آگے کچھ کہا تم نے!"

تنویر نے نکہت کا ہاتھ اپنے منہ سے ہٹا کر اس والہانہ انداز میں پھر کہنا شروع کیا،

"وہ تم کہتی ہو گی جواب میں اشتیاق میرے اشتیاق یہ دن تمہارے فراق میں کاٹے نہیں کٹتے، یہ راتیں تمہارے ہجر میں غضب بلا بن گئی ہیں، اشتیاق میرے اشتیاق خدارا مجھ پر رحم کرو، مجھے اپنے ساتھ لے چلو، بھگا لے چلو مجھے میں تمہارے ساتھ بھاگ چلوں گی، یہ گھر، یہ عزیز، یہاں کے لوگ، سب لوگ مجھے کاٹنے کو دوڑتے ہیں میں ان سب سے نالاں ہوں، مجھے صرف تمہاری ضرورت ہے نہیں تو دنیا کی ہر نعمت میرے لئے لعنت ہے لعنت، اشتیاق، او اشتیاق ے اشتیاق!

نکہت ہنستے ہنستے بے حال ہو گئی۔ لوٹ لوٹ گئی، اس نے کہا،

"تنویر یہ باتیں تم نے کہاں سے سیکھیں، تم تو بڑی اچھی اداکارہ ہو، اداکاری میں تو تمہارا مقابلہ سارے ہند و پاکستان میں کوئی نہیں کر سکتا ——!"

تنویر نے بڑے بے تکلف سے کہا۔

"شکریہ اس عزت افزائی کا میری قیادت میں حضور کو حقیقت کا

جلوہ نظر آیا۔ اس لئے اظہار پسندیدگی فرمایا گیا۔!"

اتنے میں دردانہ آگئی،

کہو بھئی آج کیا پروگرام رہے گا ——————!"

باب ۱۵

باتوں باتوں میں

نکہت اور اشتیاق کے دل ایک دوسرے کے لئے زور زور سے دھڑک رہے تھے۔ محبت کا وہ جذبہ جو بچپن میں پیدا ہُوا تھا، اب پھر بڑے زور شور سے ابھر رہا تھا، ندی کے پانی کو اگر بند باندھ کر روک دیا جائے تو وہ رک جاتا ہے۔ لیکن جب بند ہٹا لیا جائے تو پہلے سے کہیں جوش وخروش اور زور کے ساتھ بہنا شروع کر دیتا ہے۔ وہ خس وخاشاک جو پانی کی عام روانی کے ساتھ اپنے بوجھ کے باعث نہیں بہتا، رُکے ہوئے پانی کے ریلے کی تاب نہیں لا سکتا، وہ بہ جاتا ہے، اسے بہنا پڑتا ہے!"

اشتیاق اور نکہت کی پیہم جدائی ندی کا وہی بند تھا جو اس کی روانی کو روک لیتا ہے، اور یہ عارضی غلط فہمی وہ خش وخاشاک تھا جو رک گیا تھا، لیکن

اشتیاق کی اس رنگ کی باتوں نے جنہیں نکہت نے پس دیوار کھڑے سن لیا تھا۔ اسے بہا دیا تھا، اب دونوں کے دل آئینہ کی طرح صاف تھے۔ دونوں کے سینہ میں محبت انگڑائیاں لے رہی تھی، دونوں ایک دوسرے میں جذب ہو جانا چاہتے تھے بلکہ جذب ہو گئے تھے۔

لیکن ایک مشکل اب بھی بہت بڑی حائل تھی، وہ جس کی شاعر نے شاید انہی دونوں کی ترجمانی کی تھی ؎

میں نامراد دل کی تسلی کو کیا کروں
مانا کہ تیرے رُخ سے نظر کامیاب ہے

تسکین قلب کی پہلی شرط ہے، ایک دوسرے کی رازداری پر اعتماد، ایک دوسرے کی محبت کا اعتراف، یہاں دید وصل ممکن تھا، ملاقاتیں ہوتی تھیں، باتیں ہوتی تھیں، دونوں ایک دوسرے کے رازدار، محبت کرتے تھے ایک دوسرے پر بہت زیادہ بھروسہ بھی کرتے تھے، یہ دونوں آمنے سامنے بیٹھ کر ایک دوسرے کی محبت کا اعتراف نہیں!

یہ ناممکن تھا!

نہ اشتیاق میں اتنی ہمت تھی کہ وہ نکہت سے بے محابا اظہار کر سکے، نہ نکہت میں اتنا حوصلہ تھا کہ وہ اشتیاق سے کہہ سکے

میں تم سے محبت کرتی ہوں۔
تمہاری محبت قبول کرتی ہوں۔

یک کشمکش تھی جو دل ہی دل میں دونوں کو پریشان کئے ہوئے تھی ، نہ
وش رہتے بنا تھا ، نہ زبان کھولنا ممکن تھا ، جوں جوں نکہت کی جدائی
دن قریب آ رہے تھے ویسے ویسے یہ ہلچل بڑھ رہی تھی ، یہ ہلچل طوفان
صورت اختیار کر رہی تھی ،

ایک روز دردانہ نے اشتیاق کو خاموش اور افسردہ دیکھ کر بڑی دل
کے لہجہ میں کہا ،

"بھیا آپ کئی دن سے چپ چپ کیوں رہتے ہیں ؟"
وہ واقعی کچھ سوچ رہا تھا ، دردانہ کی آواز سن کر چونک پڑا ۔
"کیا کہا تم نے ؟"
"میں پوچھ رہی ہوں ، آخر آپ کئی دن سے افسردہ اور مضمحل کیوں
دکھائی دیتے ہیں ؟"
ایک افسردہ تبسم اشتیاق کے ہونٹوں پر کھیلنے لگا ۔
"نہیں کچھ نہیں !"
وہ ضد کرتی ہوئی بولی ۔
"کوئی بات ضرور ہے بھیا میں چاہے کچھ ہی ہو پوچھ کر رہوں گی ؟"
"سچ کوئی بات نہیں !"
"یہ تو میں نہیں مان سکتی بھیا ــــــــ بتا دیجئے نا ؟"
وہ باہر جانے کے لئے اُٹھ کھڑا ہوا شفقت سے اس نے دردانہ
کے سر پر ہاتھ رکھا اور کہا ۔

"کہیں نہیں ذرا یونہی جا رہا ہوں ـــــــــــــــ آیئے، بیٹھیے

...یں کریں!"

...ندھا کیا چاہے دو آنکھیں، وہ فوراً راضی ہو گیا، کمرہ میں داخل ہونے

...ے جو نکہت نے کہا۔

"کوئی ضروری کام تو نہیں تھا کہ میں نے خواہ مخواہ کھنڈت ڈال دی ہو،"

ضروری کام بھی اگر ہوتا تو نکہت کے پاس بیٹھنے کے مقابلہ میں کیا ضروری

...کتا تھا، اس نے کہا،

"بالکل یونہی جا رہا تھا!"

...پھر بے ساختہ اس کے منہ سے نکل گیا۔

"کوئی کام بھی اتنا ضروری تو نہیں ہو سکتا کہ میں تمہیں چھوڑ کر چلا جاؤں"!

بڑے سادہ سے جملے تھے، لیکن نکہت شرما گئی اور اتنی شرمائی کہ دو

...ک منٹ تک خاموش بیٹھی رہی، سلسلۂ سخن شروع کرتے ہوئے ہچکچاتی رہی

...خر و اشتیاق نے یہ مشکل حل کی اور گفتگو کا سلسلہ شروع کر دیا، اس نے

...ک ناز کے عالم میں کہا۔

"اب تو تمہارے جانے کے دن بہت قریب آتے جا رہے ہیں؟"

وہ کچھ سوچتی ہوئی بولی،

"جی ہاں ـــــــــــ بس آج سے پانچویں دن روانگی ہے!"

اور یہ کہتے کہتے اس کی بڑی بڑی خوبصورت آنکھوں میں آنسو بھر آئے،

...شتیاق نے کہا۔

"بعض بہنیں بھائیوں سے ضرورت سے کہیں زیادہ محبت کر
ہیں تم بھی انہی بیوقوفوں میں ہو!"

وہ کمرہ سے باہر نکل گیا اور دردانہ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے!

سامنے نکہت کا کمرہ تھا، وہ ایک عجیب دلفریب ادا کے
رنگ کی ایک خوب صورت سی ساڑی باندھے اپنے کمرہ کے
کھڑی تھی اور کسی گہرے سوچ میں غرق تھی، اشتیاق کی اور اس کی
چار ہوئیں، وہ اپنی پریشانی قلب کو چھپا نہ سکی لیکن اشتیاق کو دیکھ کر
دی، اس پریشان تبسم میں بھی ایک ادا تھی جس پر ہزار دل جانیں قر
جا سکتی ہیں، اشتیاق نے بھی تبسم کا جواب تبسم سے دیا۔

نکہت نے کہا،

"کہاں جا رہے ہیں یوں ناوقت آپ؟"

"وہ جا تو کہیں بھی نہیں رہا تھا صرف اپنی ضدی بہن دردانہ
چھڑانا چاہتا تھا، اُسے ڈر تھا کہیں اس کی آنکھوں میں بھی آنسو آ
کہیں اس کا رازِ دل آنکھوں کے آبشار سے عیاں نہ ہو جائے"

بس اے ہمدم مری آنکھوں میں آنسو آئے جاتے ہیں

اس نے سوچا تھا وقت گذاری کے طور پر گھنٹہ دو گھنٹہ ادھر ا
پھر کر واپس آجاؤں گا، اس نے کہا،

"کہیں نہیں ذرا یونہی جا رہا ہوں!"

نکہت کا تبسم اور زیادہ وسیع ہو گیا، وہ بولی،

"ارے نکہت تم تو ـــــــــــــ"

نکہت نے جلدی سے آنسو پونچھ لئے اور مسکرانے لگی۔

اشتیاق نے کہا۔

"اس سے کام نہیں چلے گا، تمہیں بتانا پڑے گا، تمہاری آنکھ
آنسو کیوں آئے؟"

وہ بولی،

"آپ بھی کمال کرتے ہیں ـــــــ کیوں نہ آتے؟"

"وہی تو پوچھ رہا ہوں!"

"اتنے دنوں بعد اچانک آپ لوگوں سے ملاقات ہوئی کتنی خوشی
ہے، مجھے بس صرف میرا طی ہی جانتا ہے۔ ابھی جی بھر کے ملنے بھی نہ
تھے کہ ایک طویل مدت کے لئے پھر جدائی کا پردہ حائل ہونے لگا،
نہ جانے کب واپسی ہو، اور واپسی کے بعد آپ کہاں ہوں، ہم کہاں ہوں
تک دردانہ کی شادی بھی ہو چکی ہوگی وہ نہ جانے کہاں ہو۔ سچ کہتی ہو
سے اگر یہ معلوم ہوتا کہ ـــــــــــ"

پھر وہ چپ ہوگئی،

اشتیاق نے کہا،

"کیا کہہ رہی تھیں تم؟"

وہ خلا کی طرف گھورتی ہوئی اور کچھ سوچتی ہوئی بولی،

"اگر یہ معلوم ہوتا کہ آپ لوگ آرہے ہیں تو میں امریکہ کے سفر کا ا

کرتی لیکن بڑی مشکلوں سے میں نے ابّا جان کو راضی کیا۔ انہوں نے بڑی مشکل سے امی جان کو ہموار کیا۔ وہ تو کانوں پر امریکہ کا نام سنتے ہی ہاتھ رکھ کر رونے لگی تھیں، اب اگر ارادہ ملتوی کرتی ہوں تو ابا جان کیا کہیں گے ؟"

اشتیاق کے دل پر "آپ لوگ" کے لفظ سے چوٹ لگتی تھی، وہ چاہتا تھا کہ نکہت یہ نہ کہے "آپ لوگوں کے آنے سے خوشی ہوئی !" یہ کہئے کہ آپ کے آنے سے خوشی ہوئی۔ آپ لوگ کہہ کر وہ میرے ساتھ دردانہ کو بھی شریک کر لیتی ہے، کیوں کرتی ہے ایسا؟ پھر اس نے دل ہی دل میں نکہت کی افتادِ مزاج پر غور کیا، اس کے شرم و حیا کے انداز سے سوچا، اس کی خودداری اور وفا کا منظر سامنے آیا، اس کی آن اور شان کا جلوہ اس کی آنکھوں کے سامنے پھر گیا، اس کی مجبوریوں پر اس نے نگاہ کی اور اس کا دل صاف ہو گیا۔ اس نے اپنے دل کو تسلی دی اور اسے یقین دلایا کہ جب نکہت "آپ لوگ" کہتی ہے تو گو بظاہر اس میں دردانہ بھی میرے ساتھ شریک ہوتی ہے، لیکن حقیقتاً اس کی مراد صرف میری ہی ذات سے ہوتی ہے، یہ سوچ کر وہ بہت خوش ہوا، اسے یقین ہو گیا میری آہ و نیم شبی بے اثر نہیں رہی، نکہت کے دل میں میری جگہ ہے، وہ ضرور مجھ سے محبت کرتی ہے، مجھے چاہتی ہے، میرا خیال کرتی ہے ——

میں کتنا خوش قسمت ہوں، نکہت کے نازک اور شریف دل میں میری کتنی جگہ ہے۔

یہ سب خیالات ایک سکنڈ کے اندر آئے اور گزر گئے، اس نے بڑی محبت کے ساتھ نکہت کو مخاطب کیا۔

"تمہاری محبت اور خلوص سے یہی توقع تھی۔ ——— لیکن نکہت
اپنا دل تھوڑا کیوں کرتی ہو؟ تم ایک بڑے مقصد کے لئے جا رہی ہو، اگر تم
میں کامیاب ہو گئیں تو تمہاری زندگی بن جائے گی، دونوں کا کیا ہے یہ انشاء
اس طرح گزر جائیں گے کہ پتہ بھی نہ چلے گا، دو برس کی مدت ہے تو بہت
میں جب سوچتا ہوں تو میرا دل خود ہولنے لگتا ہے، لیکن پھر یہ سوچ کر اسے
مطمئن کر لیتا ہوں، انشاءاللہ اس مدت کے گزرنے کے بعد جدائی ہمیشہ ہمیشہ
کے لئے ختم ہو جائے گی؟

بڑی معصومیت کے ساتھ نکہت نے پوچھا۔

"ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کیسے ختم ہو جائے گی۔؟"

ہمیشہ ہمیشہ ختم ہو جانے سے اشتیاق کا کیا مطلب تھا۔ اسے صاف
میں بیان کرنے کی ہمت نہ پڑی۔

"میرا مطلب یہ ہے کہ میں تو اب یہاں مستقل قیام کا ارادہ رکھتا ہوں
ایل بی کر چکا ہوں، یہیں وکالت شروع کر دوں گا ——— چچا جان
کی بھی یہی رائے ہے۔ کل رات انہوں نے کہنا چاہیئے، مجھے حکم دیا کہ
یہیں وکالت شروع کر دوں اور مجھے اس حکم کے سامنے گردن جھکا دی
نکہت خوشی سے اچھل پڑی۔"

"سچ کہتے ہیں آپ؟"

وہ بولا،

نکہت میں جھوٹ کبھی نہیں بولتا۔ اور تم سے تو کسی قیمت پر نہیں بول

وہ خوشی خوشی بولی،

"یہ بڑی اچھی خبر سُنائی آپ نے، میں اپنی لائبریری کی کنجی آپ کو دیتی جاؤں گی، کسی کو بھی چاہے وہ دروانہ ہی کیوں نہ ہو، اپنے سوا ہاتھ نہ لگانے دیجئے گا!"

پھر ایک انداز خاص کے ساتھ اس نے اشتیاق کو دیکھا اور کہا۔

"وعدہ کیجئے!"

اشتیاق نے سرخوشی اور نشاط کے نشہ میں جھومتے ہوئے کہا۔

"تم بالکل مطمئن رہو، دروانہ کی بچی کو تو پاس بھی نہیں پھٹکنے دوں گا یقین کرو"

نکہت نے کہا،

"میرے اس کمرہ میں آپ اٹھا بیٹھا کیجئے گا؟"

اشتیاق کا نشہ اور تیز ہوگیا۔

"ایسا ہی ہوگا نکہت ————— یہ کمرہ مجھے تمہاری یاد دلائے گا، یہاں بیٹھ کر میں بڑا سکون محسوس کیا کروں گا!"

نکہت کی خوشی بڑھتی جارہی تھی، اس نے کہا،

"میں اپنے کمرہ میں کسی کو بھی نہیں گھسنے دیتی، ابا جان تک نہیں قدم رکھتے!"

وہ بولا،

"میں جانتا ہوں ————— اور تمہاری اس عزت افزائی کا دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں!"

نکہت مسکرا کر خاموش ہوگئی،

اشتیاق نے کہا۔

"خط تو لکھتی رہا کروگی؟"

وہ بولی،

"کیوں نہیں لکھوں گی؟ ضرور لکھوں گی ——— یہ آپ نے

کیوں پوچھا!"

اشتیاق ذرا سٹ پٹا گیا،

"میرا مطلب یہ ہے ذرا جلدی لکھتے رہنا۔!"

کہنے لگی،

"آپ کہیں تو ہر روز لکھوں، لیکن آپ گھبرا جائیں گے!"

ایسا کبھی نہیں ہوسکتا!"

وہ مسکرائی،

"بڑے لمبے لمبے خط لکھوں گی، آپ پڑھتے پڑھتے تھک جائیں گے

"نہیں ——— یہ نہیں ہوسکتا۔!"

"اچھی بات دیکھیں گے!"

"دیکھ لینا!"

کچھ دیر دونوں چپ رہے پھر اشتیاق نے کہا۔

"نکہت ایک بات اور میرے دل میں آرہی ہے اگر تمہیں اختلاف

"اختلاف کیوں ہوگا، کہیئے؟"

"تمہارے امریکہ جانے سے میں بہت خوش ہوں، میری دلی تمنا ہے تم ہر اعتبار سے ترقی کرو۔ تم ایک نئے دیس میں جا رہی ہو، وہاں کی زبان، تہذیب، تمدن، معاشرت ہر چیز نئی ہے۔ تمہارے لئے، کچھ دنوں کے بعد بلاشبہ تم ان تمام چیزوں سے مانوس ہو جاؤ گی، تمہارا دل بھی گھبرائے گا، بلکہ بعض وقت وحشت بھی ہو گی؟"

وہ بولی،

"ہاں یہ تو میں بھی کئی مرتبہ سوچ چکی ہوں لیکن مجبوری ہے کیا کیا جائے، اس مشکل کا حل ہی کیا ہے؟"

وہ کہنے لگا،

"مگر تم پسند کرو، تمہیں اختلاف نہ ہو؟"

"تو بتایئے نا؟"

"میں تمہارے ساتھ چلوں، تمہیں پہنچا کر چلا آؤں ———— اس طرح جہاز میں تمہاری طبیعت گھبرائے گی، نہ امریکہ میں، وہاں جب تمہارا دل لگ جائے گا، مہینہ دو مہینہ بعد واپس آ جاؤں گا، ذرا سوچو تو مہینہ بھر کے قریب تو صرف جہاز میں لگ جائے گا۔ جو تمام دلچسپیوں کے باوجود بہر حال اجنبی ماحول ہو گا۔"

نکہت اپنی خوشی ضبط نہ کر سکی، بیتابی کے ساتھ بولی،

"کیا ایسا ہو سکتا ہے؟"

"ضرور ہو سکتا ہے اگر تم چاہو!"

"اگر میں چاہوں ———— دنیا میں میرے لئے اس سے بڑھکر

خوشی کی بات کوئی اور ہو سکتی ہے، میں زندگی بھر آپ کے اس احسان کو مو
گی، خدا کے لئے ضرور چلئے، بڑے لطف سے راستہ کٹے گا۔ وہاں بھی دلچ
گی، پھر جب میرا جی لگ جائے آپ چلے آیئے گا!"

"تم مطمئن رہو، مجھے صرف تمہاری رائے لینی تھی، پھوپھا جان کو میں
کروں گا!"

تھوڑی دیر کے بعد جب اشتیاق اپنے کمرہ میں پہنچا تو دروازہ پر رکو
دنگ رہ گئی کہ اشتیاق صاحب کا چہرۂ مبارک "نور علیٰ نور" بنا ہوا تھا، دن
پریشانی، نہ افسردگی، نہ اضمحلال، نور کی شعاعیں نکل رہی تھیں، معلوم ہوتا تھا
کونین مل گئی حضرت کو، اس کے منہ سے بے اختیار نکلا:

"بھیا!"

وہ مسکرا دیا!

باب ۱۶
کام بن گیا

زبیدہ بیگم چُپ چاپ اپنے کمرے میں ایک چارپائی پر لیٹی ہوئی "بہشتی زیور" کی ورق گردانی کر رہی تھیں۔ اتنے میں دبے پاؤں دردانہ آئی اور انہوں نے کتاب سے منہ اٹھا کر اس کی طرف دیکھا اور کہا،

"دردانہ ——— آؤ بیٹی آؤ"

وہ آ کر چُپ چاپ بیٹھ گئی، زبیدہ بیگم نے کہا،

"بیٹی بہت چُپ چاپ دکھاتی ہو، کوئی خاص بات ہے؟"

وہ بولی،

"جی نہیں تو!"

زبیدہ بیگم نے مسکرا کر کہا۔

"کہیں کچھ نکہت سے کھٹ پٹ تو نہیں ہو گئی؟"
کہنے لگی،
"نہیں پھپھی جان، کہیں ایسا ہو سکتا ہے۔ اوّل تو میں اسے یوں
بہت چاہتی ہوں اور پھر اب تو وہ دور دراز سفر پر جا رہی ہے، نہ جانے
ملنا ہو، مجھے تو اس خیال سے اکثر راتوں کو نیند نہیں آتی پھپھی جان!"
یہ کہتے کہتے دردانہ کی آنکھیں بھر آئیں، زبیدہ بیگم اُٹھ بیٹھیں، انہوں
اپنے پلّو سے اس کے آنسو پونچھے اور آنسو پونچھتے پونچھتے خود بھی رُوہانسی
کہنے لگیں۔
"ہاں بیٹی، یہی غم مجھے بھی ہلکان کئے دے رہا ہے، نہ جانے اس کے
زندہ بھی رہوں گی یا نہیں۔ کتنے ناز و نعمت سے میں نے اسے پالا
سر میں بھی کبھی درد ہوتا تھا تو میرا دل دھکنے لگتا تھا، کبھی میں نے اسے
تو میری حالت غیر ہو جاتی تھی، اس کی آنکھ میں آنسو کی جھلک بھی نظر آ
دل بیقرار ہوا، اب وہ مجھے چھوڑ کر کالے کوسوں جا رہی ہے، نہ جانے
کیسے لوگوں سے سابقہ پڑے گا، کس طرح کا رہن سہن ہو گا، مذاق اُ
بہت ہوں گے اور ہمدرد اور غمخوار کوئی نہیں ہو گا، کہیں خدا نخواستہ اگر
میں اس کی طبیعت خراب ہوئی تو دوا کون دے گا۔ پرہیز کون کرا
دل دہی کی باتیں کون کرے گا؟ پردیس میں بھی بھلا کوئی اپنا ہوا
یہ باتیں سوچ سوچ کر کلیجہ منہ کو آنے لگتا ہے!"
اور اب واقعی زبیدہ بیگم پھوٹ پڑیں اور باقاعدہ رونے لگیں

اس مرتبہ دردانہ نے اُن کے آنسو اپنے دوپٹہ سے پونچھے اور بڑی ہمدردی
ے بولیں کہ "پھپھی جان گھبرانے کی کوئی بات نہیں چٹکی بجاتے میں انشاءاللہ
برس گزر جائیں گے اور وہ اعلیٰ تعلیم کے زیور سے آراستہ ہو کر آپ کی گود
آئے گی، یہ بھی نہ سوچئے کہ وہاں کے لوگ ہمدردی نہیں کریں گے، جس
میں وہ جا رہی ہے وہ بڑا ترقی یافتہ ملک ہے، وہاں کے لوگ بڑے ہمدرد
تے ہیں بہت جلد اس کی اجنبیت دور ہو جائے گی اور وہ وہاں گھل مل جائے
——ہاں ایک بات ضرور ہے!"

زبیدہ بیگم نے پوچھا، وہ کیا بیٹی؟

بولے تو نکہت بڑی پڑھی لکھی سمجھدار سب کچھ ہے لیکن بہرحال عورت
ت ہے، دل کی بھی ہمیشہ سے نازک ہے، یک بیک وہ ایک نئے ماحول
پہنچے گی تو ضرور گھبرائے گی، پھپھا جان اسے ہوائی جہاز سے بھی نہیں
ہے ہیں"

زبیدہ بیگم بات کاٹ کر بولیں، "ہائے نوج، میں تو اپنا اور ان کا خون
ایک کر دوں، اگر ہوائی جہاز سے بھیجنے کا نام بھی لیں،

دردانہ بولی، یہی تو میں عرض کر رہی ہوں، مہینہ بھر تو جہاز ہی میں صرف
ہو جائے گا، پھر وہ ایک نئے ماحول میں پہنچے گی، وہاں دل لگتے لگتے اور
سا ہوتے ہوتے کچھ مدت تو بہرحال لگے گی، سوچتی ہوں اس عرصہ میں
ہوگا، نکہت شرمیلی بھی بہت ہے، چاہے جو بھی اس کی حالت ہو جائے
ہے جو اس کے منہ سے ایک لفظ بھی مدد کا نکلے، جب تک اس

کی دوستی نہ ہو جائے ———— بس یہ ضرور فکر کی بات ہے!"

وہ بیچاری پریشان ہوتی ہوئی بولیں، "کیا کروں میرے اللہ
مصیبت میں مجھے پھنسا دیا ہے، نکہت کے باپ نے، سوچتی ہوں
چلی جاؤں اس کے ساتھ تو کہتے ہیں کہ میری خبر کون لے گا؟ ——
بھی سچ ہے بیٹی، جیسے جیسے بوڑھے ہوتے جا رہے ہیں بچے بنتے
رہے ہیں، کھانا کھلاؤ تو کھائیں گے، پانی پلاؤ تو پئیں گے۔ اپنی ہر چیز
بے فکر اور بے پروا، میں مہینہ بھر کے لئے بھی یہاں سے ہٹی تو نہ جانے
کی صحت کا کیا حال ہو جائے!"

دردانہ نے کہا "آپ کو چاہتے تو بہت ہیں ہمارے پھپھا جان!"
زبیدہ بیگم مسکرا دیں "اے چل ہٹ!" پھر کہنے لگیں، بیٹا تجھے
پھپھا بہت چاہتے اور مانتے ہیں!"

وہ فخر سے بولی،
ہاں پھپھی جان، مجھے بہت چاہتے ہیں میرے پھپھا جان!"
"تو ایک کام کر؟"
"فرمائیے؟"
"مچل جا ان کے سامنے!"
"کیوں پھپھی جان؟"
"یا تو نکہت کو بھی نہ بھیجیں یا پھر تجھے بھی اس کے ساتھ بھیج دیں"
"وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی، "پھپھی جان یہ کام تو آپ کے کے

رکی ہوتی، لیکن مشکل ہے۔"

جی کر اور اپنی سکیم میں ناکام ہو کر خفا ہوتے ہوئے بولیں۔" مشکل کیا ہے

"؟"

دردانہ نے کہا "نہیں پھپھی جان واقعی بہت مشکل ہے، بات یہ ہے
ہت کے پاس جو ڈگری ہے، اس کا کہیں مجھ پر دور سے بھی سایہ نہیں
ہے"

"تو کیا ہوا وہاں جاکر لے لینا، موئی ڈگری کو!"

"پھپھی جان آپ بھی کیسی باتیں کرتی ہیں، کوئی بازار میں بکتی ہے ڈگری
ے وہاں ——— اور بغیر اس ڈگری کے میرا وہاں داخلہ کسی بھی کالج
رسٹی میں نہیں ہو سکتا۔ اور پھر ایک بات اور بھی سوچیے!"

"وہ کیا بات ہے؟"

"جو شکل نکہت کو پیش آئے گی، مجھے بھی پیش آئے گی، وہ بھی عورت
بھی عورت، وہ بھی خوددار ہیں بھی خوددار، وہ بھی ناواقف میں بھی ناواقف
شرمیلی اور میں ———" آگے کچھ دردانہ کہنے نہ پائی تھی ــ کہ
بیگم مسکراتی ہوئی بولیں "تو بھی شرمیلی ——— کیوں ری چھوکری
بیوقوف بناتی ہے، اُرے تو تو ایسی شیطان ہے کہ بڑے بڑے چالاک
ں کو کنوئیں جھنکا دے، ——— لیکن ہاں یہ ٹھیک ہے کہ تو بھی
اور وہ بھی عورت، بات ایک سی رہے گی، یعنی نکہت کو تیرے جانے
کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا!"

یہی تو میں بھی کہہ رہی ہوں!"

"لیکن پھر اور کسے ساتھ بھیجوں اپنی بیٹی کے ـــــ اشتیاق
بھیج دیتی، لیکن اب وہ وکالت شروع کر رہا ہے۔ غالباً کل پرسوں سے
کچہری جانا بھی شروع کر دے گا!"

دردانہ چڑ کر بولی، "اے ہے بڑے وکیل صاحب ـــــ
جائیں گے کسی امتحان میں اگر چلے گئے کچھ دنوں کے لئے ـــــ
آج نہ شروع کی چھ مہینے بعد سہی، اب کون سے توڑے ملنے جا رہے ہیں
نہیں ملیں گے اور پھر ہمیشہ کے لئے۔ اگر دو چار مہینے کا نقصان بھی ہوا تو
غضب ہو جائے گا۔ میں تو اشتیاق بھیا کو اتنا خود غرض نہیں سمجھتی کہ وہ
کر دیں؟

وہ بولیں، "کیا تو سمجھتی ہے اشتیاق راضی ہو جائے گا؟"

دردانہ بولی "پھپھی جان آپ کیسی باتیں کرتی ہیں، اس میں کہنے
سوال ہے؟ بھیا کی مجال ہے کہ آپ ایک بات کہیں اور وہ انکار کریں
میں تو ایسا نہیں سمجھتی اپنے بھیا کو؟"

زبیدہ بیگم بولیں، "دیکھ تو اشتیاق کہیں باہر جا رہا ہے روک لے
ذرا اس کا عندیہ بھی لے لوں!"

دردانہ نے وہیں بیٹھے بیٹھے زور سے پکارا: "بھیا، ارے ذرا سنئے
اشتیاق نے منہ پھیر کر اس کی طرف دیکھا،

وہ بولی، "یہاں آئیے!"

وہ بولا، "میں بڑے ضروری کام سے جا رہا ہوں!"

دردانہ نے کہا، "میں نہیں، پھپھی جان بُلا رہی ہیں، بات سُن جائیے رکے ذرا!"

اشتیاق لوٹ آیا، کہنے لگا، "سچ کہیئے گا پھپھی جان آپ نے بلایا ہے، یا اس دردانہ نے ——— یہ ہر وقت مجھے ستایا کرتی ہے، میں تو اس سے بہت عاجز ہو گیا ہوں!"

وہ شفقت و محبت کے لہجہ میں بولیں، "نہیں بیٹا، میں نے بلایا ہے!"

وہ بیٹھ گیا، "آپ نے بلایا ہے تو حاضر ہوں، فرمایئے!"

کہنے لگیں، "نکہت تیری، بہن ہے کہ نہیں؟"

وہ بولا۔ "یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے ——— کیوں نہیں ہے؟ اس دردانہ سے زیادہ ہے!"

زبیدہ بیگم مسکرادیں، "وہ میں جانتی ہوں میرے بیٹے!"

اشتیاق نے شکایت کی، "پھر آپ نے یہ سوال کر کے میرے دل کو کیوں ٹھیس پہنچائی، اس دردانہ نے ضرور لگائی بجھائی کی ہوگی۔ یہ اس کی فطرت ہے اور میں جانتا ہوں، دنیا اِدھر سے اُدھر ہو جائے، مگر اس کی فطرت نہیں بدل سکتی کسی طرح بھی!"

وہ بڑی محبت سے بولیں، "نہیں بیٹے یہ نہ کہو، دردانہ تم سے بہت محبت کرتی ہے؟"

اشتیاق نے کہا، "ہونہہ ——— محبت اور دردانہ، اس کا بس نہیں

چلتا پھپھی جان، ورنہ یہ تو مجھے زہر دیدے!"

بالکل خلاف عادت زبیدہ بیگم کھلکھلا کر ہنس پڑیں، "کچھ دیـ
ہے لڑکے ـــــــ دردانہ تجھے زہر دے دے گی؟"

دردانہ نے مظلومیت کی تصویر بن کر کہا، "دیکھ لیجئے پھپھی جان یہ
ہے ہمارے بھتیا کی!" یہ کہہ کر وہ مسکرا دی، اشتیاق بھی زیر لب مسکرا ر
زبیدہ بیگم نے کہا۔ "بیٹے بلایا میں نے تمہیں کس لئے تھا، باتیں کیا
لگیں ـــــــ!"

"فرمایئے، فرمایئے!"

زبیدہ بیگم بولیں، "بیٹے سوال یہ ہے کہ نکہت تو ما شاء اللہ وہاں
ہے امریکہ!"

"جی ہاں معلوم ہے مجھے!"

اور بھتیا میرے سینہ میں ہے ماں کا دل، اتنے کالے کوسوں
تن تنہا بھیجنے کا مجھے تو حیاؤ پڑتا نہیں، ویسے وہ بھی خوش ہے، ا
ابا جان بھی مگن ہیں، مگر میری تو جان پر بیتی جا رہی ہے اس قد
"یہ تو ٹھیک ہے پھپھی جان، لیکن علم بڑی قیمت رکھتا ہے
کو اس کی علمی ترقی کے راستہ میں نہ حائل ہونے دیجئے اسے جانے
تو بھیا میں روکتی کب ہوں شوق سے جائے، لیکن اسے اکیلا کیـ
سے بھیج دوں!"

"پھر ـــــــ؟" سوچنے کی بات ہے کہ ایک ملک

کا دل لگتے لگتے لگے گا، وہاں کے لوگوں سے مانوس ہوتے ہوتے ہوگی!"

"ہاں یہ بات تو ہے پھپھی جان!" کوئی ایسا ساتھی ہونا چاہیئے، جس سے وہ اپنے دل کی بات کہہ سکے۔ جو بیماری آزاری میں اس کے کام آسکے، جو کالج یا یونیورسٹی کے داخلہ میں اس کی مدد کر سکے، جو وہاں کی فضا، ماحول اور معاشرت سے اسے ہم آہنگ کر سکے!"

یہ تو بہت صحیح فرما رہی ہیں آپ لیکن سوال یہ ہے کہ آخر کیا کیا جائے؟

در دانہ بولی، بھتیا اب میں کچھ کہوں گی تو پھر تم مجھے صلواتیں سنانے لگے!

فرمائیے، کون سی نئی بات ذہن میں آئی آپ کے؟"

"تمہاری ان باتوں کا مطلب بھتیا میں خوب سمجھ رہی ہوں!"

"مجھے بھی سمجھا دو!"

"تم پھپھی جان سے کہلوانا چاہتے ہیں کہ وہ تم سے استدعا کریں، نکہت کو تم کے ساتھ بھیج دو جا کر امریکہ، وہ ہرگز نہیں کہیں گی —— دیکھئے پھپھی جان اگر آپ نے یہ بات کہی تو میں اپنا سر پھوڑ لوں گی ابھی —— کیوں نہیں کہتے میں جانے کو تیار ہوں، کیا تمہارا یہ فرض نہیں ہے؟ تم اس کے منتظر کیوں ہو کہ تم سے کہا جائے؟ تم خود کیوں نہیں پہل کرتے؟ تم خود کیوں نہیں اپنے تئیں پیش کرتے؟ —— یہ اپنائیت ہے یا مغائرت؟"

زبیدہ بیگم پھر ہنسنے لگیں، انہوں نے کہا،

"واللہ یہ چھوکری، حرفوں کی بنی ہوئی ہے تو سچ تو کہتا ہے بیچارہ

اشتیاق بہت ستاتی ہے تو اسے، بے بات کی بات پر عزیب ک
لے ڈالے!"

پھر وہ اشتیاق سے مخاطب ہو کر بولیں، بیٹے اگر تم چلے جاؤ
ساتھ تو بڑا اچھا ہو!"

وہ بولا "پھپھی جان اس میں اگر مگر کا کیا سوال؟ آپ حکم دیجئے
کروں گا!"

دردانہ بولی "پھر وہی ——— وہ حکم دیں تم عرض نہیں
زبیدہ بیگم نے کہا، دردانہ تو چپ رہ، میں جانوں اور اشتیاق جا
اشتیاق کیوں چپ رہتا،

دردانہ اگر اب تیرے منہ سے ایک لفظ بھی نکلا تو اچھا نہیں
وہ اٹھ کھڑی ہوئی، "میرا بولنا اگر اتنا ناگوار گزر رہا ہے تو میں
یہ کہکر وہ چل گئی، زبیدہ بیگم نے اسے روک لیا،

"ارے سن تو"

وہ دروازے پر رک کر بولی "پھپھی جان جب یہ چلے جائیں
تب آؤں گی، جہاں یہ بیٹھیں گے وہاں ایک منٹ نہیں بیٹھ سکتی!
جاؤ جا"

اشتیاق نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا،

"جانے دیجئے پھپھی جان ——— ہاں اب فرمائیے؟"

بیٹا بس یہی کہنا تھا، اور کیا کہوں؟"

"تو میں بسر و چشم حاضر ہوں!"

"لیکن تم تو اب ماشاءاللہ وکالت شروع کر رہے ہو، حرج ہو گا؟"

"کون سا حرج ہو جائے گا پھپھی جان، زیادہ سے زیادہ تین مہینے کے اندر آ جاؤں گا ——— واقعی یہ آپ نے بڑی اچھی بات سوچی اس طرح نکہت کو بہت سہولت ہو جائے گی، نہ جہاز میں اس کا جی گھبرائے گا، نہ امریکہ میں وہ پریشان ہونے پائے گی۔ تمام مرحلے بڑی خوبی اور خوش اسلوبی کے ساتھ طے ہو جائیں گے!"

"ہاں اور کیا!"

"اتنے میں نکہت دراتی ہوئی کمرہ میں گھس آئی، اس نے چڑھی ہوئی تیوریوں کے ساتھ اشتیاق سے کہا، "آپ نے دردانہ کو کیوں خفا کر دیا بھیا؟"

اشتیاق مسکرا دیا، زبیدہ بیگم سے مخاطب ہو کر اس نے کہا، "سن رہی ہیں آپ پھپھی جان، دیکھ لی آپ نے اس دردانہ کی فتنہ انگیزی؟"

"زبیدہ بیگم مسکرائیں "وہی لڑ کر گئی ہے خواہ مخواہ اشتیاق سے ——— اس بیچارے نے تو کچھ بھی نہیں کہا،"

نکہت بھی مسکرانے لگی، پھر اس نے اپنی ماں سے پوچھا، "آخر بات کیا ہوئی تھی، وہ تو اس طرح منہ پھلائے بیٹھی ہے، جیسے بہت بڑی توہین ہو گئی اس کی، کسی نے ———"

"زبیدہ بیگم نے کہا "ارے کچھ نہیں بیٹی، تیرے امریکہ جانے کا ذکر تھا، اور وہ بار بار بیچ میں ٹوک رہی تھی اسے؟"

"امریکہ جانے کا ذکر؟"

"ہاں بیٹی —— میں اشتیاق سے کہہ رہی تھی، یہ بھی تمہارے چلا جائے، پھر پہنچا کر چلا آئے گا!"

وہ بولی، "تجویز تو بہت اچھی ہے اماں، لیکن ان کی وکالت ہوگا؟"

اشتیاق نے کہا،

"شکریہ —— آپ میری وکالت کی وکالت میں جانوں اور میری وکالت۔ ہاں اگر میرے ساتھ چلنے پر آپ کو ہو، تو بے شک فرما دیجئے!"

نکہت نے کہا، "میں سمجھ گئی، آپ نے اس طرح کی باتیں کی ہونگی جو وہ خفا ہوگئی!"

زبیدہ بیگم مسکرا دیں، اشتیاق زور زور سے ہنسنے لگا،

"اچھا بھئی اب میں کچھ نہیں کہوں گا!"

نکہت بولی۔ "چلئے میرے ساتھ —— آپ کو منا گا اُسے؟"

اشتیاق نے ہنستے ہوئے کہا، "نکہت —— قیامت تک نہیں برداشت نہیں کر سکتا کہ دردانہ کو مناؤں!"

بڑے عزم اور کسی حد تک تحکمانہ لہجہ میں بولی، "آپ کو منانا پڑے اشتیاق نے سپر ڈال دی۔ "تمہاری وجہ سے منائے لیتا ہوں

ورنہ وہ اس قابل تو نہیں ہے!"

"قابل ہو یا نہ ہو، لیکن آپ اسے منائیں گے!"

"تم نہیں مانتیں تو چلو ——————!"

زبیدہ بیگم، دونوں کو اس وقت تک ایک تبسم کے ساتھ دیکھتی رہیں جب تک وہ نگاہوں سے اوجھل نہ ہو گئے۔!

باب ۱۷

زندگی کا روپ

روانگی سے دو دن پہلے گھر میں بہت چہل پہل رہی، نکہت کی بہت
سہیلیاں اور رشتہ دار لڑکیاں اُسے رخصت کرنے آگئی تھیں مجلس
قصے کہانیاں، چہچہے، قہقہے، شعر و شاعری، تعریف، مذمت، قصیدہ خوا
نکتہ چینی، شکوے شکایات، وعدے، فیصلے، غرض ان سب چیزوں کا
سلسلہ تھا جو کسی طرح ختم ہونے میں نہیں آتا تھا۔

اس گروہ میں جہاں اور سب تھے وہاں سعیدہ اور توقیر بھی تھی
یہی دونوں جان محفل بنی ہوئی تھیں۔

نکہت اپنے کمرے میں چپ چاپ بیٹھی تھی، دروانہ کسی کام
تھوڑی دیر کے لئے آئی تھی لیکن اُسے بیٹھا دیکھ کر جم کر بیٹھ گئی، جوا

نام ہی بنیں لیا۔ اتنے میں سعیدہ اور توقیر بھی آگئیں نکہت نے دروازے سے
ہم دونوں کے یہاں سے روانہ ہونے کے بعد تمہارا کیا پروگرام
ے گا۔؟"

وہ بولی ۔"یاد کرنا اور آہیں بھرنا!"

سعیدہ نے کہا ۔"کس کو یاد کرو گی اور کس کی یاد میں آہیں بھرو گی ——
ذرا اس کا نام بھی بتا دو گی تو کون سی قیامت آجائے گی؟"

توقیر بولی ۔"چپ رہو سعیدہ اس طرح کی باتیں، میرا مطلب یہ ہے کہ راز
باتیں کھلے بندوں نہیں کرتے وہ بیچاری بھی شرمائے گی اور ویسے بھی
ب نہیں ہے!"

نکہت سے ضبط نہ ہو سکا۔ تم بھی کیسی باتیں کرتی ہو سعیدہ بھلا ایسا اندھیر
سکتا ہے کہیں؟ یہ —————— یہ دردانہ شرمائے گی۔ ارے یہ تو وہ ہے
کہ میدان میں بھی اس کی زبان بند نہیں ہوگی، وہاں ایسا پٹاپٹ بولے
کیا مجال ہے کسی دوسرے کو بولنے کا موقعہ دے، کمال کیا تم نے بھی ——
دوا اور شرم ——————!"

دردانہ کھڑی ہو گئی "میں سمجھ گئی، تم یہ چاہتی ہو کہ چلی جاؤں —— اچھا
جاتے ہیں، لے چلے جاتے ہیں اے یار چلے جاتے ہیں!"

سعیدہ نے دامن پکڑا۔ "ارے سنو تو!"

لیکن دردانہ کرو بابا —————— انہیں توقیر اور نکہت کو سنا دو جی بھر
کی قوالی، ہم نہیں سنتے!"

اشتیاق نے کہا۔ "جواب بالکل صاف ہے!"

سعیدہ:۔ "تو فرمائیے نا، کیا جواب ہے آپ کا؟"

اشتیاق:۔ "اس خبر میں سچ بھی شامل ہے اور جھوٹ بھی یعنی یہ سچی بھی ہے اور جھوٹی بھی۔"

وزیر:۔ "وہ کس طرح؟"

اشتیاق:۔ "وہ اس طرح کہ نکہت سچی ہے، ور دانہ جھوٹی!"

وزیر:۔ "لیکن بات تو ایک ہی ہے پھر وہ ایک ہی وقت میں سچ اور جھوٹ کیسے ہو سکتی ہے؟"

ور دانہ جل کے اٹھی اور نکل چلی گئی، اشتیاق نے ایک قہقہہ لگایا، "ارے سنو ور دانہ!"

وہ جاتے جاتے بولی۔ "میں نہیں آتی!"

نکہت نے اس کے جانے کے بعد کہا، "یہ آپ نے اچھا نہیں کیا!"

اشتیاق نے پوچھا، "کیا بات ہو گئی بھئی؟"

نکہت:۔ "وہ خفا ہو گئی ہم سب سے؟"

اشتیاق:۔ "تم سب سے کیوں خفا ہو گی؟ ———— رہا میں تو مجھ سے دو دن رات میں سو مرتبہ خفا ہوتی ہے، ڈیڑھ سو مرتبہ منتی ہے۔ نہ اس کی خفگی کا کچھ اعتبار نہ من جانے کا!"

نکہت:۔ "آپ سے تو کچھ نہیں بولے گی، ہم لوگوں کا ناطقہ تنگ کر دے گی!"

اشتیاق:۔ "پھر کیا کیا جائے؟"

نکہت:۔ "جائیے اُسے منا لائیے!"

نکہت بولی ۔ "کیوں بی سعیدہ سن لیا تم نے؟ ایک کے جواب میں
سنا تی ہے ہماری دردانہ، نکہت یا توقیر نباشد کر دس سُنا و مگر ایک بھی
اتنے میں اشتیاق آگیا، دروازے پر رُک کر مسکراتے ہوئے اس نے
کیا میں آسکتا ہوں!"

نکہت نے مسکرا کر جواب دیا ۔ "جی نہیں!"

سعیدہ نے کہا ۔ "فوراً واپس جائیے، آپ کا یہاں کیا کام؟"

توقیر بولی ۔ "آبھی جائیے —— تکلف کرنے سے کیا فائدہ؟"

وہ آگیا، اس نے نکہت کو مخاطب کرکے کہا، "کہو بھئی سامان
کرلیا تم نے؟"

وہ بولی "جی ہاں کرلیا!"

توقیر نے پوچھا "میں نے سُنا ہے آپ بھی جارہے ہیں ——
وہ بولا "اگر آپ کو یہ خبر دردانہ نے پہنچائی ہے تو بالکل جھوٹ
اگر نکہت نے یہ بات کہی ہے تو بالکل سچ، بتائیے کس سے معلوم ہوا
کہ میں بھی جارہا ہوں؟"

سعیدہ نے کہا ۔ دونوں سے —— اب بتائیے یہ خبر سچ
یا جھوٹ؟"

دونوں توقیر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اب تو آپ بڑے پھنسے، بتائیے
کیا کہیں گے آپ؟ —— لیکن جواب دینے سے پہلے ایک
پھر سوچ لیجئے گا، یہ خبر ہمیں نکہت سے بھی ملی ہے اور دردانہ سے بھی

اشتیاق :- "منا تو لاؤں، لیکن پھر بہت سر چڑھ جائے گی!"
نکہت :- اب کون سی کم سر چڑھی ہے کسی طرح بھی اُسے لائیے!
اشتیاق :- "اچھا بھئی جاتے ہیں یہ کام بھی کریں گے، لائیں گے ...
کو کسی طرح!"

اشتیاق دردانہ کو منانے چلا گیا!

نکہت مسکرانے لگی۔

اشتیاق کے جانے کے بعد سعیدہ نے عارفانہ انداز میں گردن ...
توقیر اُسے دیکھ کر مسکرانے لگی،

نکہت نے پوچھا، "یہ کیا ہو رہا ہے؟"

"سعیدہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "کچھ نہیں!"

نکہت نے اصرار کیا۔ "کچھ تو؟"

توقیر بولی۔ "کیوں زبان کھلواتی ہو؟"

نکہت نے حیرت سے پوچھا۔ "کیا ہوا کچھ تو بولو؟"

توقیر :- "ارے اب بول کر کیا کریں جو بات تھی وہ سمجھ گئے ہم!"
نکہت :- "کیا بات تھی، کیا سمجھ گئیں تم؟"
سعیدہ :- "ارے چھوڑو بھی یہ قصہ ——— بات بس اتنی ہے،

نہ ہم سمجھے نہ تم آئے کہیں سے
پسینہ پونچھیے اپنی جبیں سے

یہ کہہ کر سعیدہ ہنس پڑی، توقیر نے بھی ایک قہقہہ لگایا: در کیا ...

پیلے پڑھ رہے ہیں!"

سعیدہ:۔ "یوں رومان لڑایا جا رہا ہے!"

زُفر:۔ "اب تو حکم دیا جاتا ہے"

سعیدہ:۔ "اور اس حکم کی کتنی سعادت مندی کے ساتھ فوراً تعمیل ہوتی ہے"

زُفر:۔ "ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا"؟

سعیدہ:۔ ——————————

"گر وفاداری اغیار کا غوغا ہے یہی
جان سے ہم بھی گزر جائیں گے سوچا ہے یہی"

زُفر:۔ "اب تو کیفیت یہ ہے کہ

گلی سے تری رُک کے بڑھتے ہیں آگے
اِدھر آنے والے اُدھر جانے والے"

سعیدہ:۔ "ہاں بہن نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ جی چاہتا ہے
کہہ دوں صاف صاف،

اِدھر پھر بھی آنا اُدھر جانے والے
ارے جی کے بیچین کر جانے والے"

زُفر:۔ ——————————

اس کی گلی میں جا کے بھی ہم کو،
آس نہیں سکھ ہونے کی۔"

سعیدہ :- "پھر اس دیس میں ہو گا کاہے کو آنا
جہاں چار دن کو لگائے ہیں ڈیرے"

توقیر :- "دُکھ پہ دُکھ دیجئے، ستائیے آپ
سب بھی پاس سے نہ جائیے آپ"

سعیدہ :- "تم نہیں سنتے تو اس پر بس ہے کیا
میں تو کہہ سکتا تھا جو وہ کہہ چکا"

نکہت نے زور سے ایک دوہتڑ سعیدہ کے اور دوسرا [illegible]
"یہ آخر مشاعرہ کب تک ہوتا رہیگا ——— خیریت چاہتی ہو [illegible]
ورنہ ———!"

سعیدہ :- "ورنہ کیا کرو گی؟"

توقیر :- "ہاں بتاؤ؟"

نکہت :- "آئینہ رکھ دوں گی تم دونوں کے سامنے ———
دوش نہ دینا، ایسے ایسے پتواڑے کھولوں گی کہ اگر [illegible]
ہے تو ڈوب مرو گی چلو بھر پانی میں!"

توقیر :- "ڈوبتی ہے ہماری بیزار ——— ہم کیوں [illegible]

سعیدہ :- "تم نے بھی اگر ڈوبنے کا ارادہ کیا تو ہم نہیں ڈوبتے [illegible]
[illegible]
[illegible]

سعیدہ :- آؤ زرداد آؤ ——— کیا [illegible] ہو گئی ہیں تم [illegible]

اشتیاق :- "بڑی مشکل سے منایا ہے اس بیگی کو، آ ہی نہیں رہی تھی کسی طرح !"

نکہت :- "تو بیرا اور سعیدہ تو فتنہ کی جڑ ہیں، ان دونوں سے اب کبھی بات نہ کرنا، آؤ میرے پاس بیٹھو !"

باب ۱۸
ایک تکلیف دہ حادثہ

آنسوؤں اور مسکراہٹوں کے ہجوم میں نکہت اپنی ماں سے، اپنی
شیطان بہن ور دانہ سے اپنی محبوب سہیلیوں سعیدہ اور توقیر
ہوئی، خود اس کے دل کی بھی عجیب حالت تھی، وہ لاکھ لاکھ اپنے
کرنے کی کوشش کرتی تھی، اپنے ہونٹوں پر تبسم لانے کی جدوجہد
لیکن سرخ اور سوجی ہوئی آنکھوں میں آنسو کے جو موتی چمک رہے
آپ اپنی غمازی کر رہے تھے، زبیدہ بیگم کی حالت دیکھنے سے تعلق
روتے ہوئے اس لئے ڈرتی تھیں، کہیں اس کا بُرا اثر نکہت پر
بھی نہ رونے لگے اور لبریز رو دئے اس لئے نہیں بنتا تھا کہ جوان
دلاری، دراکلوتی لڑکی کالے کوسوں سمندر پار ایک اجنبی سفر پر

ی رخصت کے لئے بچھڑ رہی تھی، پھر آخر آنکھوں میں آنسو کیسے نہ آئیں۔ اور آئیں
س طرح ممکن ہے کہ نہ چھلکیں، آنکھ ہی کی چار دیواری کے اندر مقید میں چنانچہ
کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی تھی، لاکھ لاکھ دروانہ سعیدہ
بیگم نے انہیں سمجھانے اور نہ رونے کی تلقین کی لیکن بند جب ٹوٹتا ہے تو وہ
کی سہاروں سے نہیں رکتا، ماں کو روتا دیکھ کر نکہت سے بھی ضبط نہ ہو سکا
وہ بھی روئی اور خوب جی بھر کے روئی!

خان بہادر ضیاء الحسن کا چہرہ زرد ہو رہا تھا۔ صاف معلوم ہو رہا تھا۔
کہ ان کے دل پر غم کے بادل چھا رہے ہیں لیکن جیالے آدمی تھے ان میں اتنا
حوصلہ تھا کہ دل کو اپنے قابو میں رکھیں دل پر ان کے چاہے جتنا صدمہ ہو،
چہرے پر ان کے چاہے جیسی غم کی کیفیت طاری ہو لیکن ہونٹوں پر تبسم
کھیل رہا تھا، انہوں نے مسکراتے ہوئے زبیدہ بیگم سے کہا۔
"جب تک میں زندہ ہوں تمہیں اس طرح پھوٹ پھوٹ کے
رونے کا حق نہیں!"

زبیدہ بیگم دفعتہً روتے روتے چپ ہو گئیں انہوں نے کہا، "خدا نہ
کرے کیوں ایسی بدفالی کے لفظ منہ سے نکالتے ہو؟"
وہ بولے۔ "اور یہ رونا؟ ــــــــــــ یہ بدفالی نہیں ہے؟"
"آپ چپ ہو جاؤ خبردار جو روئیں، مسکرا مسکرا کر نکہت کو رخصت کرو،
اگر وہ تمہیں روتا دیکھ کر جب اب وہ رو رہی ہے تو جہاز میں جب
تمہارا اور تمہارے رونے کا خیال آئے گا، تو کیا حالت ہوگی اس کی؟

یہ سن کر زبیدہ بیگم خاموش ہوگئیں، انہوں نے جلدی سے اپنا پلو
اور آنسو پونچھ ڈالے، نکہت کو گلے سے لگایا اور رخصت کر دیا۔

جہاز کی دنیا بھی ایک عجیب دنیا تھی، دنیا کی وہ کون سی راحت تھی جو
موجود نہ تھی؟ نہانے کے لئے تالاب، کھیلنے کے لئے میدان، تفریح کے
سنیما، تھیٹر، رقص گاہ، کوئی تاش کھیلنے میں منہمک ہے، کوئی سینما کا پروگرام
ہے، کوئی تھیٹر سے اپنی دلچسپی کا اظہار کر رہا ہے۔ مختلف گوشوں میں
کرسیاں پڑی تھیں، مختلف جوڑے وہاں بیٹھے پینگ بڑھا رہے تھے
ہے، کسی طرف فٹ بال کے کھیل ہو رہے ہیں، رقص گاہ میں نئے نئے اجنبی
ناواقف جوڑے رقصِ بے حجاب میں مصروف تھے! یہ عجیب دنیا تھی
قومیں، مختلف رنگ، مختلف زبانیں، وضع، معاشرت، لباس، ہر چیز مختلف
بھی ان سب میں ایک خاص قسم کی یکسانیت تھی، کچھ مقصد کا اشتراک
اور امنگوں کا اشتراک! سب ایک دوسرے سے غیر متعلق، پھر بھی مانوس
ہم آہنگ!

اس چہل پہل اور رنگا رنگی کو دیکھ کر نکہت نے اشتیاق سے کہا
عالم تو سب سے نرالا ہے، ان مردوں اور عورتوں کی بے حجابیاں اور
دیکھ دیکھ کر میں تو شرمائی جاتی ہوں اور انہیں یہ حرکتیں کرتے ذرا شرم نہیں
اشتیاق نے مجمع پر ایک نظر ڈالتے ہوئے کہا، "یہ تو ابھی ابتدا
نئی دنیا دیکھو گی تب تمہیں معلوم ہوگا، ان لوگوں کی بے حجابیاں کہاں تک
گئی ہیں، ان کے اخلاق اور کردار سے کتنا اختلاف ہے؟

"یہ تو میں ابھی سے محسوس کر رہی ہوں!" لیکن اصل چیز خود انسان کا ضمیر ہے،
مضبوط ہے تو اس کی آنکھوں کو چکا چوند کر دینے والی روشنی میں بھی اس کی
یں خیرہ نہیں ہو سکتیں، اس کا کردار اگر مضبوط ہے تو دنیا کی کوئی طاقت
ے صحیح راستے سے نہیں ہٹا سکتی!"

"ہاں یہ تو صحیح ہے اور اسی اعتماد پر میں نے یہ سفر اختیار کیا ہے!"
اشتیاق نے محبت بھری نظروں سے نکہت کو دیکھا اور کہا، میں تمہاری
خود اعتمادی پر برابر کا شریک ہوں!"

نکہت مسکرانے لگی، اشتیاق کے ان الفاظ نے اسے بڑی تقویت پہنچائی۔
ل اس خوشی سے معمور ہو گیا، جو وہ چاہتی تھی وہی اشتیاق نے کہا۔ وہ اس
زبان سے یہی الفاظ سننا چاہتی تھی، اس وقت وہ اتنی خوش تھی کہ وہ اسے
نے پر قادر نہیں تھی، اشتیاق بھی اس کی اس کیفیت کو محسوس کر رہا تھا
ل ہی دل میں خوش ہو رہا تھا، اتنے میں ایک خوب رو اور خوش اندام، نہایت
ع اور طرح دار نوجوان سگریٹ کے کش لگاتا اپنے لباس پہ نازاں اپنی
ت پر مغرور مسکراتا ہوا ادھر سے گزرا، اس کے تبسم میں پندار تھا شرارت نہ
س نے ایک نگاہ غلط انداز نکہت اور اشتیاق پہ ڈالی اور آگے بڑھنے لگا۔
ڑک کے چکنے چوبی فرش پہ دفعتاً اس کا پاؤں پھسلا اور وہ دھڑسے گر پڑا،
ری طرح گرا کہ اسے خاصی چوٹ آئی، سر بھی زخمی ہوا اور پاؤں بھی۔
ت نے اسے رحم کی نظروں سے دیکھا اور اشتیاق نے لپک کر اسے سہارا
اور اٹھنے کو وہ اٹھ تو کھڑا ہوا، لیکن ایک قدم بھی چلنا اس کے لئے مشکل تھا، سارا

ماتھے پر کافی چوٹ آئی تھی، اور پاؤں تو اتنا زخمی ہوگیا کہ سیدھا کرنا مشکل تھا۔ نکہت اور اشتیاق کا کیبن سامنے ہی تھا، یہ دونوں اسے سہارا دیکر اپنے کیبن میں لے گئے، اس کیبن میں چار بستر تھے، دو تو ان دونوں کے پاس اور باقی میں سے ایک پر ایک پارسی قابض تھا، بوڑھا لیکن دولت مند آدمی تھا، کی سیر و سیاحت کے لئے گھر سے پہلی بار قدم باہر نکالا تھا، چوتھا بستر خالی تھا، اشتیاق نے اسی خالی بستر پر اس نوجوان کو لٹا دیا، بوڑھا عینک لگائے سو خراٹے لے رہا تھا، اس کھٹ پٹ میں بھی اس کی آنکھ نہ کھلی، صرف کہ اس نے کروٹ بدل لی اور پھر خراٹے لینے لگا۔

اشتیاق نے نکہت سے کہا۔ تم ذرا اس کا خیال رکھنا میں ڈاکٹر کو لاؤں!"

وہ بولی۔ "ہاں جائیے جلدی سے بلا لائیے، اس بیچارے کی حالت کافی تشویشناک معلوم ہو رہی ہے!"

"ابھی آیا" یہ کہہ کر وہ چلا گیا اور تھوڑی دیر میں ڈاکٹر کو لے کر آگیا یہ ڈاکٹر آسٹریلیا کا رہنے والا تھا اس نے بڑی توجہ سے نوجوان کا معائنہ کیا پٹی کی، دوا پلائی اور کہا "ہلکا سا بے ہوشی کا دورہ پڑا ہے ابھی تھوڑی دیر میں ہوش آجائے گا، چوٹ لگی تو کئی جگہ ہے لیکن نہ مہلک ہے نہ کاری، چار روز میں یہ نوجوان اس قابل ہو جائے گا کہ آسانی سے چل پھر سکے لیکن یہ دن آرام کے ساتھ گزر جانے چاہئیں، میں دن میں دو مرتبہ معائنہ کو آتا رہوں گا آپ فکر نہ کیجئے۔!" یہ کہہ کر اس نے اپنا بیگ اٹھایا اور چلتے چلتے پوچھا

"ان کا نام اور برتھ نمبر؟"

اشتیاق نے کہا: "نام تو نہیں معلوم، نہ برتھ نمبر معلوم ہے!"

"یہ آپ کے کیبن فیلو نہیں ہیں؟"

نکہت بولی۔ "جی نہیں"!

پھر اشتیاق نے ساری رام کہانی سُنا دی، ڈاکٹر نے کہا۔ "کوئی مضائقہ نہیں میں جہاز کے کیپٹن کو اطلاع کئے دیتا ہوں، وہ نام و نشان معلوم کر لیگا تب تک آپ اس کیبن میں رکھیئے!"

اشتیاق نے بتایا۔ "جس کیبن پر اسے لٹایا ہے بالکل خالی ہے!"

"اوہ یہ بات ہے؟ ——— تو کوئی مضائقہ نہیں، دو، چار دن تک مریض کو ہلنا جُلنا نہ چاہیئے۔ میں کیپٹن کو ساری کیفیت سے مطلع کئے دیتا ہوں!"

ڈاکٹر چلا گیا، تھوڑی دیر میں کیپٹن آیا، اس نے نکہت اور اشتیاق کی انسانی ہمدردی کو بہت سراہا اور مطمئن ہو کر چلا گیا، اس نے کہا، اگر میرے لائق کوئی خدمت ہو تو آپ مجھے فوراً اطلاع دیجئے!"

تھوڑی دیر کے بعد نوجوان کی آنکھ کھلی، اشتیاق آرام کرسی پر لیٹا تھا، اور نکہت مریض کے پاس ایک کرسی پر بیٹھی اخبار پڑھ رہی تھی، اس کی آنکھ کھلی اور اس نے کروٹ لینے کی کوشش کی، اس کوشش میں درد بڑھ گیا اور بے اختیار اس کے منہ سے "آہ" کا لفظ نکل گیا، نکہت نے نظر اُٹھا کر اُسے دیکھا پھر اشتیاق سے کہا، "دیکھئے انہیں ہوش آ گیا!"

اشتیاق فوراً مریض کے پاس آیا اور بڑی ملائمت سے اُسے کر...
لوائی اور کہا۔ "آپ گر پڑے تھے، کافی چوٹ آئی آپ کے، میں آپ
اپنے کیبن میں لے آیا، یہیں آپ کو ڈاکٹر نے دیکھا، وہ اطمینان دے...
ہے، کوئی تشویش کی بات نہیں ہے، چار، پانچ دن میں آپ بالکل تندر...
ہو جائیں گے اور آسانی سے چل پھر سکیں گے۔"

نکہت بولی۔ "ڈاکٹر نے یہ تاکید بھی کی ہے کہ آپ جنبش ذرا بھی ...
کامل آرام کی ضرورت ہے آپ کو!"

مریض نے کہا۔ "پانی!"

نکہت بولی۔ "ابھی لائی!" وہ تیزی سے اُٹھ کر گئی اور آبخ...
لاکر اُسے پیش کر دیا مریض نے اُٹھنے کی کوشش کی نکہت نے کہا۔ "آپ ...
سے باز نہیں آئیں گے ——— لیٹے رہیئے، لیٹے لیٹے پیجئے، ہم آپ
پلا دیں گے!"

وہ اُٹھتے اُٹھتے پھر لیٹ گیا، اشتیاق نے نکہت کے ہاتھ سے ...
لے لیا اور کہا۔ "ذرا چمچہ لانا!"

نکہت لپک کر گئی اور چمچہ لیکر آ گئی۔ گلاس پھر نکہت کے ہاتھ میں ...
وہ چمچہ میں اُنڈیلتی، اور اشتیاق اُسے گھونٹ گھونٹ کر کے پلاتا۔ اس ...
تھوڑی دیر میں سارا گلاس ختم ہو گیا۔ مریض نے اطمینان کا سانس لیا اور کہا
"شکریہ!"

نکہت اور اشتیاق دونوں مسکرانے لگے، اشتیاق نے پوچھا "مسٹر...

...وتی کیجئے گا!"

...مہاجن نے اقرار میں گردن ہلائی۔ اشتیاق نے سگرٹ کیس سے سگرٹ
...اس کے منہ میں رکھا، پھر ماچس سے جلا دیا، وہ شکر گزار نظروں سے ان
...کو دیکھ کر سگرٹ پینے لگا،

...ت اپنی برتھ کی طرف جاتی ہوتی بولی۔ "آرام کیجئے باتیں کرنے کی
...ورت نہیں ہے!"

وہ اپنی برتھ پر لیٹ کر کوئی کتاب پڑھنے لگی،

باب ۱۹

حسنِ اتفاق

جہاز سمندر کا سینہ چیرتا، لہروں سے کھیلتا، چٹانوں سے بچتا، طوفانی سے ہچکولے کھاتا اور کروٹیں بدلتا —————— رواں دواں نکہت اور اشتیاق کو اپنی آغوش میں لئے جا رہا تھا۔

جمال کی حالت اب بہت سدھر گئی تھی، وہ اب تک اشتیاق کے کیبن میں مقیم تھا۔ نکہت کی خاطرداری اور اشتیاق کی تیمارداری نے اُسے دونوں کا بہت ممنون کر دیا تھا۔

صبح کا وقت تھا، تینوں نے ساتھ ساتھ ناشتہ کیا، اتنے میں جہاز کا کپتان آگیا، کیپٹن ان لوگوں کے اخلاق اور تپاک سے بہت متاثر تھا، فرصت کا اکثر وقت وہ ان لوگوں کے کمرہ میں صرف کرتا تھا، انہیں بھی جب فرصت ملتی تو اس کے کیبن میں چلے جاتے تھے، کافی دیر تک وہ یہاں بیٹھا، اور ادھر اُدھر

کی باتیں کرتا رہا، پھر وہ کسی کام سے اُٹھا اور جانے لگا، اشتیاق بھی اس کے ساتھ ہو لیا، پارسی بڑے میاں صبح سے ندارد تھے، اب کمرے میں صرف دو آدمی رہ گئے: نکہت اور جمال!

ان دونوں میں باتیں شروع ہو گئیں، جمال نے کہا، "دیکھیے اسے قسمت کہتے ہیں، بیٹھے بٹھائے یہ روگ لگ گیا!"

دل دہی کے لہجہ میں نکہت نے کہا۔ "واقعی بڑی تکلیف اُٹھائی آپ نے ——— اب تو خیر اچھے ہیں آپ!"

جمال بولا۔ "افسوس اس کا ہے کہ آپ لوگوں کو میرے باعث بڑی تکلیف ہوئی؟"

وہ مسکرائی۔ "تکلیف ——— آپ کا وطن لکھنؤ تو نہیں ہے!"

وہ بھی مسکرا دیا۔ "خوب پہچانا آپ نے ——— رہنے والا تو وہیں کا ہوں!"

"جب ہی! ——— میں کہہ رہی تھی یہ بنتا آپ نے کس سے سیکھا! اب معلوم ہوا جا کے!"

جمال زور سے ہنس پڑا،

"آپ کہاں جا رہی ہیں؟"

"امریکہ ——— اور آپ؟"

"میں بھی وہیں کا قصد رکھتا ہوں!"

"کس یونیورسٹی میں داخلہ کا ارادہ ہے؟"

"کولمبیا یونیورسٹی میں ——— اور آپ؟"

"عجیب اتفاق ہے ——— میں بھی وہیں داخلہ

رہا ہوں! ——— اچھا یہ تو بتائیے، کون سبجکٹ لیں گی آپ

"تعلیمات ——— اور آپ؟، کہہ دیجئے میرا

ہوگا۔" یہ کہتے کہتے وہ مسکرا دی، جمال نے ایک دلآویز تبسم کے

"بخدا آپ نے سچ کہا، تعلیمات ہی میں ڈاکٹریٹ کی

جا رہا ہوں!"

نکہت نے کہا۔ "واقعی بڑا عجیب اور دلچسپ اتفاق ہے

جمال نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔" اور یہ ——— میرا مطلب

مسٹر اشتیاق یہ کس موضوع کی تیاری کے لئے جا رہے ہیں؟"

وہ مسکراتی ہوئی بولی۔ "ان کا، میرا مطلب ہے مسٹر اشتیاق

سیر و تفریح ——— اس فن میں یہ ڈاکٹریٹ کی ڈگری

آپ کو افسوس ہو رہا ہوگا کہ آپ نے کیوں نہ اس سبجکٹ پر توجہ کی

جمال نے کہا۔ "ہاں واقعی افسوس ہے ———

تو بتائیے!"

"اب کیا بتاؤں، جو آپ نے پوچھا میں نے بتا دیا!"

"اشتیاق صاحب واقعی صرف تفریح کے لئے جا رہے

"کہہ تو رہی ہوں ——— صرف مجھے چھوڑنے

میرا داخلہ کرائے واپس چلے آئیں گے!"

"اوہ، یہ بات ہے؟ اب میں سمجھا!"

وہ پھر مسکرائی۔ "بڑے زود فہم ہیں آپ!"

جمال نے اس چوٹ کی طرف کوئی توجہ نہیں کی، کہا،

"اب ایک بات اور پوچھوں گا مگر ذرا بدتمیزی ہے؟"

"بدتمیز سمجھنا تو میرے لئے ممکن نہیں ہے، اس لئے اجازت دیتی ہوں، فرمائیے کیا پوچھنا چاہتے ہیں آپ؟"

جمال ذرا چکرا گیا، "یہ مسٹر اشتیاق یعنی میرا مطلب یہ ہے کہ یہ اشتیاق صاحب جو ہیں"

"ہاں ہیں ——— آگے چلئے ———"

"یعنی ان کا آپ کا رشتہ تو وہی ہوگا ———!"

"کون سا وہی!"

"یعنی آپ اور یہ ——— یعنی یہ اور آپ ———"

وہ بولی، "آپ شرماتے کیوں ہیں! شائد آپ یہ پوچھنا چاہتے ہیں، ہم دونوں کا رشتہ اور تعلق کیا ہے؟"

"جی ہاں، صرف یہی!"

"فی الحال میرا ان کا رشتہ صرف بھائی بہن کا ہے، وہ میرے ماموں کے بیٹے ہیں، والدہ نے اصرار کر کے میرے ساتھ بھیجا ہے۔ تو وہ ہی بھیجیں کہیں ایسے وقت نہ ہو میں گھبراؤں نہیں۔ ملک کی اجنبیت کے باعث میری طبیعت پریشان ہو ——— ماں بھی عجیب چیز ہوتی ہے دنیا میں ———!"

"بالکل سچ کہا آپ نے، ماں کی بے لوث اور بے لاگ [illegible]
نہیں!"

نکہت نے گھڑی پر ایک نظر ڈالی اور کہا،

"اوہو، بہت دیر ہوگئی ہم لوگوں کو باتیں کرتے، بس اب [illegible]
آنکھیں بند کر کے لیٹ جایئے، نہ سوچیئے، نہ بولئے، ورنہ پھر طبیعت
خراب ہو جائے گی، ڈاکٹر تاکید کر گیا ہے، چند روز ابھی آپ کو [illegible]
اور مکمل یک سوئی کی ضرورت ہے!"

بڑی ممنونیت کے لہجہ میں جمال نے کہا، "آپ کتنا خیال [illegible]
اجنبی مسافر کا!"

"جی ہاں ——— لیکن اب تو اس میں خود غرضی [illegible]
گئی ہے۔"

"وہ چونک پڑا، "خود غرضی؟"

وہ بولی، "جی اور کیا ——— اب تو یہ اطمینان ہو گیا [illegible]
جا رہے ہیں، اگر کبھی میں بیمار پڑی تو آپ میری اس تیمارداری [illegible]
اُتاریں گے!" وہ ہنس دی اور جمال بھی مسکرانے لگا پھر اس [illegible]

"لیکن ایک بات آپ بالکل بھول گئیں!"

"وہ کیا؟"

"یہ کہ احسان کا بدلہ کبھی اور کسی صورت میں اُتر ہی نہیں سکتا
ہے جو زندگی کی آخری سانس تک ادا نہیں ہوتا!"

نکہت نے متبسم ہو کر کہا۔ "او ہو، آپ جب نثر میں اتنی اچھی شاعری کر
لیتی ہیں تو شاعری میں تو آپ واقعی آپ کمال کرتے ہوں گے!"

اتنے میں اشتیاق آگیا، نکہت نے کہا، "اور بھی آپ نے کچھ سُنا؟"

"کیا ہوا بھئی، کوئی نئی خبر؟"

"جی ہاں نئی بھی اور دلچسپ بھی!"

"تو سناؤ، پھر انتظار کا ہے کا؟"

"یہ ہمارے جمال صاحب جو ہیں نا؟"

"ہاں ٹھیک ہے، آرام فرما ہیں اپنے بستر استراحت پر!"

"یہ شاعری بھی کرتے ہیں۔"

"شاعری بھی کرتے ہیں ——— واقعی؟"

"تو کیا میں جھوٹ بولوں گی، وہ بھی آپ سے؟"

"ہاں مجھے یقین ہے تم جھوٹ نہیں بول سکتیں ——— لیکن
بڑی عجیب خبر سُنائی تم نے ——— تو جمال صاحب کچھ
ہمیں سنائیے؟"

اس ساری گفت گو کے دوران میں جمال برابر مسکراتا رہا، پھر اس
نے کہا کہ میں تو شاعری واعری جانتا نہیں کس چیز کا نام ہے، ہاں یہ
محترمہ جو اتنی دیر سے شاعری فرما رہی ہیں اس کی داد دیجئے:

بڑی بے تکلفی کے ساتھ اشتیاق نے کہا۔ "تکلف چھوڑیئے ———
بس دو چار شعر سُنا دیجئے:"

"اچھا آپ نہیں مانتے تو سن لیجئے ———— لیکن دو چار سے
نہیں سناؤں گا!"

"چلیئے یہ شرط منظور ہے ———— زیادہ انتظار نہ کرایئے"

"عرض کیا ہے!"

اشتیاق اور نکہت ہمہ تن متوجہ ہو کے بیٹھ گئے۔

نکہت انتظار سے اوبھ کر بولی "تو شروع کیجئے نا!"

جمال نے شاعرانہ کیفیت اپنے اوپر طاری کرتے ہوئے کہا شروع

ان کے دیکھے سے جو آجاتی ہے منہ پر رونق
وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے

اشتیاق نے متاثر ہو کر کہا۔ "غضب کا شعر ہے، کمال کر دیا آپ

جمال سمجھا اشتیاق بنا رہا ہے، لیکن حقیقتاً وہ دل سے داد دے

اس کا اردو نثر اور شاعری کا مطالعہ بہت محدود تھا، اسے یقین تھا کہ جمال

یہ شعر ہے، اصرار کرتے ہوئے اس نے کہا، "جمال صاحب واقعی

خوب شعر کہتے ہیں، مضمون، تخیل، زبان، بیان ہر چیز تعریف سے مستغنی

بہت خوب"

نکہت سے ضبط نہ ہو سکا، پوچھا۔ "یہ آپ سچ مچ تعریف کر رہے

اشتیاق نے کہا۔ "بھئی اس میں سچ مچ کا کیا سوال ہے

کرو یہ شعر کتنا اچھا ہے!"

وہ بولی۔ "شعر کے اچھے ہونے میں ذرا بھی شبہ نہیں لیکن سوال

شعر ہے کس کا ؟ جمال صاحب کا تو نہیں ہے !"

اشتیاق کو بڑی حیرت ہوئی "، پھر کس کا ہے ؟ —— تمہارا مطلب

ہے کہ یہ شعر جمال صاحب کا نہیں ہے !"

وہ مسکرائی ۔ " قطعاً نہیں !"

"پھر کس کا ہے ؟"

"ایک بہت بڑے مشہور اور پرانے اُستاد کا !"

جمال نے کہا ۔ "یہ تو بالکل غلط بحث شروع ہو گئی ۔ میں نے ہرگز یہ

دعوے نہیں کیا کہ یہ شعر میرا ہے ، آپ حضرات نے سُنانے کا اصرار کیا کہ شعر

سنائیے ، مجھے جو یاد آیا میں نے سُنا دیا —— یہ میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں

کہ خاکسار شاعر داعر نہیں ہے —— کہیے کوئی اور شعر سناؤں ؟"

نکہت بولی ۔ جی معاف کیجیے —— کچھ اور باتیں کیجیے !"

"لیکن باتیں کرنے کی تو اجازت نہیں ہے مجھے !"

"تو سو رہیے "

"اور اگر نیند نہ آئے ؟"

"پھر سگریٹ سے شغل کیجیے !"

"اور اگر سگریٹ کی طرف طبیعت راغب نہ ہو !"

نکہت اپنے بستر پر لیٹ گئی ، اس نے اشتیاق سے کہا "آپ جواب

دیجیے —— میرے تو سر میں درد ہونے لگا !"

دونوں ہنسنے لگے !

باب ۲۰

ارے!

ہنستے کھیلتے یہ طویل سفر ختم ہوگیا، لندن میں یہ لوگ صرف ۲۴ گھنٹے ٹھہرے
امریکہ جانے والا جہاز دوسرے روز ہی مل گیا اور خوشی کے گیت گاتے
کے پروگرام بناتے، یہ لوگ امریکہ پہنچ گئے۔

قومیں کس طرح پیچھے ہٹتی اور آگے بڑھتی ہیں اس کا اندازہ انگلستان
اور امریکہ کی سیاحت ہی سے ہوسکتا ہے، آج سے ستر اسی برس پہلے امریکہ
اپنے تمام وسائل و ذرائع کے باوجود کچھ نہ تھا، انگریزی حکومت کی غلامی سے
گلو خلاصی حاصل کر لینے کے بعد بھی امریکہ انگلستان کا محتاج تھا، علم و فضل
میں، تہذیب اور شائستگی میں، معاشرت اور اصول حیات میں —— کوئی
بھی ان میں سے ایسی نہ تھی جس کے لئے امریکہ ملجائی ہوئی نظر انگلستان

…تا ہو" اور خود انگریزوں کا یہ حال تھا کہ اس کی زبان دانی کا مذاق اڑاتے تھے، اس کی تہذیب پر تمسخر کرتے تھے، اس کی معاشرت کو فروتر سمجھتے تھے، اس کے ادب اور آرٹ کو پست سمجھتے تھے۔ امریکہ ان باتوں کو دیکھتا تھا اور شرما کر سر جھکا لیتا تھا۔

لیکن گذشتہ پندرہ بیس سال کے اندر حالات نے ایسا پلٹا کھایا۔ کہ امریکہ آگے نکل گیا، انگلستان پیچھے رہ گیا، اب ہر اعتبار سے وہ اقوام عالم کا سرتاج ہے، سب اس سے دبتے ہیں، اس کا لوہا مانتے ہیں اس کی ہمت کا اعتراف کرتے ہیں، اسے اپنا قاضی الحاجات اور مشکل کشا سمجھتے ہیں اور ان سب میں انگریز بھی شامل ہیں، اب امریکہ کا آرٹ، ادب، علم، دانش گاہیں درسگاہیں، صنعت، معاشرت، تہذیب اور شائستگی ہر چیز بجائے خود ایک معیار بندی کی حیثیت رکھتی ہے۔

امریکہ پہنچنے کے بعد جمال نے کہا۔ "ایسا معلوم ہوتا ہے کسی ویرانہ سے آدمیوں کے جنگل میں آ گئے۔"

اشتیاق نے کہا، "انگلستان بھی اب امریکہ کے سامنے پانی بھرتا ہے لیکن وہ زمانہ تھا کہ انگریز امریکیوں کا مذاق اُڑایا کرتے تھے، انہیں بیوقوف کہا کرتے تھے۔"

نکہت نے پوچھا۔ "کیوں؟ ——— آخر کیا خطا کی تھی بیچارے ان امریکیوں نے؟"

اشتیاق نے جواب دیا۔ "یہ خطا کچھ کم تھی کہ انگریزوں کے غلام رہ

رعایا ... انگریز اپنے غلام کے ساتھ کیوں ———— ؟ چکے تھے

جمال بول پڑا ۔" بھئی یہ تو سیاسی باتیں ہونے لگیں، کم از کم مجھ ...
لطیف سے کوئی دلچسپی نہیں ہے میرا موضوع ہے تعلیمات، کالجوں اور ...
کی باتیں کرو ———— ہاں بھئی تو داخلہ کی کیا رہی ؟"

نکہت بولی ۔" میرا داخلہ تو ہو بھی گیا، آج کئی دن ہو گئے ————"

جمال کو بڑی حیرت ہوئی ۔" ایں کیا کہا ؟ ———— تمہارا ...
گیا یہ چپکے چپکے ۔

وہ مسکرائی ۔" یا سیر کر لیجئے یا کام کر لیجئے، آپ کو سیاست سے ...
تعلیمات سے اور تعلیمات سے زیادہ سرگزشت سے دلچسپی ہے ...
کیسی ہے، یہ سڑک کتنی چوڑی ہے، یہ ہوٹل کتنا شاندار ہے، یہ موٹر ...
ہے ۔ یہ طیارہ کتنا خوبصورت ہے، یا تو ان چیزوں کی تفتیش کر لیجئے یا ...
لیجئے ۔ ایک وقت میں دو کام تو نہیں ہو سکتے !"

جمال شرمندہ ہو گیا ۔

اشتیاق نے بات بنائی ۔" تو کیا ہوا جس شہر میں رہنا ہے وہاں ...
حالات، مزاج اور موسم سے بھی تو واقفیت بسا ضروری ہے !"

نکہت ۔" میں کب اس ضرورت سے انکار کرتی ہوں ———— ...
رائے تو یہ ہے کہ امریکہ کے دوسرے بڑے بڑے شہروں کی بھی ...
کرا آئیے ۔ جمال صاحب، پھر اطمینان اور یکسوئی سے کتابیں سنبھالے ...
ہال وڈکے نظارہ کے لئے بھی آپ کا جی مچل رہا ہوگا، بسم اللہ ...

ے کیجئے !"

جمال نے پوچھا ۔ "اور آپ کیا کریں گی ؟"

میں نے اپنا کام شروع کر دیا !"

جمال نے کہا، "جو چاہے کہہ لیجئے، جب تک اشتیاق صاحب یہاں موجود ہیں، میں یونیورسٹی کے دروازہ کا رُخ بھی نہیں کروں گا !"

اشتیاق نے کہا "کیوں بھائی ؟ میں نے تمہیں کب منع کیا ہے ؟"

جمال نے جواب دیا ۔ "تم نے بالکل منع نہیں کیا ہے لیکن اخلاق بھی کوئی چیز ہے ۔ مجھے تو یہاں رہنا ہے اور کافی عرصہ رہنا ہے، چند روز کی کوتاہی کی تلافی بڑی آسانی سے کروں گا لیکن تم چند روز میں واپس چلے جاؤ گے "

"تو ــــــــ ؟"

لہٰذا میں تمہیں خوب جی بھر کے سیر کرا دوں امریکہ کی ، پھر پڑھتا رہوں گا ــــــــ یہ مجھے یقین ہے میں فیل نہیں ہو سکتا کیوں کہ آج تک یہ حماقت مجھ سے سرزد نہیں ہوئی ہے !"

سب ہنسنے لگے ۔

اشتیاق نے کہا ۔ "شکریہ اس نوازش کا لیکن میری خاطر آپ اتنا بڑا ایثار نہ کیجئے !"

جمال نے اصرار کیا ۔ "ضرور کروں گا ، میں مس نکہت کی طرح بداخلاق نہیں ہوں کہ آپ کی خبر بھی نہیں لیتیں "

نکہت مسکرا دی،

اشتیاق ہنسنے لگا۔

جمال نے یہ بات بالکل مذاق میں کہی تھی، لیکن اشتیاق نے
اس کے دل نے کہا، واقعی امریکہ جانے کے بعد سے نکہت کچھ
گئی ہے!" دل نے سمجھایا، "نہیں ذرا بھی نہیں بدلی ہے، پڑھ
مصروف ہے!" لیکن احساس نے اس بات کے ماننے سے انکا
"کیا چند روز بھی وہ میرے ساتھ صرف نہیں کر سکتی؟ میں ہفتہ عشرہ
گا، اُسے خود یہ باتیں سوچنی چاہیئے تھیں!" یہ سوچتے سوچتے اشتیا
ماتھے پر شکن پڑ گئی، اس شکن کو جمال اور نکہت دونوں نے دیکھا لیکن
بھی اسے کوئی اہمیت نہیں دی؛

اشتیاق نے دل ہی دل میں نکہت کی اس بدسلوکی اور بے پروا
محسوس کیا لیکن زبان سے کچھ نہ کہہ سکا،

نکہت نے اشتیاق سے پوچھا۔ "کہئے آپ نے تو سیر کر لی امریکہ
وہ قدرے اضمحلال کے ساتھ بولا۔ "ہاں کر لی، سارا شہر گھوم
عمارتیں دیکھ لیں، سینما اور تھیٹر بھی دیکھ لئے، کلب اور ہوٹل کا نظ
کر لیا"

نکہت نے پوچھا۔ "وطن جانے کا کب تک قصد ہے؟"

اشتیاق نے دل ہی دل میں سوچا۔ "یہ لیجئے، اب میرا یہاں
ناگوار ہے!" وہ بولا۔ "جلد از جلد، کل جہاز کمپنی کے دفتر جاؤں گا

ہی ٹکٹ مل گیا اسی دن چلا جاؤں گا، دیر بھی ہو رہی ہے، وہاں کا سارا کام
چوپٹ پڑا ہو گا!"

وہ کہنے لگی "جی ہاں اسی لئے تو پوچھا تھا میں نے!"

اشتیاق کے لب خاموش رہے لیکن دل نے فوراً جواب دیا۔
بجا ارشاد ہُوا، اسی لئے تو پوچھا تھا آپ نے کہ یہ بلا سر سے ٹلے۔
سی طرح، بہت بہتر جناب، بندہ رخصت ہوتا ہے۔ آپ کو زیادہ زحمت
دے گا مطمئن رہیئے!"

پھر نکہت نے جمال سے مخاطب ہو کر کہا۔ "کہیئے اب تو آپ کا عذرلنگ
ختم ہو گیا؟"

جمال نے پوچھا: کیا مطلب؟ ——— کیا عذرلنگ؟

وہ مسکرائی "یہی مہمان نوازی اور حسن اخلاق کا (اشتیاق کی طرف
اشارہ کرکے) یہ تو کل پرسوں جا رہے ہیں واپس، اب تو کوئی رکاوٹ باقی
نہیں رہ گئی آپ کے داخلہ میں!"

جمال ہنسنے لگا۔ "بس انہیں جہاز پر رخصت کرکے آیا تو سیدھا ہوسٹل
کے بجائے یونیورسٹی پہنچوں گا، ——— کہیئے اب تو آپ خوش ہیں؟"

وہ پھر مسکرا دی۔ "جی بہت زیادہ ——— شکریہ اس نوازش
و کرم فرمائی کا!"

جمال پھر ہنسنے لگا!

اشتیاق کے لبوں پر بھی تبسم کھیلنے لگا۔ لیکن یہ تبسم صرف ظاہری تھا۔

ورنہ دل سے صدا آ رہی تھی، "آخر چور پکڑا گیا، یہ تعلق خاطر ہے۔
مسٹر جمال سے اس لئے میرا قیام ناگوار خاطر ہوا تھا کہ ان کی تعلیم
ہے۔ بہت خوب، بہت خوب، واقعی نہ عورت کے دل کا اعتبار
نہ مزاج کا، نہ محبت کا نہ اخلاق کا۔!"

اس گفتگو کے بعد یہ مجلس برخاست ہوگئی۔

نکہت اور جمال اپنے اپنے بستر پر لیٹتے ہی سو گئے۔ لیکن
نیند نہ آئی! وہ کروٹوں پر کروٹیں بدل رہا تھا، بار بار نیند کو بلانے
کرتا تھا لیکن، وہ اس سے بہت دور تھی ؂

ہم اُڑ کر بھی نہ پہنچیں، ہم سے اتنی دُور رہو جانا
مبارک شاخِ گل کو شاخِ نخلِ طُور ہو جانا

اشتیاق یہی چاہ رہا تھا کہ وہ نکہت کو خواب راحت سے
اور اس سے پوچھے۔ ؂

یہی اقرار، یہی قول، یہی وعدہ تھا،
او دغا باز، فسوں ساز، مکر نے والے،

وہ ایک مرتبہ اسی نیت سے اپنے بستر پر سے اُٹھا لیکن
کیا سوچ کر واپس آیا، لیٹ گیا اور پھر کروٹیں بدلنے لگا، اس نے
ہی دل میں کہا، "اگر کسی بات میں شک ہو تو اُسے دریافت کر کے
جا سکتا ہے، لیکن اگر کسی بات کا مشاہدہ آنکھیں کر رہی ہوں، پھر
حماقت کی انتہا ہے"۔ اب اس کی خودداری، انگڑائی لے کر اُٹھی۔

"نہیں میں نکہت سے محبت کی بھیک نہیں مانگوں گا۔ میں اس کی بے رُخی
ب نہیں پوچھوں گا۔ وہ نکہت ہے تو میں بھی اشتیاق ہوں۔" "یہ نہیں ہوسکتا،
ت تک نہیں ہوسکتا!

صبح ہوتے ہوتے ذرا دیر اس کی آنکھ لگی ہوگی کہ نکہت نے اسے جگا دیا
ٹھئے صبح ہوگئی!"

وہ ہڑبڑا کر بستر سے اُٹھ بیٹھا ناشتہ تیار تھا۔ ناشتہ کی میز پر سب لوگ جا
ے نکہت نے چائے بنائی اور جمال کی طرف بڑھا دی۔ یہ گرم گرم چائے
تیاق کے دل پر گری "اس نے خود سے کہا۔" میرے سامنے یہ
رہے، گویا میں اتنا حقیر ہوں کہ میرا نمبر بعد میں آئے گا۔ ارے بھئی اگر
مال کو مجھ پر ترجیح دیتی ہو تو دو، لیکن خدارا مجھے ذلیل تو نہ کرو!" اسی خیال
کے دوران میں چائے کی دوسری پیالی بن چکی تھی، وہ نکہت نے
تیاق کی طرف بڑھا دی۔" لیجئے!"

اشتیاق نے بڑی آہستگی سے اُسے اٹھایا اور نکہت کے سامنے رکھدیا۔
"کیوں کیا آپ چائے نہیں پئیں گے"؟
وہ بولا "نہیں میں نہیں پی سکوں گا۔ اس وقت!"
"لیکن آخر کیوں؟"
"نہ جانے کیا بات ہے چائے کے تصور سے اس وقت جی متلا
ہے!"

"وہ بڑی مہربانی سے بولی۔ "تو نہ پیجئے، یہ انڈا کھا لیجئے ـــــ یہ توس

لیجئے، مکھن لیجئے —— یہ جیلی بھی بڑی اچھی ہے —
سیب ؟ زیادہ نہیں صرف دو قاشیں۔"

نکہت ایک ایک چیز اشتیاق کی طرف بڑھا رہی لیکن وہ
رہا، اس کا جی ضرور متلا رہا تھا، لیکن کھانے پینے کی کسی چیز کو دیکھ کر
جمال کو دیکھ کر، آخر نکہت کے بہت اصرار سے مجبور ہو کر اس نے
دو قاشیں بے دل سے لے لیں اور انہیں منہ میں رکھ لیا۔

نکہت اور جمال اطمینان سے ناشتہ کرتے رہے۔

اشتیاق اسی اطمینان اور یکسوئی سے خونِ جگر پیتا رہا۔

ناشتہ سے فراغت کے بعد نکہت نے پوچھا "میں تو اب جا
رہی ہوں، —— آپ ؟

اشتیاق کا جی چاہا کہ کہہ دے "سر میں درد ہے، تم یونیورسٹی
جا کر بستر پر لیٹتا ہوں" اتنے میں اس نے سُنا کہ نکہت کہہ رہی تھی؛

"کیا آپ جہازی کمپنی کی طرف نہیں جائیں گے ؟"

"وہیں تو جا رہا ہوں !" جمال اُٹھ کھڑا ہوا،

"چلو بھئی، چلیں، ذرا یہاں کی جہاز راں کمپنی کو دیکھ لیں، بس یہی
چیز باقی رہ گئی تھی !"

اشتیاق نے کہا۔ "کچھ پاگل ہوئے ہو، اتنے معمولی سے کام کے لئے
پھر ایک دن ضائع کر دگے ؟ میں جاتا ہوں ایک گھنٹہ میں واپس
تم یونیورسٹی جاؤ —— نکہت انہیں اپنے ساتھ لیتی جاؤ"

ے میرے ساتھ، کوئی ضرورت نہیں ہے جہاز راں کمپنی کا طواف کرنے
ں کھڑا ہو گیا۔
شتاق انتہائی برہمی لیکن بالکل خاموشی کے ساتھ ان دونوں کو تنہا
ہے اُترا ٹیکسی میں بیٹھا اور جہاز راں کمپنی کی طرف چل پڑا،

باب ۲۱

کیونکہ اس کی نگہ ناز سے جینا ہوگا

یونیورسٹی سے جب نکہت واپس آئی تو اس نے دیکھا کہ اشتیاق کا سا...
بندھا رکھا ہے، اشتیاق خود موجود نہیں ہے، جمال بھی نکہت کے ساتھ...
آیا تھا۔ اور بہت خوش تھا، اس نے نکہت سے کہا،

"یہ لیجئے، معلوم ہوتا ہے ٹکٹ مل گیا حضرت کو!"

نکہت بولی۔ "سامان بندھا رکھا ہے، اور خود نہ معلوم کہاں گ...
—— لیکن تعجب ہے، اتنی جلدی ٹکٹ مل کیسے گیا؟"

جمال اس وقت موج میں تھا، گنگنانے لگا۔ "ڈھونڈنے وا...
بھی نئی دیتے ہیں —— لیکن تم ظریفی دیکھو، حضرت اشتیاق ...
سے اکتا کر پرائی دنیا کا رخ کر رہے ہیں"

کہت ہنس پڑی - وہ ہنس ہی رہی تھی کہ اشتیاق اندر آیا، نکہت کے
...پر ابنک تمتم کھیل رہا تھا، اور جمال ایک سگار دانتوں سے دبائے
...کا وہی مصرعہ گنگنا رہا تھا۔

بے تکلفی کا یہ منظر دیکھ کر اشتیاق کو بہت غصہ آیا، لیکن غصہ کے اظہار
...تو دتھا، خون کے گھونٹ پی کے خاموش رہا۔

کہت اب تک مسکرا رہی تھی —— اُس نے پوچھا: "آپ نے
...بھی باندھ لیا۔؟"

جمال نے دخل در معقولات کیا: "ٹکٹ لے آئے؟"

اشتیاق نے جواب دیا - "ہاں آج جا رہا ہے جہاز —— کوئی
...بے رات کو روانہ ہو جائے گا۔"

نکہت نے پوچھا: "لیکن اتنی جلدی مل کیسے گیا ٹکٹ آپ کو؟"

اشتیاق۔ "جوئندہ یابندہ —— پانی کے جہاز کا نہ ملا۔
...جہاز کا مل گیا۔!"

نکہت، "تو آپ ہوائی جہاز سے جا رہے ہیں؟"

اشتیاق - "ہاں —— تو کیا ہوا؟"

نکہت۔ "میں تو نہیں جانے دوں گی، آپ کو ہوائی جہاز سے،
...ادھر کی دُنیا اُدھر ہو جائے، ایک تو ابا جان اور اُن سے کہیں زیادہ
...مخالف ہیں ہوائی سفر کی، دوسرے خود میری رائے بھی نہیں
...آپ طیارہ سے جائیں۔!"

جمال اشتیاق کے آتے ہی کسی کام سے باہر جا چکا تھا، اشتیاق یہ الفاظ سُنتے اور ششدر رہ گیا، اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ نکہت ... ہو گیا ہے، یا تو مجھے دھکیل رہی تھی کہ واپس جاؤ، یا، کہہ رہی ہے ... نہیں جانے دوں گی، اشتیاق اسی اضطراب خیال میں چپ چاپ ... نکہت کی طرف دیکھ رہا تھا، کہ وہ پھر بولی، "سُن لیا آپ نے"،

اشتیاق نے کہا، "سُن تو لیا، لیکن اب میں ٹکٹ لے چکا ہوں ... کے جہاز سے بیس (۲۰) دن تک کوئی سیٹ بُک نہیں ہو سکتی ——

وہ بے پروائی سے بولی۔ "نہ ہو! —— بیس (۲۰) مہینے نہ ہو ... کسی طرح بھی طیارے کا سفر نہیں کرنے دوں گی آپ کو!" یہ کہہ کر وہ ... دلفریب ادا کے ساتھ، وہ اشتیاق کے بندھے ہوئے سامان پر بیٹھ گئی ...

اشتیاق پھر چکرا گیا، یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے؟ یہ نکہت کس قسم کی ... نہ مرنے دیتی ہے نہ زندہ رہنے دیتی ہے۔ مرنے لگتا ہوں تو جلا ... زندہ ہو جاتا ہوں تو موت بن جاتی ہے۔ ————

کیونکر اس کی نگہِ ناز سے جینا ہو گا۔؟

وہ یہی سوچ رہا تھا کہ اس کے کانوں میں نکہت کی شیریں ... آواز آئی۔

"یہ میرا فیصلہ ہے!"

اشتیاق اُچھل پڑا، ایں کیا کہا: "یہ میرا فیصلہ ہے!" گویا اُسے مجھ ... اتنا حق ہے کہ، یہ فیصلہ کرے گی اور میں تسلیم کر لوں گا ——— پھر اس نے ...

دام فریب میں اسیر کرنے کی کوشش شروع کر دی، جیسے مکڑی مکھی کو اپنے جالے میں جکڑ لیتی ہے ـــــ لیکن اس مرتبہ وہ خاموش نہ رہا، اس نے ... تو آخر حرج کیا ہے؟ طیارہ میں ساری دنیا سفر کرتی رہتی ہے، اب تو ریل موٹر کی طرح ایک سواری طیارہ بھی ہے، رہی موت، تو وہ اپنے وقت پر آ کر رہے گی۔ میں ان خرافات اور توہمات کا ذرا بھی قائل نہیں ہوں، آپ کو بھی نہیں ہونا چاہیئے۔ حیرت ہے اتنی تعلیم یافتہ ہو کر ـــــــــــــ"

وہ فیصلہ کن انداز میں بولی "میں پند و نصیحت سننے کے لئے تیار نہیں، آپ نے سُنا نہیں میں نے کیا کہا تھا؟ ـــــــــ"

اشتیاق نے پوچھا "کیا کہا تھا؟"

کہنے لگی "میں نے کہا تھا، ـــــــ ذرا کان کھول کر خوب سُن لیجئے ـــــ میں نے کہا تھا یہ میرا فیصلہ ہے، اور آپ جانتے ہیں میرا فیصلہ اٹل ہوتا ہے۔" یہ کہہ کر وہ مسکرا دی!

اشتیاق پھر حیص بیص میں پڑ گیا۔ یا اللہ اس چھوکری کو کیا ہو گیا ہے۔ کیوں ہاتھ دھو کر میرے پیچھے پڑی ہے؟ یہ سوچتے سوچتے اس کی نظروں میں جمال کی صورت پھرنے لگی۔ اُسے یاد آ گیا ابھی اس نے نکہت اور جمال کو ایک دوسرے سے کتنا بے تکلف دیکھا تھا۔ نکہت کی اس بات سے اشتیاق کا دل جتنا گھبرا رہا تھا یہ باتیں سوچ کر اتنا ہی سخت ہو گیا۔ اس نے ذرا سخت لہجہ میں کہا "لیکن میں ضرور جاؤں گا۔ کسی طرح بھی اب نہیں رُک سکتا۔"

نکہت نے حیرت سے اشتیاق کو دیکھا، اشتیاق نے نظر اُٹھائی
کہ اُس کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے ہیں جنہیں وہ باہر نہیں
دیتی۔ لیکن وہ اب اپنا دل سخت کر چکا تھا، بظاہر ذرا بھی متاثر نہ ہوا۔

نکہت نے کہا۔ "تو جایئے، ایک ٹکٹ اور لے آیئے!"

"یہ کیوں؟ کس کے لئے؟ ———— اشتیاق نے پوچھا۔

"میرے لئے، میں بھی واپس چل رہی ہوں!" نکہت نے جواب

اب تو اشتیاق کے آئے گئے حواس گم ہو گئے، یہ بھی چل رہی
آخر کیا مذاق ہے۔ کیوں واپس جا رہی ہے یہ میرے ساتھ؟ یہاں
آئی ہے یا سیر سپاٹے کر کے واپس جانے؟

یہی سب سوچ کر اشتیاق نے کہا۔ "تم کیوں واپس جا رہی ہو؟
اس کا مطلب؟"

وہ بولی۔ "مطلب یہ کہ، میں تم کو تنہا نہیں جانے دوں گی، آپ کے
ساتھ چلوں گی۔ تا کہ اگر خدانخواستہ کچھ ہو تو آپ کی شریک رہوں، یہ کہتے
اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔

اب تک اشتیاق نے اپنے تئیں بہت لئے دیئے رکھا تھا
نکہت کے طوفانی اشک نے اسے کہیں کا نہ رکھا وہ تنکے کی طرح
لگا۔ اس طوفان میں اس کی جگر داری کا آہنی فیصلہ روئی کے گالے
طرح فضائے قلب میں اُڑ گیا، وہ لپک کر نکہت کے پاس آیا، ا
رومال سے اس کے آنسو پونچھے، اور لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

نکہت —— یہ کیا ہوگیا ہے تمہیں ؟"

نکہت نے کہا "مجھے کیا ہوگیا ہے، اسے چھوڑیئے، کچھ بھی نہیں ہوا

بتایئے آپ اپنی ضد سے باز نہیں آئیں گے ؟

اشتیاق کے منہ سے بے ساختہ نکلا "اچھا بھئی جو تم کہتی ہو؛ دبی ہی

دفعتہً نکہت کے آنسو غائب ہوگئے —— جیسے ریت میں پانی.

مسکرانے لگی، اس تبسم پر اشتیاق جان دیتا تھا، اس کا جی چاہا اپنی گردن

اٹھا کر، اس کے قدموں پر رکھ دے۔ اس نے محبت پاش نظروں سے

سے دیکھا اور کہا " تمہارا بچپن اب تک نہیں گیا "

وہ ٹھنک کر بولی "چلئے یہی سہی ؟ —— بات ہماری آپ کو ماننی

پڑے گی۔ چاہے بچہ سمجھ کر ملنیے، چاہے بڑا ! بڑے چلے تھے، آسمان کی

بلندی پر اڑنے کے لئے، ایسے ہی بات کے دھنی تھے تو چلے ہی گئے ——

ہوتے جانتے تب جانتی "

اشتیاق کے پاس ان باتوں کا کیا جواب تھا سوا اس کے کہ ستا رہے

محبت بھری نظروں سے اُسے دیکھتا رہے، لیکن اس کی نگاہ اب تک

بے اصول تھی، وہ ہی حسرت کا اصول۔

دیکھنا بھی تو انہیں دور سے دیکھا کرنا۔

شیوۂ عشق نہیں حُسن کو رسوا کرنا

اتنے میں جمال واپس آگیا۔ اس نے دیکھا اشتیاق صاحب نہایت

اطمینان سے سگریٹ کا دھواں چھلے بنا بنا کر اُڑا رہے ہیں اور نکہت اُن

کا سامان کھول رہی ہے۔ اُسے بڑی حیرت ہوئی ———
سے پکارا۔ "ایں چہ می بینم بہ بیداری است یارب یا بہ خواب؟"

اشتیاق نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ بدستور دھوئیں کے مرغ
رہا تھا۔ نکہت نے کہا۔ "اگر آپ کی آنکھیں بند ہیں تو آپ جو کچھ دیکھ رہے
یہ خواب ہے اور اگر کھلی ہیں تو بیداری ہے۔!"

اشتیاق ہنسنے لگا۔ "خوب جواب دیا بھئی ——— اب فرمائیے
صاحب! وہ واقعی اس وقت کچھ جھینپ سا گیا۔

"میرا مطلب یہ ہے کہ تم جاتے جاتے کیوں رک گئے؟"

نکہت اپنی مصروفیت کو قائم رکھتے ہوئے بولی۔ "ہوائی جہاز
جا رہے تھے میں نے روک لیا۔!"

جمال کے دل پر ایک دھچکا سا لگا۔ اس نے اپنے دل سے سوال
اگر اشتیاق ہوائی جہاز سے جا رہا تھا تو مس نکہت آرا بیگم کو اس میں اُسے
کی کیا ضرورت تھی؟ ——— کیا ان دونوں میں صرف بھائی بہن
نہیں کچھ اور بھی ہے؟ ——— اور یہ سوچتے ہی اس کا دل زور
سے دھڑکنے لگا۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے؟ اگر ایسا ہوا تو؟ میں نے جو کچھ
تھا ——— غلط تھا؟ میں سفید دل کا جو دیا روشن کیا
وہ سوائے ایک معمولی سے جھونکے سے بجھ جائے گا" جو توقعات میں
قائم کی تھیں، کیا ان کی کوئی بنیاد نہیں تھی؟ یہ سوچتے سوچتے وہ
اس عالم میں بیٹھا رہ گیا کہ اس کے کانوں میں نکہت کی آواز آئی

سے پوچھ رہی تھی "آپ نے دوپہر کا کھانا کہاں کھایا؟"

وہ بولا - "کہیں نہیں"

نکہت نے بے قرار ہو کر دریافت کیا "تو آپ صبح سے اتنک فاقہ سے ہیں؟"

اشتیاق کو صبح ناشتہ کے وقت بھی بھوک تھی، دوپہر کو بھی خوب کھل رہی تھی لیکن اس کا دل خون ہو رہا تھا، نکہت نے اسے بڑی زبردست بات دی تھی۔ وہ ناشتہ کس طرح کر لیتا، یا کھانا کیسے کھاتا؟ اور اب نکہت کے پوچھتے ہی اس کے پیٹ میں چوہے دوڑ رہے تھے۔ بھوک بڑی شدت کے ساتھ لگ آئی۔ اس نے کہا "ہاں فاقہ سے ہوں اور بھوک کے مارے نڈھال ہوا جا رہا ہوں"

اس نے پوچھا "کسی ہوٹل میں کیوں نہ کھا لیا؟"

جواب ملا - "جی نہ چاہا!"

وہ اپنا کام ادھورا چھوڑ کر اٹھ کھڑی ہوئی "آپ بھی بڑے وہ ہیں، صبح سے اتنک فاقہ سے ہیں، آخر کیوں؟ ——— میں سمجھ گئی!"

اشتیاق مسکرایا "کیا سمجھیں؟"

نکہت "آپ شائد خفا ہو گئے تھے، مجھ سے کسی بات پر؟ کیوں ایسا تھا نا؟"

جمال یہ اپنائیت اور محبت کی باتیں سن رہا تھا - اور اس کے دل پر چوٹ کاری لگ رہی تھی، وہ اپنے دل سے بار بار پوچھتا تھا۔

خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم،

میں نے جو غلط اندازہ لگایا تھا، جو کچھ سوچا تھا، وہ سب غلط
اس کی بنیاد محض ریت پر تھی؟ اس کی طبیعت یہ باتیں سُن سُن کر مجھ
تھی لیکن اپنی جھنجھلاہٹ وہ کس پر اُتارتا؟ کیا اشتیاق پر، لیکن اس
شبہ دیا تھا کہ وہ نکہت کو چاہنے لگے۔ نکہت پر، لیکن اس نے کب
تھا کہ میں تم سے محبت کرتی ہوں، کیا خود اپنے اوپر؟ ——
ساری خطا میری ہے، صرف میری اور کسی کی نہیں!

اشتیاق نے کہا۔ "میں واقعی احمق ہوں!"

نکہت نے حیرت زدہ ہوکر پوچھا۔ "آپ احمق ہیں؟"

وہ بولا۔ "ہاں اور کیا، یہ حماقت نہیں تو کیا ہے کہ بھوک سے
ہوتا رہا، لیکن کھانا نہیں کھایا، مگر یہ خیال دل سے نکال دو کہ میں تم سے
تھا — یہ کبھی نہیں ہوسکتا!"

"وہ خوش ہوگئی، اچھا نکال دیا دل سے یہ خیال، اب تو خوش ہو

"ہاں بہت زیادہ!"

"شکریہ"

خالی خولی شکریے سے کام نہیں چلے گا، جائیے، کھانا کھا کر آئیے

اشتیاق مچل گیا۔ "یہ نہیں ہوگا۔"

"کیوں آخر؟"

"نہ صبح کا ناشتہ تمہارے ساتھ کیا، طبیعت متلا رہی تھی،

کیا تمہارے ساتھ کھایا۔ اور اب رات کا کھانا بھی تمہارے ساتھ نہ کھاؤں
اکیلا اکیلا جاکر کھالوں؟ یہ نہیں کروں گا۔

"لیکن آپ کو بھوک جو لگ رہی ہے!"

"لگنے دو ——— کہیں بھاگ تو نہیں جائے گی، جہاں اتنی دیر
گزری، دو گھنٹے اور سہی، میں انتظار کرلوں گا!"

وہ اُٹھ کھڑی ہوئی۔ "چلیئے اُٹھیئے!"

اشتیاق نے پوچھا۔ "کہاں؟ ——— کہاں لئے چل رہی ہو!"

"ہوٹل ——— میں نے دوپہر کو یونہی منہ جھٹال لیا تھا، مجھے بھی
بڑے زور کی بھوک لگ رہی ہے!"

اشتیاق اُٹھ کھڑا ہوا۔ "چلو بھئی!"

نکہت نے جاتے جاتے جمال سے کہا۔ "ہم ابھی آتے ہیں!"

جمال نے کوئی جواب نہیں دیا، سگار ابتک اس کے دانتوں تلے دبا ہوا
تھا لیکن دھوئیں کا کہیں پتہ نہ تھا۔

نکہت، اشتیاق کے ساتھ ہوٹل چلی گئی، اور جمال دھم سے بستر پر
گر پڑا۔ اس کا جی چاہ رہا تھا کہ دیوار سے اپنا سر پھوڑ لے۔ یہ اتنی جلدی کیا
ہو گیا، یہ کیسا انقلاب آگیا؟ وہ بار بار اپنی حالت کا جائزہ لیتا تھا، لیکن کہیں
سے بھی نکہت کو مجرم نہیں پاتا تھا، غلطی اگر تھی تو خود اس کی، اس نے نکہت
کو کیا چاہا، اس نے، کسی وجہ کے اتنی بڑی توقعات کیوں قائم کرلیں؟"

اس خیال سے دور ہٹنے کے لئے اُس نے سامنے پڑی ہوئی ایک

کتاب اُٹھائی، یہ لوئی فشر کی مشہور کتاب [illegible] of Stalin [illegible]
———— تھی، کتاب کا نام دیکھتے ہی اس نے اُسے اُٹھا کر دور [illegible]
پھینک دیا، وہ بڑبڑانے لگا: اُس کی جو بات ہوتی عجوبہ ہوتی از جس [illegible]
پیرہ مس نکہت چپ چپاتے آکر میرے دل میں آکر بیٹھ گئیں، اور دفعتہً ایک [illegible]
لگا کر اشتیاق صاحب کے قلب پران کی ریاستے دل کی رونق بن گئیں [illegible]
پہلا عجوبہ اور دوسرا عجوبہ یہ ہے کہ اسٹالن ابھی تک زندہ اور بائیں [illegible]
موجود رہے۔ قصر کریملن اس کے وجود سے رشکِ جناں بنا ہوا ہے لیکن
فشر صاحب فرماتے ہیں وہ مرگیا۔

ہم پوچھتے پھریں کہ جنازہ کدھر گیا
مرنے کی "اُس کے" روز اُڑائی خبر غلط

یہ شعر جیسے ہی اس کی زبان پر آیا، بے ساختہ اس کے منہ سے [illegible]
گیا، بھئی یہ ناظم رامپوری بھی بڑے غضب کا شاعر تھا، کمبخت نے اس غزل [illegible]
کیا کیا شعر نکالے ہیں۔ ؎

سوزِ جگر سے ہونٹ پہ چھالا ابھرا،
شورِ فغاں سے جنبشِ دیوار و در غلط

اور کیا ہے وہ پہلا شعر یعنی مطلع اِس غزل کا، ہاں

کیوں یہ کہا کہ دعوئے اُلفت مگر غلط
کہنے لگے کہ ہاں غلط اور کس قدر غلط

اِن شاعروں کو دوسروں کے جذبات کی ترجمانی میں کیسا ملکہ [illegible]

...نے ہجر کے جذبات کی ترجمانی کی ہے۔ خود اس کے دل کے جذبات تو کسی قیمت ...نہیں ہو سکتے، وہ رامپور کا فرماں روا تھا۔ دنیا اس کی مٹھی میں تھی، روپے ...دلیل تھی، کس میں ہمت تھی کہ اس کے دعوئے الفت کو جھٹلاتا؟ ...نے نہیں تھا کہ محبت کرے۔ اس نے تھا کہ اس سے محبت کی جائے ...ت علی خاں ناظم تھا، جمال جیسا شوریدہ سر اور آشفتہ مزاج نہیں، ...سوچتے سوچتے وہ پھر ناظم کا شعر زیرِ لب گنگنانے لگا۔

کیوں یہ کہا کہ دعوئے الفت ــــــــ

باب ۲۲

جہاں ساقی ہو تو باطل ہے دعویٰ ہوشیاری کا

اشتیاق میں بہت سی خوبیاں تھیں لیکن وہ زود حس زیادہ تھ
میں بہت سی کمزوریاں تھیں لیکن وہ چیونٹی کی طرح مستقل مزاج تھ
دیوار پر چڑھتے وقت بار بار گرتی ہے لیکن ہمت نہیں ہارتی، گرتی ہ
چڑھتی ہے، پھر گرتی ہے، پھر چڑھتی ہے، گویا یہ گرنا اور چڑھنا
کی رہ روی کا ایک جزو ہے، نکہت میں وہ تمام رعنائیاں تھیں جو
مکمل عورت میں ہونی چاہئیں، اخلاق، کردار، سیرت، مزاج، اس لحاظ
وہ "چندے آفتاب اور چندے ماہتاب" تھی، لیکن ایک کمی اس میں
اپنی طرح ہر ایک کو وہ صاف دل اور صاف طبع سمجھتی تھی، اس کے
میں کسی کے لئے یہ خیال آ ہی نہیں سکتا تھا کہ وہ برا ہے یا برا ہو

وہ جس آدمی جس قدر جلد خفا ہوتا ہے اسی قدر جلد خوش بھی ہو جاتا ہے
ے خفا ہوتے دیر لگتی ہے نہ خوش ہوتے۔ خفا ہوگا تو معلوم ہوگا، جان سے
ے خوش ہوگا تو ایسا محسوس ہوگا، جیسے اُسے کبھی کسی غم سے سابقہ
پڑا۔ یا تو وہ نکہت سے اتنا خفا تھا کہ ہوائی جہاز سے اُڑا جا رہا تھا۔
ب جو خوش ہوا، تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے نکہت سے بڑھ کر نہ دنیا میں
نعمت ہے نہ ہو سکتی ہے۔ اس وقت وفورِ مسرت اس کی حالت یہ تھی،
وہ پاؤں رکھتا کہیں تھا، پڑتا کہیں تھا۔ وہ کہنا کچھ چاہتا تھا، کہتا کچھ تھا وہ
مسلسل دزدیدہ نگاہی سے نکہت کو دیکھے جا رہا تھا اور وہ بھی بڑی بے پروائی
مسرت کے ساتھ اس کی اس مسرت میں برابر کی شریک تھی۔ اتنی خوش
جیسے اس سے بڑی خوشی کوئی اور ہو ہی نہیں سکتی۔

ہوٹل سے واپسی میں نکہت نے کہا، "آپ کے جھگڑوں میں ایسی
کی کہ خط کا ذکر آپ سے کر ہی نہیں سکی!"

اشتیاق نے پوچھا۔ "خط؟ —— گھر سے کوئی خط آیا ہے؟"

وہ بولی۔ "ہاں —— دردانہ کا!"

"کیا لکھا ہے؟" اشتیاق نے پوچھا۔

"بڑی دلچسپ باتیں" نکہت نے جواب دیا۔

"دلچسپ یا شرارت سے بھری ہوئی؟" اشتیاق نے کہا۔

"بھی شرارت سے بھرپور!" پھر وہ ہنسنے لگی، جب ہنس چکی تو کہا۔
"اس نے لکھا ہے، تمہارا خط ملا، میں اس اُمید میں تھی کہ خط لفافہ

کے بجائے پارسل نہیں ہوگا، اور پارسل میں دو چیزیں ہونگی، ایک بھیا
خط، لیکن تم نے لفافہ میں خط بھیجا، بھیا وہیں رہ گئے، دیکھو تاکید کر
اب کی بار لفافہ کی بجائے پارسل آئے اور اگر پارسل کے بجائے خط
فوراً واپس کردوں گی ———— " دیکھا آپ نے
ہے دردانہ ————؟"

"شریر نہ کہو، شیطان کہو ———— اور کیا لکھا ہے؟"

"اور بھی بڑے مزے مزے کی باتیں لکھی ہیں، ———— لکھا
کہ زبیدہ پھوپھی جب تمہیں یاد کرکے رونے کا ارادہ کرتی ہیں، بھیا
کہتے ہیں اگر تم ذرا بھی روئیں تو میں بھی امریکہ چلا جاؤں گا، پس خوب چپ
وہ ڈرتی ہیں کہیں بھیا جان امریکہ سے کوئی نئی بیوی نہ لے آئیں ———— سنا آپ
یہ شیطان کی خالہ ابّا جان کے بارے میں بھی شرارت سے نہیں چوکتی

اشتیاق بولا۔ "ارے بھئی اس کی شرارت کو کیا پوچھتی ہو، اس
مذہب میں ہر شخص دُنیا میں اس لئے پیدا کیا گیا ہے کہ اس سے چھیڑ ہو
جائے۔ وہ بڑے چھوٹے، بوڑھے جوان کسی کو نہیں دیکھتی، ایک دفعہ
واقعہ ہے کہ ابّا جان کے ایک دوست آئے، کافی معمر آدمی تھے حقّہ
پیتے تھے، بار بار چلم اس کی طرف بڑھا دیتے تھے، دُردانہ بیٹیا ذرا
وہ بڑی سعادت مندی سے تعمیل کرتی رہی، جب تھک گئی تو بجائے
کے دھتورہ رکھ لائی، وہ دن ہے اور آج کا دن ہے کہ وہ ہمارے
یہاں نہیں آئے۔!"

ہت ہنسنے لگی۔ "کس منہ سے آتے بیچارے۔ لیکن کچھ سزا نہیں ملی؟"

جرم کرکے وہ اتنی معصوم صورت بن جاتی ہے کہ شبہ نہیں ہوتا کہ یہ
س نے کی ہوگی! فیرنی میں شکر کے بجائے نمک اور قورمہ میں نمک کے
شہد تو وہ اکثر ڈال چکی ہے!

ہت پھر ہنسنے لگی۔ اب یہ دونوں قیام گاہ پر پہنچ چکے تھے، جمال
ب بدستور سگار منہ میں دبائے گنگنا رہے تھے اور ٹہل رہے تھے، اشتیاق
چھا۔ "کیا گنگنا رہے ہو؟"

وہ جل کر بولا "ایک مرثیہ کے چند بند ہیں!"

شتیاق بھی موڈ میں تھا، برجستہ اس نے جواب دیا، "جب ہی اس
اتمی لباس پہنے ہوئے ہو!"

جمال کے سیاہ سوٹ پر یہ پھبتی تھی ایسی چپکی کہ وہ لاجواب ہوگیا۔
ہت نے ایک اور ردّا جمایا۔ "جمال صاحب کوئی بات نہیں، آدمی
ست ہر وقت حاضر نہیں ہوتی، اس وقت لاجواب ہوگئے، پھر کسی وقت
کا ان سے ——————— !"

جمال اس وقت کسی اور ہی رنگ میں تھا۔ "میں انتقام نہیں لیتا!"
شتیاق کو اس کی کیفیت کا بالکل اندازہ نہیں تھا۔ اُس نے پھر ایک
ا۔ "انتقام لیتے نہیں یا لے نہیں سکتے؟"
جمال نے قدرے جھنجھلا کر پوچھا۔ "میں سمجھا نہیں آپ کیا کہنا
تے ہیں؟"

اِشتیاق نے جواب دیا۔ "بہت معمولی بات ہے، عزر کر
جاؤ گے۔ میرا مطلب یہ تھا کہ :-

کہاں سے لائے گی بُلبُل دہن میرا زباں میری

"جو فقرے اس خاکسار کے منہ سے آب دار موتی کی طرح بر
ہیں۔ وہ آپ کہاں سے لائیں گے، لہٰذا بات یہ ہوئی کہ انتقام ایک
آپ بار بار لیں، لیکن لے نہیں سکتے!" یہ کہکر اشتیاق نے ایک فلک
قہقہہ لگایا، جمال جلا ہُوا تو تھا ہی برس پڑا۔
"ایک مہمل سی بات کہکر اتنا حد سے زیادہ خوش آپ ہی کو
——————— سبحان اللہ!"
نکہت بیچ میں بول پڑی"، اس بحث کو ملتوی کیجئے۔ آج ہم
پروگرام بنایا ہے"۔
اِشتیاق نے پوچھا۔ "کیسا پروگرام؟"
جمال اس کی طرف دیکھنے لگا۔
وہ بولی۔ "سینما دیکھنے کا جی چاہ رہا ہے، کیا آپ چلیں گے؟"
اقرار کرسکتا تھا، نہ انکار، وہ سوچنے لگا کہ کیا جواب دے کہ نکہت
بات کہدی، "اگر سر میں درد ہو رہا ہے تو نہ جایئے؟
اشتیاق سے پھر ضبط نہ ہوسکا۔ "سر میں نہیں دانتوں میں
ہوگا بیچارے کے، کیوں جمال؟" جمال نے تو کوئی جواب نہیں دیا،
پوچھ بیٹھی "یہ آپ نے کیسے جان لیا کہ سر میں نہیں دانتوں میں درد

شتیاق بولا، "کتنے گھنٹے ہوگئے۔ بیچارہ سگار دانتوں کی چکی میں پس رہا
ڑی طرح !"

جمال نے سگار منہ سے نکال کر پھینک دیا اور بستر پر جا کر دھم سے گر پڑا۔
شتیاق اس کے پاس گیا، "خفا ہو گئے تم تو؟"

ب اس کا مزاج اصلاح پر آچکا تھا، اس نے دوسرا سگار سلگایا اور کہا،
ہم جیال ہے۔ اشتیاق نہیں، آپ بے بات کی بات پر خفا ہو جاتے
یں معقول بات پر بھی نہیں بگڑتا !"

ہت بولی "آپ نے انتقامی کارروائی ابھی سے شروع کر دی۔"

ریئے۔"

وہ چپ ہوگیا۔

ہت نے کہا "کپڑے بدلیئے !"

وہ دوسرے کمرے میں لباس تبدیل کرنے چلا گیا۔ پھر وہ اشتیاق سے
"آپ کیوں کھڑے ہیں، کیا یونہی چلئے گا؟" ——— وہ نکٹائی
ے گا۔ نکہت نے کہا۔ یہ نہیں جو لندن میں لی تھی۔

شتیاق کا دل کنول کے پھول کی طرح کھل گیا۔ اس نے کہا، ہاں وہی
ں کا خوب یاد دلایا تم نے، جب سے اُسے خریدا ہے، بیچاری نجس
ے کیا کہتی ہو گی کیسے نا قدروں سے پالا پڑا ہے ——— اور تم
ساڑی پہنو گی؟ ساڑی یا غرارہ کیا مناسب رہیگا؟" آپ بتا یئے!"
یرے خیال میں تو غرارہ کو ترجیح ہے؟

"مجھے آپ کی رائے سے کامل اتفاق ہے ——— لیکن
"وہی جو میری نگشائی کا ہے!"
وہ اپنے کمرے کی طرف لپکی اور جاتے جاتے اُس نے کہا: "
نے میرے دل کی بات کی، نہ ہی پہنوں گی ——— ابھی آ
یہ الفاظ سُنکر اشتیاق کی یہ کیفیت ہوئی کر
نہ ٹھہرا جائے ہے مجھ سے نہ بھاگا جائے ہے مجھے
اور اپنے کمرے میں جمال لباس تبدیل تو کر رہا تھا لیکن رہ رہ کر
جھنجھلا رہا تھا، وہ اپنے آپ سے پوچھ رہا تھا، آخر میں کیوں جا
سینما؟ مجھے ساتھ چلنے کی فرمائش کیوں کی جا رہی ہے؟ "کیا یہ وہی کھیل
ہے جو بلّی چوہے کے ساتھ کھیلتی ہے، وہ اُسے اپنے دانتوں میں
مار مار کر ادھ موا کر کے چھوڑ دیتی ہے، وہ نڈھال، اور پریشان حال
کر کے بھاگنے کی کوشش کرتا ہے جب ذرا دُور نکل جاتا ہے تو
ہی زقند میں اس کے پاس پہنچتی ہے اور پھر اُسے دبوچ لیتی ہے
اس کی کھال میں پیوست کر دیتی ہے، پھر پنجے مار مار کر اُسے لہولہان
ہے ——— اور پھر چھوڑ دیتی ہے!" کیا یہی سلوک میرے
کیا جا رہا ہے؟" لیکن میں اتنا کمزور کیوں ہوں کہ چوہا بن گیا۔ وہ آخر
کیوں ہے کہ مجھے بلّی کی طرح چھاپ بیٹھی؟ کیا میں انکار نہیں کر سکتا
اتنی سی اخلاقی جرأت بھی مجھ میں نہیں ہے؟ ——— میں
نہیں جاؤں گا۔ کیوں جاؤں؟ نہ کسی کا دبیل ہوں، نہ کسی کا غلام

وہ کپڑے بدل کر باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہے کہ سولہ سنگار کئے اشتیاق صاحب
ے ہیں، جیسے کسی برأت کا دولہا، اور ہزار اندر ہزار، رعنائی و دلربائی کی
ویر آئینہ کے سامنے نکہت کھڑی اپنے بالوں کو درست کر رہی ہے،
نے آئینہ کے اندر سے جمال کو کپڑے بدل کر باہر آتے دیکھا۔ اور اپنی
وفیت کو جاری رکھتے ہوئے کہا "آ گئے، آپ؟"

جمال کے منہ سے کچھ نہ نکل سکا، سوا اس کے "ہاں آ گیا"

وہ بولی۔ "گھڑی دیکھئے!" جمال کی آنکھ بے اختیار گھڑی پر گئی اور بے ساختہ
کے منہ سے نکلا "نو، ۹ بجے ہیں!"

نکہت نے جلدی سے کنگھا پرے پھینکا۔ اور دوپٹہ ٹھیک کرتی
پاس آکر کھڑی ہو گئی۔ "ذرا میرا وہ کوٹ تو اٹھا دیجئے،" جمال نے
ے چون و چرا اس حکم کی تعمیل کی،

"شکریہ" اُس نے جلدی جلدی کوٹ پہنا اور دروازہ کی طرف
یاق کے ساتھ بڑھتے ہوئے کہا "آیئے"

جمال انکار نہ کر سکا، چپ چاپ ساتھ ہو لیا۔ کتنا مضبوط فیصلہ کیا
اس نے، لیکن کتنا بودا نکلا وہ فیصلہ ——!

حریفِ جوششِ دریا نہیں خودداریِ ساحل،
جہاں ساقی ہو تو باطل ہے دعویٰ ہوشیاری کا

باب ۲۳

فقرے!

یہ ایک چارلی چپلن کی فلم تھی۔ اس فلم کا ڈائرکٹر بھی وہی تھا، اور ہیرو
ایکٹر بھی۔ فلم بڑی مضحکہ خیز تھی لیکن ساتھ ہی ساتھ معنی خیز بھی،

اشتیاق کا یہ حال تھا کہ وہ ہنستے ہنستے بے حال ہوا جا رہا تھا۔
نکہت بھی اکثر موقع پر اپنا تبسم نہ روک سکی۔ اور جمال؟ ——— وہ ایک
مجسمے کے مانند مبہوت اور خاموش بیٹھا تھا۔ فلم دیکھ کر جب یہ لوگ پک
پہ واپس آئے تو نکہت نے جمال سے پوچھا، "کہیے فلم کے بارے میں کیا
رائے ہے آپ کی؟"

جمال نے ذرا رکتے رکتے کہا۔ "اچھی تھی"

اشتیاق نے ٹوکا "اماں کیا کہا، اچھی تھی؟ صرف اچھی، ارے اس

...زیادہ کچھ نہیں۔ ——————— ہونہہ!"

سخن فہمی عالم بالا معلوم شد،

واہ بھائی واہ خوب سمجھے، خوب داد دی! ——— ارے بھائی
...ی نہیں، بہترین تھی!

...ہت بولی۔ "صرف بہترین؟ آپ بھی کمال کرتے ہیں،
...ن نہیں لاجواب کہیے، لاجواب ——— رُلانا بہت آسان ہے،
...بہت مشکل ہے جو شخص، اتنی کامیابی سے، اتنی دیر تک اتنے بڑے
...بنا سکتا ہے، اس سے بڑھ کر فنکار کون ہوگا؟"

اشتیاق نے تائید کی "یہی تو میں بھی کہہ رہا تھا۔ بالکل یہی بات ہے"
نکہت نے کہا۔ "آپ جو کچھ کہہ رہے تھے وہ تو میں نے جان لیا ——
—— سوال جمال صاحب کا ہے، یہ تو بولتے نہیں!"

اشتیاق نے سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا۔ "یہ بیچارے کیا بولیں گے؟
...کیوں —— کیا یہ بول نہیں سکتے آپ نہیں جانتے یہ تو فلم کے
...بڑے نقاد، معتقد بھی ہیں۔"

...یہ کیوں خاموش ہیں —— بتائیے میاں جمال؟"

نکہت نے جمال کی طرف دیکھا اور کہا، "کہہ دیجئے۔

ہے کچھ ایسی ہی بات جو چپ ہوں
ورنہ کیا بات کر نہیں آتی؟"

...یہ سن کر نکہت مسکرا دی، اشتیاق ہنس پڑا۔

جمال نے کہا

اشتیاق صاحب، اب میں بھی کچھ کہہ چلوں گا!

وہ بولا۔ فرمایئے، ضرور فرمایئے، ہم تو سُننا چاہتے ہیں"!

جمال :۔ یہ فلم نہائت مہمل تھی!"

اشتیاق :۔ "یہ تو آپ نے کوئی چونکا دینے والی بات نہ کہی اُس

روتے ہوئے چہرے سے اور اُمید بھی کیا ہو سکتی تھی!

جمال :۔ طنز و مزاج سے کام نہیں چل سکتا——— آپ فنی

سے گفت گو کیجیئے۔ ———!

اشتیاق اپنے بستر پر پہنچ گیا، اُس نے کہا۔ "بتایئے فنی اعتبار سے

کیا نقائص تھے اس فلم میں؟"

جمال نے جواب دیا۔ "نقائص ہی نقائص تھے، کوئی اچھائی ہو تو

بھی جائے"!

کوئی خوبی نظر آتی نہیں ظالم تجھ میں"

نکہت بولی۔ اور وہ دوسرا مصرعہ بھی پڑھ کر شعر مکمل کر دیجئے۔

اے فلک پیری و صد عیب! سے کہتے ہیں

"لیکن نہ چارلی کا نام فلک ہے اور نہ وہ بوڑھا ہے"

اشتیاق نے لیٹے لیٹے کہا: "اسی لئے تو انہوں نے دوسرا مصرعہ

سے گریز کیا تھا——— کیوں، جمال؟"

اب جمال سے ضبط نہ ہو سکا، وہ بڑی دیر تک فلم کے فرضی

ناقص پر لیپے دار تقریر کرتا رہا، جب بڑی دیر ہوگئی، اور اس کی تقریر جاری ہی تو اشتیاق کھڑبڑا کر اُٹھ بیٹھا، اُس نے کہا، "جمال صاحب، جمال صاحب ذرا سنئے تو!"

جمال نے تقریر روک دی اور اشتیاق کی طرف دیکھنے لگا۔

اشتیاق نے کہا "میں ایک بات بڑی دیر ہوئی بھول گیا تھا، اب یاد آئی ہے، خدا کے لئے سُن لیجئے، ورنہ پھر بھول گیا تو غضب ہو جائے گا!"

جمال نے بڑے اخلاق سے کہا۔ فرمایئے ——— سُن رہا ہوں!"

اشتیاق نے سنجیدگی اور معصومیت کی پوری کیفیت اپنے اُوپر طاری کرتے ہوئے، بڑے اطمینان سے کہا" وہ بات یہ تھی میں ہار گیا!"

جمال نے حیرت سے پوچھا: ہار گئے آپ؟ ——— کس سے؟"

اشتیاق نے اسی انداز میں جواب دیا، "آپ سے ——— آپ تقریر بند کیجئے، اور سو رہیئے۔ شکریہ"

یہ کہہ کر وہ بستر پر دراز ہوگیا، اور کمبل اوڑھ کر اس نے منہ بند کر لیا۔

میں اس بات اور اس ادا پر ہنستے ہنستے لوٹ ہوگئی، اس نے جمال سے کہا "آپ انتقام کا خیال واقعی دل سے نکال دیجئے، یہ چوٹ پر چوٹ کرتے جاتے ہیں اور آپ بے بسی کے ساتھ لاجواب ہو جاتے ہیں، آخر آپ کس کس بات کا انتقام لیں گے۔ کوئی ایک بات ہو تو کہی بھی جائے۔ صبح سے اب تک درجنوں فقرے چُست کر چکے ہیں آپ پر!"

جمال اس وقت بالکل موڈ میں نہ تھا، وہ آرام کرسی پر لیٹ گیا۔

سگار بجھ گیا تھا، اُسے پھر سے سلگایا اور کہا"۔ اب سو جائیے، ـــــ
کوئی بات کہی تو اشتیاق صاحب پھر زندہ ہو جائیں گے۔!"

نکہت ہنس پڑی، "لے لیا آپ نے انتقام، ساری باتوں کا انتقام
لے لیا، بڑے مزے کا جملہ کہہ گئے آپ!"

اشتیاق نے کوئی جواب نہ دیا، جھوٹ موٹ خراٹے لینے لگا گویا
سو رہا ہے۔ نکہت بولی، "سچ کہا تھا آپ نے۔ آپ کے ایک ہی لفظ نے
ان میں زندگی کے آثار پیدا کر دیئے، اب کے اگر کچھ بولے آپ تو واقعی
یہ کھڑ بھڑا کر اُٹھ بیٹھیں گے۔!"

جمال نے جواب دیا، "مطمئن رہیئے، میں اتنا بیوقوف نہیں ہوں۔"
تھوڑی دیر میں اشتیاق بھی سو گیا۔ اور نکہت بھی نیند میں غافل ہو گئی
لیکن جمال بدستور جاگ رہا تھا! کل کی رات اشتیاق کھیا گتے گزری تھی آج
سو رہا تھا، اور جمال اس کی قائم مقامی کر رہا تھا، وہ بار بار نکہت کی انتا
طبع پر غور کرتا تھا، وہ سوچتا تھا، کس قسم کی ہے یہ لڑکی؟ لگاوٹ کی باتیں
کرے گی تو ایسی کہ آدمی غلط فہمی میں مبتلا ہو جائے۔ کھنچے گی تو اس طرح
کہ آدمی کی ساری اُمیدیں ختم ہو جائیں، اور پھر ایک بات اور بھی بڑی عجیب
ہے! مجھ پر اور اشتیاق پر باری باری سے، لیکن برابر کی چوٹ ہو رہی ہے
کل اشتیاق کی طرف ذرا بھی التفات نہیں تھا، میں مرکز لطف و کرم بنا ہوا
تھا، آج میری شامت کا دن تھا اور اشتیاق صاحب ہر لطف و کرم کے
مورد بنے رہے، ـــــــ دیکھیئے کل کیا ہوتا ہے! کل کس کی

باری آتی ہے ——————؟ جمال بار بار اپنے دل پر زور دیتا تھا کہ وہ
ہت کے خیال سے دست بردار ہو جائے، لیکن اس کی ایک کمزوری تھی،
وہ نکہت کے حسن جہاں سوز کا پجاری بن چکا تھا۔ وہ دنیا کی ہر چیز سے
ت بردار ہو سکتا تھا لیکن نکہت سے نہیں۔ دل نے اس سے کہا "نکہت
یری اور صرف میری ہے!" اس نے دل سے کہا "یوں نہیں —————— یوں
ہو میں نکہت کا، صرف نکہت کا ہوں —————— نکہت کس کی ہے، یہ
ناز نکہت بھی ابھی نہیں جانتی —————— لیکن کوئی مضائقہ نہیں وہ ایک نوآموز
یا مٹر چھوکری ہے، وہ اگر کسی سے محبت نہیں کرتی تو میں اُسے یہ فن سکھاؤں
گا، محبت کرنے لگے گی مجھ سے، اُسے مجھ سے محبت کرنا پڑے گی! وہ میرے
دام محبت سے بچ کر نہیں جا سکتی" وہ نہیں کہہ سکتی۔

جسے غرور ہو آئے شکار سے!

اور اگر اس نے یہ کہنے کی جرأت کی تو میں یہ چیلنج قبول کر لوں گا، اور
پھر اس سے پوچھوں گا، فرمائیے، اب کیا ارشاد ہے؟" اور یہ اشتیاق
ان تو حضرت اتنی موج میں تھے کہ گویا ہفت اقلیم کے بادشاہ ہیں۔ زبان
قینچی کی طرح چل رہی تھی، لیکن وہ اپنے بارے میں غلط فہمی میں مبتلا
تھا۔ نکہت انہیں نہیں مل سکتی۔ انہیں ہاتھ اُٹھانا پڑے گا اُس سے، شیر
کے شکار پر کوئی دوسرا جانور منہ نہیں ڈال سکتا، اور اگر ایسی جرأت کرے تو
شیر اس کا منہ بھی توڑ سکتا ہے اور سر بھی!" اور پھر اشتیاق سے کھٹکا کیا، وہ
ڈانٹ ب کل نہیں ہوگا، اس کے اثرات زائل کرنے کے لئے میرے پاس

کئی سال بیں، میں اس کے اثرات کو زائل کر دوں گا، اور نکہت کو اپنا بنا لوں
بہت دنوں سے اتنی گہری نیند اشتیاق نہیں سویا تھا جتنی آج
آج اس کی ساری کلفت دور ہو چکی تھیں، جمال پر اُس کا التفات
نہیں ہے کہ وہ مجھے چھوڑ کر اُسے چاہنے لگی ہے، اس لئے ہے کہ وہ ایک
دلچسپ مجلس طراز آدمی ہے، کسی آدمی سے دلچسپی لینے اور اس کی باتوں
سے لطف اُٹھانے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ہم اُس سے محبّت کرتے ہیں
اُسے چاہتے ہیں، نہیں، نکہت میرے سوا کسی کو نہیں چاہ سکتی
صرف مجھے چاہتی ہے۔ وہ میری ہے میرے سوا کسی کی نہیں ہو سکتی۔
اس کا دل اتنا ہی پاک ہے، جتنا اس کا کردار! ——— اور اس کا کردار
اتنا ہی بے داغ ہے جتنا اُس کا دل! ———!

باب ۲۴
یہ کیا

یہ بیش دن بڑے سکھ اور آرام سے گزرے، اشتیاق کو نکہت سے پھر
کوئی شکایت نہیں ہوئی۔ وہ اس کی نوازشوں سے لطف اندوز ہوتا رہا جمال
نے اپنے دل کی بات دل ہی میں رکھی، اس نے اپنے طرزِ عمل سے کوئی ایسی
بات نہیں ظاہر ہونے دی جس سے یہ گمان ہو سکتا کہ وہ اشتیاق کا رقیب بن
گیا ہے یا نکہت کو چاہتا ہے، وہ اشتیاق اور نکہت کے مہذب رومان کو
دیکھتا تھا، دل میں جلتا تھا، لیکن بظاہر خوش ہوتا تھا۔ نہ اشتیاق نے اس سے
کہا تھا کہ وہ نکہت کا عاشق ہے، نہ نکہت نے اس کے سامنے اقبال کیا تھا
کہ وہ اشتیاق کو چاہتی ہے لیکن جمال نے محسوس کر لیا تھا، بلکہ یقین کر لیا تھا،
کہ دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، اور عام طور پر محبت کا جو انجام

ہوتا ہے ——— یعنی شادی ——— اس کے لئے بھی تیار رہیں۔ لیکن
ان دونوں کی شادی کیوں نہیں ہوئی۔ کم از کم امریکہ کا سفر کرتے وقت
ہی ہو جاتا؟ اس کی بھی ضرورت کیوں نہ محسوس کی گئی۔ جمال نے اس پر
غور کرنے کی ضرورت نہ سمجھی، اس نے اپنے سامنے صرف ایک بات رکھی
یہ کہ، اشتیاق کی روانگی کے بعد وہ اپنا پانسہ پھینکے گا۔ اور آخر وہ دن آ
اشتیاق کا سامانِ سفر پھر بندھا اور وہ یاس و حرمان کا پیکر بنا ہوا امریکہ
رخصت ہو گیا۔

رخصت ہوتے وقت اس کی آنکھیں پُر آب تھیں، نکہت کی آنکھوں
بھی آنسو جھلک رہے تھے، لیکن جمال خوش تھا، وہ سمجھ رہا تھا، یہ اشتیاق نہیں
اس کا حریف جا رہا تھا، ایک ایسی منزل کی طرف جہاں سے اب وہ واپس نہ
آسکے گا، وہ اشتیاق کو اپنے راستے کا پتھر سمجھ رہا تھا، اور اس کا خیال تھا
یہ پتھر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہٹ گیا، وہ اشتیاق کو اپنے دل کا کانٹا سمجھتا
اور یہ کانٹا آج اس کے دل سے نکل گیا تھا۔ وہ مسرور تھا، اس کی خوشی کی
کوئی انتہا نہیں تھی، اس کی مسرت بے اندازہ تھی۔

جہاز جب تک نظروں سے اوجھل نہ ہو گیا، اشتیاق بالکنی پر کھڑا
اور نکہت اس کی طرف دیکھتی رہی، جہاز دور ہوتا رہا، دور ہوتے ہوتے
نظروں سے اوجھل ہو گیا، لیکن نکہت اپنی جگہ سے نہ ہلی، اس کی محویت
کی کیفیت دیکھ کر جمال نے کہا "مس نکہت، جہاز گیا، ——— اب آپ
دیکھ رہی ہیں؟" وہ چونک پڑی۔

"ہاں چلئے!"

ری سے باہر نکل کر جبال نے کہا، "آج آپ پر ایک خاص قسم کی افسردگی
ی ہے، چلئے کوئی سینما دیکھ آئیں ——— طبیعت بہل جائے گی!"

ہت راضی ہوگئی، اس نے کہا۔ "چلئے"!

س کا خیال تھا کہ سینما دیکھنے سے دل پر جو بوجھ ہے وہ ہلکا ہو جائے
ونوں نے سینما کا رخ کیا، اتفاق سے یہ فلم بھی چارلی چپلن کے ذہن و
ی اختراع تھا۔ ہنسی مذاق سے بھرپور، واقعی اس فلم کے دیکھنے سے
ے بوجھ بڑی حد تک رفع ہو گیا، وہ خوب ہنسی اور لطف اندوز ہوئی،
بال س کی اس کیفیت کو دیکھ رہا تھا۔ سینما سے باہر نکل کر اس نے
ئے کچھ طبیعت خوش ہوئی آپ کی؟"

ہت بولی۔ "واقعی بہت دلچسپ فلم تھی۔ ماننا پڑتا ہے کہ چارلی اپنے
بادشاہ ہے! ——— لیکن آپ تو چارلی اور اس کے فن سے
ے ہیں، آپ کو تو کوئی لطف نہیں آیا ہوگا؟

بال نے کہا، نہیں یہ بات تو نہیں ہے، دن کو دن اور رات کو رات
پڑتا ہے ——— اتنے اچھے فلم کو کوئی برا کہہ سکتا ہے؟

ت: لیکن ایک مرتبہ ادر آپ نے چارلی کا کھیل دیکھا تھا تو آپ نے
بارے میں بڑی زبردست تقریر کر ڈالی تھی۔

ال: جی ہاں مجھے یاد ہے، لیکن وہ تو
مقطع میں آپڑی تھی سخن گسترانہ بات

وہ اور معاملہ تھا، ورنہ فنی خوبیاں اُس فلم میں بھی بہت تھیں، اور

بات اور بھی تھی،

نکہت :۔ "وہ کیا۔؟"

جمال :۔ "اس روز میں کچھ کبیدہ خاطر سا تھا۔"

نکہت :۔ "کبیدہ خاطر کیوں تھے؟ آپ تو بڑے خوش خوش گئے

ہمارے ساتھ"۔

جمال :۔ "مس نکہت آپ نہیں جانتیں، انسان پر مختلف کیفیتیں

رہتی ہیں ——————"

نکہت :۔ "اتنا تو جانتی ہوں ! ———— خود مجھ پر بھی مختلف کیفیتیں

کرتی ہیں ————"

جمال :۔ "اوہو، میرا مطلب آپ نہیں سمجھیں، ———— میں یہ کہہ رہا

انسان اور جانور میں بہت فرق ہے"۔

نکہت :۔ "یہ تو کوئی نئی بات آپ نے نہیں کہی، ایک بچہ بھی جانتا

انسان اور جانور میں فرق ہے اور بہت بڑا فرق ہے"۔

جمال :۔ "جی ہاں ———— میں اسی بہت بڑے فرق کی

اشارہ کر رہا تھا"۔

نکہت :۔ "یہ کہ انسان ہنستا ہے۔ اور جانور نہیں ہنستا، انسان باتیں

اور جانور بے زبان ہوتا ہے، ———— یہی نا؟"

جمال :۔ "جی اس کے علاوہ بھی ایک بہت بڑا فرق ہے"۔

ن :۔ وہ میں نہیں سمجھی۔ فرمایئے۔"

:۔ یہ کہ جانور کا ظاہر و باطن ایک ہوتا ہے، اور انسان کا نہیں۔"

ن :۔ یہ تو آپ نے اور زیادہ عجیب بات کہدی۔"

:۔ لیکن مصیبت تو یہ ہے کہ آپ مجھے کہنے نہیں دیتیں، بیچ میں ٹوک دیتی ہیں۔"

ن :۔ اچھا اب نہیں قطع کلام کروں گی، فرمایئے۔"

:۔ میرا مطلب یہ تھا کہ جانور اپنی خوشی اور ناخوشی کو نہیں چھپا سکتا۔ کتا اگر خوش ہے تو دُم ہلانے لگے گا، خفا ہے تو بھونکنے لگے گا۔ شیر اگر خوش ہے تو آنکھ بھی نہیں ملائے گا، خفا ہے تو بھرپور حملہ کرے گا، یہی کیفیت دوسرے جانوروں کی بھی ہے، اس کے برعکس انسان میں یہ صلاحیت ہے کہ اگر وہ خفا ہے تو بھی اُس کیفیت کو چھپا لینے کی صلاحیت رکھتا ہے اگر وہ خوش ہے تو اپنی خوشی کو بھی روک سکتا ہے۔ میں اس روز ہنس رہا تھا، قہقہے لگا رہا تھا، مذاق کر رہا تھا۔ لیکن میرا دل خوش نہیں تھا ————"

ت :۔ یعنی غالب کے الفاظ میں آپ کہنا چاہتے ہیں۔ ؎

سوزشِ باطن کے ہیں احباب منکر ورنہ زیاں ؟؟؟

دل محیطِ گریہ ولب آشنائے خندہ ہے

ٹھیک سمجھی نا؟

:۔ بالکل ———— بالکل ٹھیک۔"

نکہت": ۔ لیکن اُس روز آپ ملول کیوں تھے؟"

جمال : ۔" تھی ایک بات"

نکہت : ۔" لیکن وہ بات کیا کوئی راز ہے؟"

جمال : ۔" نہیں، راز کیا، اور بھلا آپ سے راز رکھنا کونسی عقلمندی ہے"

نکہت : ۔" آج تو آپ کچھ عجیب قسم کی باتیں کر رہے ہیں، راز تھا بھی نہیں بھی تھا، اسے آپ ظاہر بھی کرنا نہیں چاہتے اور چھپاتے بھی نہیں بنتا ۔ آخر اس قدر رک رک کر کیوں باتیں کر رہے ہیں، صاف صاف کیوں نہیں کہتے؟"

جمال : ۔" اتنی دیر سے تقریر کر رہا ہوں، لیکن آپ میرا مفہوم اب تک نہیں سمجھ سکیں"

نکہت : ۔" تو آپ سمجھا کیوں نہیں دیتے؟"

جمال : ۔" میں تو عرض کر رہا ہوں کہ انسان اس پر قدرت رکھتا ہے کہ اپنے جذبات و احساسات کو ظاہر کرے یا نہ کرے"

نکہت : ۔" اور جانور اس صلاحیت سے محروم ہے؟"

جمال : ۔" جی ہاں، یہی بات ہے"

نکہت : ۔" تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ آپ انسان ہیں!"

جمال ہنسنے لگا ۔" یہی سمجھ لیجئے......!"

نکہت : ۔" وہ تو میں نے سمجھ لیا، لیکن آپ کی طبیعت کا یہ اتار چڑھاؤ آخر کس جذبہ کا تابع ہے"

"بہت اچھا لفظ استعمال کیا آپ نے ــــــــــ جذبہ"
کیا مطلب ہے؟"

"ہماری اُردو زبان دوسری زبانوں کے مقابلہ میں بڑی مالدار ہے اس کے ذخیرہ میں ایسے ایسے کثیر المعنی اور وسیع المفہوم الفاظ بھرے پڑے ہیں جن کا جواب کوئی دوسری زبان نہیں دے سکتی، لیجئے اب اُردو زبان کا ذکر خیر شروع ہو گیا۔"

"جی ہاں ــــــــــ میرا مطلب یہ تھا کہ اسی "جذبہ" کے لفظ کو دیکھئے، کتنا چھوٹا سا اور مختصر سا لفظ ہے لیکن مفہوم کی ایک دُنیا اس کے اندر آباد ہے۔"

بہت حیرت سے جمال کو دیکھنے لگی! اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ جمال کو آج کیا ہو گیا ہے، وہ کس قسم کی باتیں کر رہا ہے۔ اور ان باتوں کا مقصد کیا ہے"؟ اس نے کہا۔ "آپ ضرورت سے زیادہ ذہین ہیں، اسی ذہانت نے آپ کو فلسفی بنا دیا ہے، اور اسی وجہ سے آپ کی بات کا سمجھنا ہر کس و ناکس کے بس کا روگ نہیں ہے"

اس نے کہا۔ "آپ نے جو تجزیہ میری طبیعت کا کیا ہے، وہ بالکل درست ہے ــــــــــ لیکن میری باتوں کا تعلق ہر کس و ناکس سے ہے بھی تو نہیں"

"پھر کس سے ہے؟"

"کسی سے نہیں،"

نکہت :۔ پھر آپ بہکنے لگے "۔

جمال :۔ "جذبہ" کے بعد یہ آپ نے پھر دوسرا لفظ اس سے بھی زیا...

اچھا اور اہم استعمال کیا ہے

نکہت :۔ یہ بھی اپنے اندر مفہوم کی ایک دنیا آباد رکھتا ہے ،

جمال :۔ بے شک ــــــ میں آپ سے سچ کہتا ہوں کوئی دو...

زبان نہ جذبہ کا مترادف پیش کر سکتی ہے نہ "بہکنے" کا، آپ ...

ذہانت کا ذکر کر رہی تھیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ذہین آپ ...

نکہت :۔ شکریہ "اس قدر افزائی کا ــــ لیکن جس ذہانت کی تر...

کر رہے ہیں، اس کی مالک ہونے کے باوجود میں اب تک ...

نہیں سمجھ سکی کہ آپ کہنا کیا چاہتے ہیں، ان الفاظ کی تعریف و ترسیـ...

میں اتنے رطب اللسان کیوں نظر آ رہے ہیں؟"

یہ بات تو ہیں ایک لمحہ کے لئے بھی باور نہیں کر سک...

آپ میرے مفہوم اور مطلب کو نہیں سمجھیں ، ہاں یہ مان سکتا...

کہ آپ میرے مفہوم کو سمجھنے میں ضرورت سے زیادہ احتیا...

کام لے رہی ہیں ــــــ اور ایسا ہونا بھی چاہئے ...

کیجئے ، مجھے اس پر ذرا بھی اعتراض نہیں ،"

نکہت نے عاجز آ کر کہا ــــــــــ "دیکھئے ...

میرا ہوسٹل آ گیا ــــــ اب مجھے اجازت دیجئے، ان...

کل کلاس میں ملاقات ہو گی"

جال نے ہاتھ ملایا، اور اپنے ہوسٹل کی طرف چلا گیا۔ اس کے
کے بعد بڑی دیر تک نکہت سوچتی رہی کہ ان اُلجھی اُلجھی باتوں
جال کا مقصد کیا تھا؟ ۰

باب ۲۵

نمونیہ

نکہت کی ادھر کئی دن تک ،جمال سے ملاقات نہ ہوسکی،اپنی اس لڑکی
گفتگو کا ردِعمل دیکھنے کے لئے وہ بیقرار تھا۔ وہ بار بار نکہت کے ہوسٹل کی طرف
گیا۔لیکن طواف کرکے واپس آیا، دل قدم آگے بڑھاتا تھا،لیکن کم ہمتی اُسے
پیچھے لوٹنے پر مجبور کر دیتی تھی۔کئی دن اسی طرح گزر گئے ——— ایک
روز یہ طے کر کے گیا کہ آج نکہت سے ضرور ملوں گا۔اُس سے پوچھوں گا۔
کیا تم خفا ہوگئیں؟ کیا تم نے میرے مہذب اور شریفانہ اظہارِ عشق کو بُرا مانا
تم مجھ سے محبت نہیں کر سکتیں؟ نہیں کروگی؟ میرے دل تک تمہاری نظر
نہیں جاتی؟ میرے دل کی تڑپ تم نہیں دیکھ سکتیں،کوئی مضائقہ نہیں
تم محبت کا جواب محبت سے نہ دو،لیکن میں تم سے محبت کرتا رہوں گا

تم اس پر مجبور نہیں کر سکتا کہ مجھ سے محبت کرو، تو تم بھی مجھے اس پر مجبور
کرسکتیں کہ میں تمہاری محبت سے دستبردار ہو جاؤں۔

جمال ہوسٹل کے اردگرد ٹہل رہا تھا کہ اور یہ باتیں اپنے آپ سے کر
رہا تھا لیکن اس کی ہمت نہیں پڑتی تھی کہ اندر قدم رکھے، اس کے کمرے میں
جائے، اس سے باتیں کرے اور اس کے سامنے دل کھول کر رکھ دے
وہ ڈر رہا تھا کہ کہیں وہ ملنے سے انکار نہ کر دے۔ کہیں مجھے وہ دھتکار
نہ دے۔

اسی سوچ وچار میں ایک گھنٹے سے زیادہ وقت گزر گیا۔ اب وہ واپس
جانے ہی والا تھا کہ اس کی نظر مس مارگریٹ پر پڑی۔ یہ لڑکی نکہت کی سہیلی
تھی، اسی کے ہوسٹل میں رہتی تھی، دونوں کا کمرہ ایک تھا، دونوں میں بہت
گہرے روابط پیدا ہو گئے، یہ مارگریٹ بڑی شوخ اور چنچل لڑکی تھی
اسے دیکھ کر نکہت کو دروانہ یاد آجاتی تھی، اسی لئے وہ اس سے بہت زیادہ
مانوس ہو گئی تھی۔

مارگریٹ کو آتا دیکھ کر جمال جاتے جاتے رُک گیا، وہ بہت تپاک سے
ملی اس نے کہا۔ "ہیلو جمال ——— کہاں رہے اتنے دن ؟ ——— بہت
دنوں کے بعد ملاقات ہوئی، بے مروت کہیں کے"۔

جمال نے کہا۔ گیا تو نہیں تھا، ہاں لیکن ملاقات نہ ہو سکی،
وہ اُسے مصنوعی غصہ کی نگاہ سے دیکھنے لگی، پھر مسکرائی اور بڑے نیچے

کے ساتھ کہا، "ناٹی بوائے"

وہ پھر ناگن کی طرح بل کھاتی آگے بڑھی، جمال نے بھی واپس کے لیے قدم بڑھائے۔ اتنے میں مارگریٹ جاتے جاتے پلٹ آئی، اُس نے کہا۔

"ابھی میں نے تمہیں بے مروّت کہا تھا ——————"

جمال بول پڑا۔ "ہاں کہا تھا، لیکن میں تمہاری باتوں کا بُرا نہیں مانتا مارگریٹ"۔ "لیکن اب جو کچھ میں کہنے والی ہوں، اُسے سن کر یقیناً بُرا مانو گے ——"

جمال مسکرایا۔ "کہہ کر دیکھ لیجیے۔"

وہ بولی "میں کہنا چاہتی ہوں تم انسان نہیں، جانور ہو!"

جمال اپنا عہد بھول گیا، اس نے تیوری چڑھا کر لیکن بڑی سنجیدگی کے ساتھ کہا۔ "کیا مطلب؟"

وہ بولی۔ "نکہت اتنے دنوں سے بیمار ہے اور تم سے یہ بھی نہ ہو سکا کہ اس کی عیادت کرتے، حالانکہ اس کے دوست ہو، دوست ہی نہیں ہم مذہب، ہم وطن اور ہم زبان بھی ہو، اتنی دیر تک میری تمہاری باتیں ہوتی رہیں لیکن تم نے بھولے سے بھی اس کی خیریت دریافت نہیں کی"

جمال کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی "نکہت بیمار ہے"

وہ بولی "ہاں بہت سخت، اب تک اس کی حالت خطرہ سے باہر نہیں ہوتی، جمال نے ایک عجیب تاثر کے عالم میں یہی الفاظ دہرائے "ابھی تک اس کی حالت خطرہ سے باہر نہیں ہوئی!"

مارگریٹ نے کہا" وہ تین روز سے بیہوش پڑی ہے "
قریب تھا کہ یہ سن کر جمال چیخ پڑے اس نے بڑی بیتابی کے ساتھ کہا۔
"وہ تین دن سے بیہوش ہے، وہ کیا بیمار ہے مس مارگریٹ خدا کے لئے
مجھے جلد بتاؤ!"

وہ کہنے لگی۔ " نمونیہ ——— ڈبل نمونیہ!"

جمال مارگریٹ کے ساتھ ہو لیا " چلو میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں!"

وہ بولی " لیکن میں تو اب نہیں جاتی، وہیں سے تو آ رہی ہوں سیدھی"

جمال نے بیقراری کے ساتھ پوچھا " تو کیا وہ یہاں نہیں ہے؟ کہاں
ہے وہ؟"

"ہسپتال میں"

"مجھے پتہ دو، میں ابھی جاؤں گا!"

"بے وقوف نہ بنو، ہسپتال خالہ جی کا گھر نہیں ہے کہ جب چاہا چلے گئے۔
سہ پہر چار بجے سے چھ بجے تک وزیٹرس کو اجازت ہوگی۔ میں بھی اس وقت
جاؤں گی میرے ساتھ چلنا" "تو میں یہاں آ جاؤں مس مارگریٹ!"

"ہاں ٹھیک ساڑھے تین بجے پہونچ جانا، میں تمہارا انتظار کروں گی"
مارگریٹ تیزی کے ساتھ اپنے ہوسٹل کی طرف بڑھی چلی گئی، اور جمال
مجبوری و بیخودی بنا، اپنے ہوسٹل روانہ ہوگیا، وہ بڑے مضبوط دل کا مالک
تھا لیکن اس وقت اس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا، وہ چیخ چیخ کر
رونا چاہتا تھا، وہ در و دیوار سے اپنا سر پھوڑ لینا چاہتا تھا، وہ کپڑے پھاڑ

کر جنگل میں نکل جانا چاہتا تھا ——— وہ اپنے دل میں شرمندہ بھی تھا
وہ محسوس کر رہا تھا کہ نکہت کی عیادت کو اب تک نہ جا سکنا، اور اس کی علالت
سے بےخبر رہنا کسی اور کی نہیں، خود اسی کی خطا ہے، اور اس خطا کی سزا وہ اپنے
آپ کو دینا چاہتا ہے ——— لیکن کیونکر؟ ——— کس طرح
یہی سوچتا ہوا وہ اپنے ہوسٹل پہنچ گیا۔ اس وقت اس کی کیفیت قابلِ دید
——— یکسر اضطراب نظر آ رہا تھا، سراسر مجبوری و مہجوری!"

باب ۲۶

ہسپتال!

جمال وقت مقررہ پر مارگریٹ کے ہاں پہنچا، تو مس ہیلن مل گئیں۔ یہ مارگریٹ کی دوست اور عزیز تھیں انہی کے ذریعہ نکہت اور جمال سے، ان کی ملاقات ہوئی تھی، اب کچھ عرصہ سے وہ اس ہسپتال میں مریضوں کے اسی وارڈ کی انچارج تھیں جہاں نکہت زیر علاج تھی۔ مارگریٹ نے جمال کو دیکھتے ہوئے کہا "خوب آگئے۔ میں تمہارا انتظار ہی کر رہی تھی۔!"

"نہیں آنے میں کچھ دیر تو نہیں ہوئی؟"

مس مارگریٹ "بالکل نہیں تم اگر ذرا بھی تاخیر سے آتے تو میں چلی جاتی اور مجھے اس کا افسوس ہوتا۔"

جمال "کیوں کوئی دوسرا کام پیش آگیا؟"

مس مارگریٹ :۔" ہاں ، مجھے یاد ہی نہیں رہا۔ آج ہمارے کالج میں ایک
تقریب ہے، اور اس میں میری شرکت ضروری ہے، لیکن خوش ...
سے ہیلن آگئی ہیں، یہ اس وارڈ کی نگران ہیں، جہاں نکہت ...
پر دراز ہے، تم انہی کے ساتھ چلے جاؤ! یہ کہکر مارگریٹ ...
اور جمال دل ہی دل میں" طاقت جہاں "نداشت خانہ بہ جہاں ...
کہتا ہوا، ہیلن سے مخاطب ہو کر کچھ کہنے والا تھا کہ وہ بھی ...
ہوئی۔"

جمال :"۔ کیا آپ بھی کہیں تشریف لے جارہی ہیں ؟"

مس ہیلن :"۔ جی ہاں اب ہسپتال جانے کا وقت قریب آرہا ہے، مارگریٹ
تو گئی، آیئے، ہم اب کچھ دیر کسی کیفے میں بیٹھیں، پھر وہیں سے ہسپتال
چلے جائیں گے۔"

جمال :"۔ بہت بہتر، آیئے چلیں !

ہیلن خوش ہوگئی " آیئے ــــــــــ لیکن میری یہ فرمائش ...
پر گراں تو نہیں گزری۔ سچ سچ کہیئے نا !"

جمال نے جواب دیا۔" بالکل نہیں، ــــــــــ اس میں گراں گزر...
کی کیا بات ہے ؟"

دونوں ساتھ ساتھ کافی ہاؤس پہونچے۔ جمال خوب خوب منہ کا ذائقہ ...
پھر ہیلن نے کہا،" وقت ہو گیا، ہمیں چلنا چاہیئے ؟" جمال اُٹھ کھڑا ہوا ...
نکل کر ایک ٹیکسی کی، اور سیدھے یہ دونوں ہسپتال روانہ ہو گئے، ہسپتال ...

...ہیلن نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ نکہت کی نبض دیکھی، اسی حالت
...گیا ئی، اور اس نے آنکھیں کھول دیں، جمال پاس ہی کھڑا تھا نکہت
...ایک نظر ہیلن اور جمال پر ڈالی، بڑی کمزور آواز میں کہا "پیاس لگی ہے!"
...ل نے لپک کر، ایک گلاس میں پانی بھرا اور لیکر سامنے کھڑے ہو گئے
...ین نے گلاس اُن کے ہاتھ سے لے کر، پانی پھینک دیا، کہنے لگی۔
"نہیں مسٹر جمال نہیں، مریضہ ابھی پانی کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ پانی دیکر
...پ نے اور بیمار ڈال دیں گے، ان کی پیاس بجھانے کی دوا میرے
...س ہے۔ ابھی لائی!"

وہ دوسرے کمرے میں چلی گئی، پھر ایک گلاس میں کوئی سیال سی چیز
...ئی اور نکہت کو پلا دی، اور بڑی شفقت کے ساتھ کہا "تھکن تو نہیں معلوم
...تی ———؟"

وہ ایک اضطراب کے ساتھ بولی "جوڑ جوڑ درد کر رہا ہے، سر میں
...بھی درد ہے!"

ہیلن نے کہا۔ "ابھی چند روز یہ کیفیت رہیگی۔ تم تو خدا کے گھر سے
...پھری ہو ——— یہ مسٹر جمال مٹھائی بھی نہیں کھلاتے، خیر بستر سے اُٹھ
...و تو تم سے کھائیں گے جی بھر کے!"

نکہت یہ باتیں سنتی رہی اور مسکراتی رہی، پھر ہیلن نے کہا "تمہارا بہترین
...علاج نیند ہے ——— دیکھو میں یہ گولیاں دیتی ہوں، انہیں کھالو
...نیند آ جائے گی، رات بھر سوؤ گی، صبح طبیعت ہلکی ہو جائے گی!"

نکہت نے گولیاں کھالیں اور چند ہی لمحوں میں بے خبر ہو کر سو گئی
کے سونے کے بعد ہیلن نے کہا، مسٹر جمال نیند تو ابھی نہیں آرہی،

جمال :۔ "جی نہیں۔ جلد، اس قدر جلد سو جانے کے کیا معنی!"

ہیلن :۔ "پھر باتیں کریں گے، یا کتاب پڑھیں گے؟"

جمال :۔ "جیسا کہیئے!"

ہیلن :۔ "اوہو، تو آپ کو میری باتوں کا اتنا پاس ہے،
تو میں کہتی ہوں، کتاب تو ہر وقت پڑھی جا سکتی ہے، باتیں
نہیں ہو سکتیں، لہٰذا گپ شپ کا سلسلہ جاری رہے گا۔ آپ کو
اعتراض تو نہیں؟"

جمال نے سامنے پڑی ہوئی آرام کرسی پر نیم دراز ہوتے ہوئے
"آپ بڑی دلچسپ ہیں، آپ کی باتیں بھی بڑی دلچسپ ہیں اور
سامنے کی کرسی پر ٹیک لگا کر بیٹھ گئی اور کہنے لگی :"آپ نے امریکہ کو کیسا

جمال :۔ "کس اعتبار سے؟"

ہیلن :۔ "ہر اعتبار سے ——— علاج معالجہ، حسن و جمال، دولت
صنعت و زراعت وغیرہ وغیرہ۔!"

جمال :۔ "ان تمام اعتبارات سے لاجواب پایا۔ امریکہ واقعی اس خطہ
پر ایک جنت ہے!"

ہیلن :۔ "یہ آپ میرے خیال سے تو نہیں کہہ رہے ہیں۔؟"

جمال :۔ جی نہیں۔ آپ کی خاطر سے اگر کچھ کہوں گا، تو آپ کے لئے

امریکہ ایک بالکل الگ چیز ہے۔ اور آپ بالکل جُدا گانہ!"

ہیلن :۔ "ہماری سیاست کو آپ نے کیسا پایا۔؟"

جمال :۔ "کیا کہنا ہے آپ کی سیاست کا، بہت خوب!"

ہیلن :۔ "نہیں مسٹر جمال آپ طنز کر رہے ہیں؟"

جمال :۔ "طنز کی کوئی وجہ نہیں۔ امر واقعہ عرض کر رہا ہوں، یعنی، ہلدی لگے نہ پھٹکری، اور رنگ چوکھا آئے، لڑائیاں لڑیں ہم نے۔، تباہیاں برداشت کیں ہم جیسوں نے، بم کے گولے کھائے ہم نے" موت کو لبیک کہا ہم نے"

ہیلن :۔ ہم نے سے کیا مراد ہے آپ کی"

جمال :۔ "ہم نے، سے مراد ہے ہم ——— یعنی ہم دنیا کے لوگ،"

ہیلن :۔ اچھا آگے۔———؟"

جمال :۔ تو یہ سارے دکھ تو جھیلے ہم نے، اور دنیا کی قیادت آگئی امریکہ کے نصیب میں،

ہیلن ہنسنے لگی۔" بڑے شریر ہیں آپ تو؛ آپ کی باتوں میں، تیری سپلوٹ اور نشتر کی تیزی ہے، معلوم ہوتا ہے، آپ کمیونسٹ ہیں۔؟"

جمال :۔ "پہلے تو نہیں تھا، لیکن اب ہوتا جا رہا ہوں!"

ہیلن :۔ "جنابِ من ——— یہ روس نہیں امریکہ ہے، یہاں کمیونزم کا جادو نہیں چل سکتا۔"

جمال :۔ "یہ کس لئے ۔؟"

ہیلن :۔ "اس لئے کہ یہاں کوئی بھوکا نہیں مرتا، کوئی ننگا نہیں پھر
عزبت اور افلاس کا شکار نہیں ہوتا، پھر یہاں کمیونزم کیوں پھ
گا ـــــ؟"

جمال :۔ "آپ کو یہ بھی نہیں معلوم، کمیونزم پھیلنے کے اسباب کیا ہو
ہیلن :۔ معلوم تو ہے، لیکن ذرا آپ بتائیے، دیکھوں میرے اور آپ
خیالات میں کہاں تک اتحاد ہے ۔؟"

جمال :۔ "میرے خیال میں کمیونزم پھیلنے کی صرف ایک بہت بڑی وجہ
وہ اگر دور ہو جائے، تو بڑی آسانی سے یہ چورا ہے پر کمیونزم
چھری سے ذبح کیا جاسکتا ہے۔"

ہیلن :۔ "بڑے اشتیاق سے سنوں گی، بتائیے وہ کون سا سبب ہے
جمال :۔ "وہ ہے دولت کی غلط تقسیم، غلط استعمال اور شہنشاہیت
لاعلاج جنون!

ہیلن :۔ "یہ تو خیر مان لونگی، کہ دولت کی غلط تقسیم اور غلط استعمال سے
کمیونزم کے فروغ میں مدد ملتی ہے، اور یہ بھی سچ ہے کہ شہنشاہیت
کا لاعلاج جنون بھی اس کا بہت بڑا سبب ہے، لیکن آپ کو
یاد دلانا پڑے گا۔ آپ انگلستان میں نہیں، امریکہ میں رونق افروز
ہیں ـــــ ہم امریکہ والے شہنشاہیت سے کوسوں دور
جمال یہ الفاظ سنکر ہنسنے لگا، ہیلن کچھ خفا سی ہوگئی، اس نے ذرا

"کیا آپ اس سے انکار کر سکتے ہیں، کہ ہم نے شہنشاہیت کے خلاف متعدد
اور لرزہ خیز لڑائیاں لڑیں، ہم نے اس سے اسطرح جنگ کی کر
کے دریا بہا دیئے، ہم نے آزاد ہونے کے بعد اپنے ملک کو شہنشاہیت
سے آزاد کرا لیا۔ ہم شہنشاہیت کے دشمن ہیں، دوست نہیں!"

"بس، یا کچھ اور بھی کہیں گی آپ؟"

"بس ہیں اب میں کچھ نہیں کہنا چاہتی!"

"آپ نے ایک بدیسی سامراج کے خلاف جنگ کی، آپ کی قوم
ایک غیر ملکی بادشاہ سے لڑی، لیکن فرانس کے بارے میں کیا خیال ہے
آپ کا؟"

"آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں؟"

"میں یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ فرانس کے باشندوں نے شہنشاہیت
کے خلاف جو خون ریز لڑائی لڑی تھی وہ کیسی تھی؟"

"بہت شاندار ——— ایک دنیا اس کی مداح و معترف ہے
کون ہے جو انقلاب فرانس کے ذکر پر ادب اور عقیدت سے سر نہ
جھکا لیتا ہو؟"

"نہیں میرا مطلب یہ نہیں تھا!"

"پھر کیا تھا؟"

"یہ تھا کہ فرانس نے شہنشاہیت کے خلاف جو جنگ کی تھی، وہ
اپنے لوگوں سے لڑی تھی، یا غیر ملکی حکمرانوں سے؟ بتائیے؟"

ہیلن :۔" وہاں غیر ملکی سامراج اور بادشاہت کا کیا سوال ہ
ساری لڑائی اپنے ہی لوگوں سے تھی۔"

جمال :۔" بس یہی میں آپ سے کہلوانا چاہتا تھا۔"

ہیلن :۔" وہ تو میں کہہ چکی، لیکن اس سے آپ ثابت کیا کرنا چاہتے ہیں"

جمال :۔" یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں، کہ اگرچہ فرانس نے اپنے ملک سے
بادشاہت کا خاتمہ کر دیا۔ لیکن ——— ؟"

ہیلن :۔" لیکن وہ آج بھی بادشاہ پرست ہے ؟"

جمال :۔" جی نہیں ——— بادشاہ پرست نہیں شہنشاہیت پرست
اس کی سامراجی ذہنیت، برطانیہ اور امریکہ سے بھی گئی گزری ہے"

ہیلن :۔" آپ کے خیال میں امریکہ ایک سامراجی ملک ہے ؟"

جمال :۔" بے شک ——— میرا یہی خیال ہے۔"

ہیلن :۔" ذرا برہم ہو کر) جی نہیں آپ غلط تھے، ہمیں ہمارے ملک میں
شہنشاہیت کا کہیں وجود نہیں ملتا۔ ہمارا کوئی بادشاہ نہیں۔ ہم عام آرا سے
اپنے صدر الحکومت کو منتخب کرتے ہیں، ہم جب چاہیں، اُسے اس
منصب سے معزول کر سکتے ہیں، کیا بادشاہ پرست ملک میں بھی
ہو سکتا ہے ؟"

جمال :۔" جی ہاں، آپ ایک جمہوری ملک کی رہنے والی ہیں لیکن اس
جمہوریت اور عوامیت سے آپ کے سامراج پر کوئی اثر نہیں"

ہیلن :۔" پھر آپ نے وہی سامراج کا لفظ استعمال کیا ———

"جس سے آپ کو نفرت ہے"

"ہاں ــــــ بڑی سخت نفرت!"

"آپ کی نفرت یا محبت سے حقائق نہیں بدل سکتے۔"

"یہی تو میں بھی کہتی ہوں، لیکن آپ تو حقائق کو مسخ صورت میں پیش کر رہے ہیں؟"

"وہ بات کس طرح مان لوں بھلا۔؟"

"اس لئے کہ یہ حقیقت ہے۔"

"جی نہیں حقیقت تو ہیں!"

"ایسی بات نہ کہیے۔ جسے دنیا میں کوئی بھی نہیں مان سکتی!"

"دنیا بے چاری کا نام نہ لیں ـــــــــ یہ کہیے کہ امریکہ میں کوئی نہیں مان سکتا۔ دنیا غریب کو بدنام کرنے سے کیا حاصل۔؟"

"آپ کے خیال میں دنیا امریکہ کو سامراجی ملک سمجھتی ہے؟"

"جی ہاں، میرا بالکل یہی خیال ہے آپ اگر پوچھیں کیسے؟ تو میں اس کا جواب دینے کو بھی تیار ہوں۔"

"آخر کس طرح؟"

"جاپان نے چین کو اپنا غلام کیوں بنایا تھا؟ اس لئے کہ اس کی آبادی بڑھ رہی تھی، اسے اپنی آبادی کے لئے زمین چاہیے تھی، اسے زندہ رکھنے کے لئے منڈی چاہیے تھی، ترقی اور صنعتی فروغ

کے لئے خام اشیاء کی ضرورت تھی، اور ان سب ضرورتوں کو پورا کرنے کے
لئے ضروری اور ایسا ضروری تھا کہ وہ چین کو غلام بنالے اور چنانچہ اس نے
غلام بنا بھی لیا تھا۔"

ہیلن :۔ "ٹھیک ہے۔ بس آپ سے پورا اتفاق ہے۔"

جمال :۔ "جرمن نے پولینڈ پر کیوں حملہ کیا؟ چیکوسلواکیہ پر کیوں قبضہ کیا
سوئیزرلینڈ پر کیوں فوجی تاخت کی؟ بالکل اسی جاپانی دلیل سے
———— نہ جانے کچھ غلط تو نہیں کہہ رہا ہوں؟"

ہیلن ہنسنے لگی۔ اُس نے کہا "نہیں سچ ہے،؟"

جمال :۔ "برطانیہ نہر سویز پر کیوں قابض ہے؟ کینیا میں مظالم کیوں ڈھا
ہے۔ ملایا پر کیوں مسلط ہے؟ ———— کیا اس لئے کہ نہیں کہ
ان سب کو زیر نگین رکھ کر اپنی "مملکت" کو فروغ دینا چاہتا ہے؟

ہیلن :۔ "ہاں یہی بات ہے؟"

جمال :۔ فرانس، مراکش، الجزائر، طیونس، اور دوسرے مقامات پر کیوں
قابض ہے؟ اس وقت جب فرانس پر جرمن قابض تھے۔ اور جنرل
ڈیگال، لندن میں جلاوطن فرانسیسی حکومت کے مالک مختار تھے
انہوں نے شام ولبنان کو آزاد کرنے سے انکار کر دیا تھا؛ کیونکہ
وہ اپنے سامراجی مقاصد کو نقصان پہنچانا نہیں چاہتے تھے۔"

ہیلن :۔ "یہ بھی سچ ہے۔"

جمال :۔ "ہالینڈ کی ملکہ جولیانا بھی لندن میں فروکش تھیں، اور ہالینڈ پر جرمن

قابض اور متصرف تھیں، لیکن جاوا، سماترا، بورنیو وغیرہ نوآبادیاتی علاقوں
لینڈ دستبردار ہونے پر تیار نہیں ہوا۔"

: ہاں بالکل ٹھیک، سب اچھی طرح یاد ہے۔"

ل :۔ "تو ذرا حافظہ پر زور دیکر اسے بھی یاد کریں، کہ آج جو مختلف ممالک
میں امریکہ فضائی اڈے بنا رہا ہے۔ مختلف ممالک کو مختلف ناموں
سے مالی امداد دے رہا ہے، اکثر ممالک میں اپنی نئی نئی منڈیاں بنا رہا
ہے، ان سب باتوں کا مقصد صرف یہ ہے کہ امریکہ اپنے سامراج کو
تقویت دے، وہ اب پورے طور پر ایک سامراجی ملک بن چکا ہے۔
یہ صحیح ہے کہ وہاں کوئی بادشاہ نہیں، جس کے سر پر تاج شہریاری ہو لیکن
اپنے دل میں، یہ فیصلہ کر چکا ہے، کہ وہ آج اپنے اپنے وقت میں جاپان،
جرمنی، اور برطانیہ نے دنیا کے مختلف حصوں کو زیر نگیں رکھا، اس طرح
اب وہ کرنا چاہتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ مذکورہ سامراجی ممالک
صرف چند ممالک پر قابض اور متصرف تھے۔ اور امریکہ ساری دنیا کو اپنی
لپیٹ میں لے لینا چاہتا ہے، اور یاد رکھئے امریکہ کا بھی وہی حشر ہوگا۔ جو
دوسرے سامراجی ممالک کا ہوا، دیر سویر کی بات دوسری ہے۔"

ں :۔ او، مسٹر جمال آپ تو فنِ سیاست کے ماہر معلوم ہوتے ہیں،
بھی نہیں، بس سیاست سے کوئی لگاؤ نہیں، جس طرح امریکہ
کو سمجھنے اور دیکھنے کے لئے، کمیونزم کی طرف مائل ہونے لگا ہوں، اسی
طرح، امریکہ کی زیارت کا دوسرا کرشمہ یہ ہے کہ سیاسیات سے بھی

دلچسپی پیدا ہوتی جا رہی ہے۔ ورنہ اپنے ملک میں تو میں بڑا غیر
آدمی تھا۔"

ہیلن :۔ "لیکن بدقسمتی سے مجھے نہ کمیونزم سے دلچسپی ہے، نہ سیاست
سے، لہٰذا، یہ گفتگو بند کیجئے۔ کچھ اور باتیں کیجئے۔۔۔۔
بتائیے۔ اس مریضہ سے آپ کا کیا تعلق ہے؟"

جمال کا رنگ رُخ یہ باتیں سن کر بدل گیا۔ اس نے پہلو بدلتے ہوئے
"کچھ نہیں!"

ہیلن :۔ "کیا آپ دونوں میاں بیوی نہیں ہیں؟"

جمال :۔ "جی نہیں!"

ہیلن :۔ (متعجب ہو کر) "۔۔۔۔۔ نہیں آپ مذاق کر رہے ہیں۔
تو کہہ رہا تھا۔"

جمال :۔ "آپ کی طرح وہ بھی اصل حقیقت سے ناواقف محض ہے۔"

ہیلن :۔ "تو وہ اصل حقیقت کیا ہے؟"

جمال :۔ "صرف محبت!"

ہیلن :۔ "اوہ میں سمجھ گئی، اب آیا سمجھ میں۔"

جمال :۔ "کیا سمجھیں آپ؟"

ہیلن :۔ "آپ دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔
ہے نا یہی بات؟"

جمال :۔ "اب آپ حقیقت سے قریب ہوتی جا رہی ہیں!"

"شادی کب ہوگی آپ دونوں کی؟"

"پھر آپ حقیقت سے دور ہوگئیں۔"

"کس طرح کی باتیں کررہے ہیں آپ؟ ——— یہ تسلیم ہے
محبت کرتے ہیں، لیکن شادی کے ذکر پر آئیں بائیں شائیں کرنے
لگتے ہیں، یہ راز میری سمجھ میں نہیں آیا۔"

"ہوگا مس ہیلن، اس دنیا میں بہت سی ایسی باتیں ہیں جو سمجھ میں
نہیں آتیں، یا پھر دیر میں اُن تک سمجھ کی رسائی ہوتی ہے۔

"ٹھیک ہے مجھے کسی کے پرائیویٹ اور نجی معاملات میں دخل دینے
کی کوئی ضرورت نہیں۔"

"کاش یہ معمولی سی بات آپ نے بہت پہلے سمجھ لی ہوتی، تو کیوں
ہم دونوں کا اتنا زیادہ وقت ضائع ہوتا۔"

ہیلن جواب میں کچھ کہنے والی تھی، کہ ایک آہ کے ساتھ نکہت نے کروٹ
میں نے انگلی کے اشارہ سے جمال کو چپ رہنے کا اشارہ کیا۔ اور خود
ت کے بستر کے پاس آکر، اس کا چہرہ دیکھا، نبض دیکھی، ماتھے پر ہاتھ رکھا
اور پھیپھڑے کا معائنہ کیا، پھر بہت آہستہ سے کہا ... اب سو جایئے۔
آپ کی باتوں سے مریضہ کی نیند میں خلل پڑتا ہے، اسے بہت گہری نیند
چاہیئے ———!

باب ۲۶

غسلِ صحت

جمال بڑی پابندی سے ہسپتال جاتا رہا۔ نکہت اس کی اس پابندی

اور پرخلوص تیمار داری سے بہت متاثر ہوئی، اس اثنا میں دونوں کو ایک

دوسرے سے بہت زیادہ قریب رہنے کا زیادہ سے زیادہ موقع بھی

ہیلن کی مہربانی سے، کچھ اپنے اثر ورسوخ سے وہ اسی طرح ہسپتال میں وقت

صرف کرتا تھا۔ جیسے کوئی وہیں کا ڈاکٹر ہو، ایک روز ہیلن اس سے کہنے لگی

"مسٹر جمال اب تو آپ کی نکہت اچھی ہو گئیں! کہیے اب کیا ارادہ ہے؟"

جمال نے جواب دیا۔

"یہ نکہت سے پوچھیے۔!"

وہ کہنے لگی۔ "ڈاکٹر صاحب کہہ رہے ہیں انہیں مہینہ بیس دن کے لئے

...ہیئے۔ سمندر کی آب و ہوا، یہ ساری کمزوری رفع کر دے گی جس نے تمہاری
...ت بدل دی ہے، ـــــــــ کیا واقعی میں بدل گئی ہوں ہیلین؟"

...ین :۔ "ہاں ـــــــــ پہلے سے بہت زیادہ خوبصورت ہوگئی ہو!"

...ت :۔ "کم از کم آپ تو یہ نہ کہیئے۔"

...ین :۔ "میری زباں بندی کا حکم کیوں صادر کیا جا رہا ہے۔؟"

...ت :۔ "تمہارے حُسن کے سامنے کوئی ٹھہر سکتا ہے۔ خواہ وہ تندرست ہو
یا بیمار ـــــــــ؟"

...ین :۔ "بجا ارشاد ہُوا۔ کیوں مسٹر جمال آپ کا کیا خیال ہے؟ نکہت پہلے
سے زیادہ نکھر گئی ہے یا نہیں؟"

...ل :۔ "اس نقطۂ نظر سے میں نے نکہت کو کبھی نہیں دیکھا۔ میری نظر میں تو
...آج بھی وہی ہیں، جو پہلے تھیں، اور پچاس برس بعد بھی وہی رہیں گی
...جواب ہیں۔"

...ہت ہنسنے لگی۔

...ن :۔ "نجت کی آنکھ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی، مجھے آپ کی رائے سے
اتفاق ہے مسٹر جمال!"

...ت کے چہرے پر سرخی دوڑ گئی۔

...ل :۔ "بدقسمتی سے آپ کا اتفاق یا اختلاف میرے کام نہیں آسکتا۔"

...نا :۔ "پھر آپ کیا چاہتے ہیں؟"

...ل :۔ "جو کچھ کہلاتا ہے وہ نکہت سے کہلایئے!"

ہیلن :- "گویا ہر معاملہ میں انہی کی رائے آخری اور فیصلہ کن ہے!"

جمال :- "کم از کم میری حد تک!"

نکہت :- "یہ کس قسم کی باتیں ہونے لگیں۔ کوئی اور موضوع ملتا ہی نہیں
لوگوں کو بات کرنے کے لئے ———— دیکھئے وہ مارگریٹ
گئی۔ مجھے لینے کے لئے، اتنے میں مارگریٹ خوش خوش کمرے
ہوئی۔ وہ نکہت سے لپٹ گئی۔ اور جوش مسرت سے از خود
کر بولی "

مارگریٹ :- "کتنی خوش ہوں میں آج۔ خدا نے تمہیں اچھا کر دیا۔ جب تک
بیمار رہیں، ایسا معلوم ہوتا تھا میں خود بیمار رہوں، کسی کام میں جی نہیں
لگتا تھا۔ کسی دلچسپی میں حصہ نہیں لیتی تھی"

ہیلن :- "اور سنیئے۔ مسٹر جمال، اکیلے آپ ہی نکہت کو نہیں چاہتے۔
کے چاہنے والے اور بھی ہیں!"

نکہت :- "(ذرا برہم ہو کر) ہیلن، بے تکی باتیں نہ کرو۔ یہ تم چاہت اور محبت کا قصہ
لے کر بیٹھ گئیں۔ میں اس قسم کی گفت ذرا بھی پسند نہیں کرتی"

مارگریٹ :- "اچھا بھئی غلطی ہو گئی بیچاری سے معاف کر دو۔ اب ایسی
نہیں سرزد ہو گی غریب سے"۔ ———— اب چلتی ہو یا
کی منتظر ہو کہ ہسپتال والے کان پکڑ کر نکالیں آپ کو، جتنی دیر یہاں
گی، کسی مریضہ کا حق مارو گی۔ اتنے میں ڈاکٹر شیفرڈ بھی تشریف لے
آئے، یہ ہاؤس سرجن تھے۔ اور انہوں نے بڑی توجہ اور دلچسپی

ہت کا علاج کیا تھا۔ وہ ان کی بہت ممنون تھی۔

رشیفرڈ :۔ "کہئے مس نکہت آج جا رہی ہیں آپ ؟"

ت :۔ جی ہاں، ۔۔۔۔ "لیکن آپ کے خلوص، شرافت اور انسانیت کی یادلیکر!"

رشیفرڈ :۔ "لوگوں کو مہمان کے جانے کا غم ہوتا ہے، ہمیں خوشی ہوتی ہے۔
آپ تندرست ہوکر جا رہی ہیں، میرے لئے اس سے بڑھ کر مسرت کی کوئی
بات نہیں"

ت :۔ "جی ہاں، لیکن آپ کا پیچھا نہیں چھوٹے گا، برابر آتی رہوں گی، آپ کی بہن
مس ہیلن نے اور آپ نے میرے دل پر خلوص اور محبت کا ایسا گہرا نقش قائم
کر دیا ہے، جو تا زندگی نہیں مٹے گا۔"

رشیفرڈ :۔ "ہیلن کی تو آپ سے لڑائی ہوتی رہتی ہے، اس کا نام میرے سامنے
نہ لو ۔۔۔۔۔۔ !"

ت :۔ "کیوں نہ لوں، ؟ کیا آپ کی اور اس کی لڑائی نہیں ہوتی ؟"

رشیفرڈ :۔ (مسکرا کر) ہوتی ہے !"

ت :۔ "پھر میری لڑائی کا آپ کیوں ذکر کرتے ہیں ؟"

رشیفرڈ :۔ "اچھا میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں، ۔۔۔۔۔۔ ہاں میں نے تاریخ
(بحری سفر) کا آپ کو مشورہ دیا تھا۔ کیا سوچا آپ نے ؟"

ت :۔ "آپ کا مشورہ ٹھکرایا نہیں جا سکتا۔ مارگریٹ سے میں نے کہہ دیا ہے
جس تاریخ کو کوئی جہاز جاتا ہو گا، سیٹ بُک کرا لے گی۔"

رشیفرڈ :۔ "مس مارگریٹ کو اب زحمت کرنے کی ضرورت نہیں، میں نے

انتظام کر لیا ہے، آپ کی اور مسٹر جمال کی سیٹ پریذیڈنٹ سے بُک کرالی ہے جو

ایک تفریحی دورے پر قریب کے ایک جزیرہ کی طرف جا رہا ہے ۔ پندرہ دن آمد و رفت

میں صرف ہوں گے !"

جمال :۔"بہت شکریہ ڈاکٹر شیفرڈ، آپ کی نوازشوں کی واقعی انتہا نہیں ہے کب

جا رہا ہے جہاز ؟"

ڈاکٹر شیفرڈ :۔"کل شام کو آٹھ بجے روانہ ہو جائے گا ——— کافی وقت ہے

آپ لوگ اپنی تیاریاں مکمل کر سکتے ہیں"۔

جمال :۔"جی ہاں بڑی آسانی سے !"

نکہت سے مارگریٹ نے ذرا جل کر کہا "نکہت تم تو چپک کر بیٹھ گئیں ۔ اب چلو

ہوسٹل میں انتظار ہو رہا ہے تمہارا، بڑی شاندار پارٹی کا اہتمام کیا ہے ہم لوگوں

نے تمہاری غسل صحت کی خوشی میں !"

ڈاکٹر شیفرڈ :۔"اور ہم اس میں مدعو نہیں ہیں ۔ کیوں جناب ؟"

مارگریٹ :۔"ہیلن نے آپ سے نہیں کہا ! میں نے تو آپ دونوں کو مدعو کیا ہے"

ڈاکٹر شیفرڈ :۔"نہ وہ خود جائے گی، نہ مجھے جانے دیگی، آپ نے پیار بھی بلایا

تو کیسے ! ——— بہرحال میں آؤں گا"۔

نکہت :۔"ضرور آئیے گا ڈاکٹر"

ڈاکٹر شیفرڈ :۔"ضرور آؤں گا، ——— اچھا رخصت خدا حافظ"

ڈاکٹر شیفرڈ چلے گئے ۔ نکہت گرمجوشی کے ساتھ ہیلن سے ملی ۔ پھر نکہت مارگریٹ

اور جمال کے ساتھ ساتھ روانہ ہوئے ۔ راستہ میں مارگریٹ نے جمال سے کہا :

وں نے آپ کو مدعو نہیں کیا ہے۔ لہٰذا آپ اپنے ہوسٹل کے قریب اُتر
جائیے گا۔"

ل:۔ بہت اچھا ـــــــ آپ سے اسی نوازش کی توقع تھی؟

رٹ:۔ "تمہیں مسرت میں حصہ لینے کا کیا حق ہے، جبکہ تم نے غم میں شرکت
نہیں کی۔ بیچاری نکہت زندگی اور موت کی کشتی لڑتی رہی، اور تم رنگ رلیاں
مناتے رہے۔ جب وہ روبہ صحت ہوئی، تو حاضر باش ہو گئے۔"

ت:۔ "یہ دیکھو، مارگریٹ، جمال صاحب نے بڑے خلوص اور تپاک سے میری
تیمارداری کی ہے۔ میں اُن کی بہت ممنون ہوں، دن رات میرے سرہانے
بیٹھے رہتے تھے، تم تو کبھی کبھی چکر لگاتی تھی۔"

رٹ:۔ "اگر یہ بات ہے تو مسٹر جمال میں آپ کو مدعو کرتی ہوں۔ راستے میں نہ اُتریے
گا، ہمارے ساتھ چلیے۔"

ل:۔ "بہت خوب، جیسا کچھ ہوگا، کروں گا، آپ کی مرضی یہ تھی کہ اُتر جاؤں
میں اس پر تیار ہو گیا۔ اب آپ کا فرمان یہ ہے کہ ساتھ چلوں، ساتھ چل رہا ہوں"

رٹ:۔ "آہا بڑے سعادت مند"

ل:۔ "آخر آپ سے خلاصی کی صورت کیا ہے؟ اطاعت کروں، تو مجرم، سرکشی
کروں تو مجرم؟"

ت:۔ "آسان صورت یہ ہے کہ اس کی باتیں ایک کان سنیے، دوسرے کان
اُڑا دیجیے۔"

ل:۔ "واقعی کتنی آسان ترکیب ہے، لیکن اس طرف ذہن ہی منتقل نہیں ہوا۔"

مارگریٹ :۔ "اس چیز کی اصطلاح میں، کند ذہن رکھتے ہیں، ذہانت کا تو آپ
نام بھی نہیں!"

نکہت :۔ "آج تو تمہاری طبیعت بہت حاضر معلوم ہوتی ہے۔"

مارگریٹ :۔ "ہاں بہت زیادہ۔ تم اچھی جو ہوگئیں، تمہیں اپنے ساتھ جو لے چل

نکہت :۔ "تم بھی ہمارے ساتھ کیوں نہیں چلتیں؟"

مارگریٹ :۔ "بس انہی باتوں پر تو غصہ آجاتا ہے مجھے۔ یہ منہ دکھاوے کی با
بہت بُری لگتی ہیں مجھے، پہلے تو اپنی اور جمال کی سیٹ بُک کرالی پیچھے
اب جھوٹ مُوٹ ہمیں دعوت دی جا رہی ہے۔ بھائی ہمیں حق بھی
تھا ساتھ چلنے کا۔!"

نکہت ہنسنے لگی۔ "میرے تو فرشتوں کو بھی خبر نہیں، یہ ڈاکٹر شیفرڈ کی مہر
ہے، خواہ مخواہ جمال صاحب کی بھی سیٹ بُک کرالی۔ اب وہ کینسل کرا
یہ سُن کر جمال صاحب کا چہرہ سفید پڑ گیا، لیکن نکہت اور مارگریٹ اپنی با
میں اتنی منہمک تھیں کہ کسی نے اس کے حال زار پر توجہ نہیں کی۔" مارگریٹ نے
"یہ کیا کہہ رہی ہو، کیا اکیلی جاؤ گی؟"

نکہت :۔ "اکیلی جانے میں کیا ہوا؟ کوئی بچہ ہوں۔؟"

مارگریٹ :۔ "نہ سہی، لیکن جمال بھی اگر ساتھ چلا جائے تو حرج کیا ہے؟"

نکہت :۔ "حرج کچھ نہیں ہے لیکن میری وجہ سے، کافی حرج ہو چکا
ان کا۔!"

مارگریٹ :۔ "پندرہ دن اور سہی"

ت :۔ "تم تو ایک دن بھی نہ ضائع کرو، اور دوسروں کے پندرہ پندرہ دن مفت
یں ضائع کرتی رہو، واہ اچھی دوستی ہے یہ بھی۔"

ل :۔ "خیر ہے کہ اس مسئلہ کا فیصلہ مجھی پر چھوڑ دیا جائے۔"

یٹ :۔ "ہمیں منظور ہے۔"

ت :۔ "ہمیں نامنظور ہے"۔

یٹ :۔ "زبردستی کی سند نہیں ——— ہاں جمال کیا فیصلہ ہے تمہارا ؟"

ل :۔ "میں ضرور جاؤں گا، ڈاکٹر کہہ رہا تھا کہ اگر تم نے دس، بیس دن تفریح
لی تو سخت بیمار پڑ جاؤ گے۔"

یٹ :۔ "اب کہو نکہت ؟"

ت :۔ "یہ غلط کہتے ہیں"

ل :۔ "میں ڈاکٹری سرٹیفکیٹ پیش کر سکتا ہوں"

ت :۔ "وہ بھی غلط۔"

ل :۔ "میں بیمار پڑ سکتا ہوں"

نکہت اور مارگریٹ کو بے تحاشہ ہنسی آ گئی۔

یٹ :۔ "تم بیمار پڑ سکتے ہو ؟ کیا بیمار پڑنا بھی کسی کے اختیار میں ہوتا ہے ؟"

ل :۔ "کیوں نہیں ہوتا ؟ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے ؟"

یٹ :۔ "اچھا بیمار پڑ کر دکھاؤ۔"

ل :۔ "ابھی لیجئے ——— لیکن کس بیماری میں آپ مجھے مبتلا دیکھنا چاہتی
ہیں ؟ بخار، ملیریا، ٹائیفائڈ، اسہال، پیچش، دق، سل" "

مارگریٹ :۔" (ہنستے ہوئے) یہ سب بیماریاں تمہاری جیب میں ہیں؛

جمال :۔" جی نہیں مٹھی میں"

نکہت :۔ اچھا صاحب درگزرے، ہم آپ کی بیماری کا تماشہ دیکھنے ۔۔

ہمیں کیا، چلنا ہے تو شوق سے چلئے، ہم تو آپ ہی کے بھلے کی کہہ ۔۔

جمال :۔ "شکریہ"

مارگریٹ :۔" احسان فراموش کہیں کے، شکریہ ہمارا ادا کرو!"

جمال :۔" آپ کا بھی شکریہ!"

نکہت :۔" لیکن مارگریٹ اگر تم بھی چلی جاؤ گی، تو کیا ہو جائے گا۔؟ اور لطف ۔۔

رہے گا؟"

مارگریٹ :۔" میرا خود جی چاہتا ہے ـــــ دیکھو کوشش کروں گی، اگر اجازت مل گئی تو؛

جمال :۔" میں پھر آپ کی اس عنایت کا شکریہ ادا کرتا ہوں!"

مارگریٹ :۔" میں قبل از وقت شکریہ نہیں قبول کرتی۔!"

نکہت :۔" شکریہ قبول کرنا ہی کون سا اچھا کام ہے"

جمال :۔" ہاں ٹھیک کہا آپ نے، بس مارگریٹ، میرا شکریہ واپس کر دو۔

مارگریٹ نے مٹھی بند کرکے جمال کے کوٹ کی جیب میں زور سے رکھ ۔۔

اور پھر ہاتھ نکالتے ہوئے کہا "لیجئے، اب تقاضہ نہ کیجئے گا، دیکھو نکہت گواہ رہنا

میں نے ان کا شکریہ ادا کر دیا"

نکہت :۔" مجھے بیچ میں کیوں ڈالتی ہو، تم جانو، یہ جانیں!"

مارگریٹ :۔ اوہو، اب نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ ہماری مداخلت بھی ۔۔

ے:۔ "ہم بھی نہیں جاتے پھر تمہارے ساتھ!"

:۔ "ارے آپ تو خفا ہو گئیں"

ی:۔ "اگر ہو بھی گئے، تو تمہیں منانے تھوڑی بیٹھ جائے گا۔"

:۔ "خفا ہو کر دیکھ لیجئے۔"

ی:۔ "ہوں تو خفا"

ت:۔ "ہم تو منانے سے رہے۔"

ت:۔ "تو ہمیں بھی چاہیئے! ——— تم اپنے گھر خوش، ہم اپنے گھر خوش!"

ی:۔ "بھئی خدا کے لئے پروگرام میں کھنڈت نہ ڈالئے ——— ، لیجئے ہوسٹل آ گیا۔!"

گاڑی ایک جھٹکے کے ساتھ رُکی، اور یہ تینوں ہنستے مسکراتے ہوسٹل
مں ہو گئے،!

باب ۲۷

عجیب خط

بہت دنوں سے نکہت کا کوئی خط گھر پر نہیں پہنچا تھا۔ خان بہادر صاحب تو فکر مند تھے ہی، لیکن زبیدہ خانم کی حالت زار تو دیکھی نہیں جاتی تھی، ایسا بلک بلک کر روتی تھیں کہ غیروں کو ترس آجاتا تھا۔ دردانہ اور اشتیاق بھی بہت پریشان تھے۔ اکثر آپس میں ذکر کیا کرتے تھے کہ کئی مرتبہ اشتیاق نے ارادہ کیا کہ چلا جائے لیکن بعض مصلحتوں کی بنا پر رُک گیا۔

ایک دن مارگریٹ کا خط آیا، اس میں نکہت کی خوفناک اور خطرناک علالت کی تفصیل درج تھی، آخر میں لکھا تھا آپ کو عمداً اس کی علالت کی اطلاع نہیں دی گئی، میری اور جمال دونوں کی یہی رائے تھی، اب چونکہ وہ خطرے سے باہر ہو چکی ہے، اس لئے آپ کو خط لکھ رہی ہوں، بالکل مطمئن رہیے، ذرا بھی تشویش کی بات

ہے، ڈاکٹر دشیفرڈ کا خیال ہے کہ وہ ایک ہفتہ میں ہسپتال سے ڈسچارج کر
دے گی، یہاں مجھے وردانہ کا قائم مقام سمجھئے، وہ مجھ سے اکثر دردانہ کا ذکر کیا
کرتی، اور کہا کرتی تھی، اگر تم نہ مل جاتیں تو دردانہ کا فراق مجھ سے برداشت نہ ہو
میں اس کی اتنی ہی خبرگیری کر رہی ہوں جتنی دردانہ کر سکتی تھی۔ اور ایمان کی
ہے کہ جمال مجھ سے زیادہ خلوص اور جاں فشانی کے ساتھ اس کی
داری میں لگا ہوا ہے۔ نہ دن کو دن سمجھتا ہے، نہ رات کو رات، ہر وقت
پٹی سے لگا بیٹھا رہتا ہے، تعلیم بھی غارت ہوئی غریب کی، اور تفریح بھی
ترک کسی چیز سے دلچسپی نہیں لیتا۔ بس وہ ہے اور نکہت کی تیمارداری، سچ کہتی
ہوں اس کی اس مستعدی اور خدمت کا میرے دل پر بہت گہرا اثر پڑا ہے، آدمی ہو
اس وقت یہاں میں آپکو یہ خط لکھ رہی ہوں، اور وہ غریب ہسپتال میں بیٹھا اس
کی دیکھ بھال کر رہا ہے، امید ہے ایک ہفتہ میں وہ ہسپتال سے ڈسچارج کر دی جائے
گی اور وہ خود اپنے ہاتھ سے آپ کو خط لکھے گی؟

مارگریٹ نے یہ خط بڑی سادگی اور معصومیت سے لکھا تھا۔ وہ امریکہ کی رہنے
والی تھی جہاں لڑکیوں کے بوائے فرینڈس کثرت سے ہوتے ہیں۔ اور یہ بات اخلاقی
طور پر نہ صرف یہ کہ بُری نہیں سمجھی جاتی، بلکہ اچھی سمجھی جاتی ہے۔ اس لئے جمال
کی بڑی بے تکلفی اور سادگی سے صرف اس لئے کیا تھا۔ کہ اس کے گھر والے مطمئن
ہو جائیں، اور یہ جان لیں کہ وہ غیروں میں نہیں اپنوں میں ہے۔ اس کی پوری
دیکھ بھال اور نگہداشت، خدمت اور تیمارداری کی جا رہی ہے۔ اسے یہ قطعاً نہیں معلوم
تھا کہ یہ خط نکہت کے گھر پر بم کی طرح گرے گا۔ اور اس کے گھر میں قیامت بپا

کر دے گا۔ سارے گھر کو موت کی اذیت میں مبتلا کر دے گا، گھر میں شگر مچا
گا۔ اور ایسے فتنہ کا سبب بنے گا جس کا تدارک مشکل ہو جائے گا۔"

خط دردانہ کے ہاتھ میں پڑا، وہ زبیدہ خانم کے پاس بیٹھی انہیں تسلی د
تھی کہ بحت اب چند دنوں میں ڈگری لے کر آ جائے گی، خط امتحان میں مصروف
سبب نہ لکھ سکی ہو گی۔ انشاء اللہ خط بھی جلدی آ جائے گا۔ اتنے میں خادم نے
خط لاکر دیا، امریکہ کی مہر دیکھ کر، دردانہ خوش ہو گئی، اُس نے بتا بی کے ساتھ
زبیدہ خانم کو دکھایا اور کہا۔

"دیکھئے آ گیا خط، خواہ مخواہ پریشان ہوئی جا رہی تھیں آپ۔"

زبیدہ خانم نے خط آنکھوں سے لگایا اور کہا" جلدی کھول، خدا
میری بچی خیریت سے ہو۔!"

خط خان بہادر ضیاء الدین کے نام تھا۔ اور ان کے نام کے خط کھولنے
میں کسی کو ہمت نہیں تھی، اُس نے کہا۔" یہ تو ماموں کے نام ہے!"

وہ بولیں" اے تو کیا، ماموں کے نام ہے، ہے تو میری بیٹی کا!"

دردانہ گھبرا گئی۔" نہیں میں نہیں کھولتی، وہ خفا ہوں گے۔!"

زبیدہ خانم میں اب تاب صبر و ضبط کہاں تھی۔!

"کچھ دیوانی ہوئی ہے لڑکی، کھول ورنہ مجھ سے برا کوئی نہ ہو گا!" لیکن
کی مشکل، قدرت نے آسان کر دی، خان بہادر ضیاء الدین اندر آتے ہوئے
آئے۔ دردانہ خوش ہو گئی۔"

"لیجئے، ماموں جان آ گئے!"

کیا باتیں ہو رہی ہیں ؟"

بیہ خانم اچّھہ کر بولیں "کچھ نہیں خط آیا ہے میری بچی کا۔ جلدی سے سنا دو
ے ڈر سے کھول ہی نہیں رہی تھی !"

خان بہادر نے لپک کر خط اس کے ہاتھ سے لے لیا۔ لفافہ چاک کیا اور
غور سے پڑھتے جاتے تھے اور ان کے چہرے کا رنگ بدلتا جاتا تھا۔
شکنیں پڑ جاتی تھیں، آنکھیں سرخ ہوتی جاتی تھیں۔ دروازہ اور زبیدہ
ت دیکھ رہی تھیں اور گھبرا رہی تھیں، آخر زبیدہ سے ضبط نہ ہو سکا۔
ے تقریباً روتے ہوئے کہا، "یا اللہ خیر کیجو، میری بچی تیرے حفظ و امان
ے۔ اللہ بتاؤ، کیسی ہے وہ ؟"

خان بہادر نے غصّہ کے عالم میں کہا۔ "اب اچھی ہے !"

بولیں۔ "اب اچھی ہے ؟ ــــ کیا بیمار ہو گئی تھی ؟ دو بارہ خدا کے
و !"

بہادر : "نمونیہ ہو گیا تھا۔"

خانم : "نمونیہ ــــ (روتے ہوئے) میرے مولا رحم، کیسے معلوم
نمونیہ ہو گیا تھا۔ بخار ہو گا۔"

بہادر : "مت بکو لیکن۔ نمونیہ ہو گیا تو کیا ہوا۔ اتنے گھبرانے کی کیا
ت ہے۔"

خانم : "میری بچی، (رونے لگیں۔"

بہادر : "شوے زبادہ"

زبیدہ خانم :۔ "لوگو، اندھیر، دیکھو، یہ مردوا مجھے کہہ رہا ہے۔ شوے زہر ...
"میری بچی بیمار ہے اور میں اس سنگدل کی طرح، شوے نہ بہاؤں"
خان بہادر :۔ "اگر وہ مرجاتی تو کیا ہوتا۔ ؟"
زبیدہ خانم :۔ (سر پہ دو ہتڑ مار کر) "تمہارے منہ میں خاک۔ مجھے بد دعا دے رہے
ہی، تاکہ میرے بعد، دوسرا بیاہ رچا سکو، میری نور دیدہ کیوں مرے، اس ...
سے تو میں ساری دنیا کو قربان کر دوں"
خان بہادر :۔ "کبھی کبھی موت زندگی سے اچھی ہوتی ہے!"
زبیدہ خانم :۔ "تو خود بھی زہر کھالو، مجھے بھی کھلا دو، لیکن یہ باتیں نہ کرو، ورنہ
ابھی اپنے کپڑوں میں آگ لگا کر مر جاؤں گی!"
خان بہادر :۔ "یہ سب بیکار باتیں ہیں۔"
زبیدہ خانم :۔ "میں تو ابھی جاؤں گی امریکہ، ہوائی جہاز پر!"
خان بہادر :۔ "جب تک تو وہ آہی جائے گی۔ کہہ دیا اب اچھی ہے اور امتحان
سے فارغ ہوتے ہی آجائے گی۔" یہ کہہ کر خان بہادر اپنے کمرے میں
چلے گئے۔

دردانہ اور زبیدہ حیرت سے ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگیں، کسی کی سمجھ
میں نہیں آتا تھا، آج خان بہادر صاحب کو کیا ہو گیا ہے۔ زبیدہ اپنی بیٹی
پر جان چھڑکتا ہے، وہ اس کی بیماری سے بھی متاثر نہیں ہے۔ بلکہ کچھ برہم
ضرور کچھ دال میں کالا ہے، ضرور علالت کے سوا کوئی اور بات بھی اشتعال انگیز
قسم کی خط میں لکھی ہے۔ لیکن وہ کیا ہو سکتی ہے؟ اس کا نکہت سے کیا تعلق

...ہے۔ ؟خان بہادر کی اس برہمی کا راز کیا ہو سکتا ہے ؟ لیکن خود خان بہادر
...سے یہ سوال پوچھنے کی جرأت کسی میں نہیں تھی، حتیٰ کہ زبیدہ جیسی نورچیان
...ھی نہیں ——— یہ واقعہ ہے خان بہادر بڑھاپے میں اپنی بیگم کو
...ی چاہتے تھے۔ جتنا جہانگیر اپنے عہد شباب میں نورجہان کو چاہتا ہوگا۔

تھوڑی دیر کے بعد یہ مجلس برخاست ہوگئی۔ دردانہ اپنے کمرے میں
...گئی، اشتیاق نے پریکٹس شروع کر دی تھی۔ وہ کچہری جانے کی تیاری کر
...کہ دردانہ پہونچی، اس کے چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں، اشتیاق نے
...کی یہ کیفیت دیکھی تو گھبرا گیا، جاتے جاتے رُک گیا، کرسی پر بیٹھتے ہوئے
...نے کہا۔

...تیاق :۔ "کیا بات ہے دردانہ، تم اتنی حواس باختہ کیوں نظر آرہی ہو، خیریت
تو ہے ؟"

...دانہ :۔ "جی ہاں خیریت تو ہے !"

...تیاق :۔ "پھر دہی اضطراب انگیز باتیں، تمہارے چہرے کی یہ کیا حالت
ہو رہی ہے !"

...دانہ :۔ نہ میں اپنا چہرہ دیکھ سکتی ہوں، نہ اس کی کیفیت، امریکہ سے خط
آیا ہے !

...تیاق :۔ (بیقرار ہوکر) خط آیا ہے ؟ نکہت کا ——— ؟ وہ اچھی تو ہے ؟
اب تک کیوں خط نہیں لکھا تھا اس نے ؟

...دانہ :۔ "بیمار تھی"۔

اشتیاق :۔ "نکہت بیمار تھی؟ کیا بیمار تھی، اب کیسی ہے؟"

دردانہ :۔ "اب اچھی ہے، ایک ہفتہ بعد ہسپتال سے ڈسچارج کر دی جائے گی۔ ماموں جان بتاتے تھے نمونیہ ہو گیا تھا!"

اشتیاق :۔ وہی تو میں کہتا تھا۔ کوئی خاص بات ضرور ہے، اس مسلسل اور طویل سکوت کی، خدا کا شکر ہے اب وہ اچھی ہے ——— بالکل اچھی ہے!"

دردانہ :۔ "ایک ہفتہ بعد ہسپتال سے خارج ہو گی، اس کے معنی یہ ہیں ابھی بیمار ہے کچھ نہ کچھ"

اشتیاق :۔ "بار بار میں نے سوچا تھا کہ چلا جاؤں!

دردانہ :۔ پھر گئے کیوں نہیں، اچھا تھا چلے جاتے۔

اشتیاق :۔ "حماقت' اور کیا"

دردانہ :۔ "لیکن ماموں جان بہت خفا نظر آتے ہیں؟"

اشتیاق :۔ "کس سے؟ نکہت سے؟"

دردانہ :۔ "ہاں اور کس سے؟ خط پڑھتے جاتے تھے، اور غصہ سے ان کا چہرہ سرخ ہوتا جاتا تھا"

اشتیاق :۔ "واقعی ———؟"

دردانہ :۔ "ہاں بھیا ——— ایک دفعہ کہنے لگے، کبھی کبھی، موت زندگی سے اچھی ہوتی ہے۔ جب سے اب تک سوچ رہی ہوں مگر اس کا مطلب سمجھ میں نہیں آتا"

تیاق :- یہ تو واقعی عجیب بات سنائی تم نے ؛ حیرت ہے ؟

وانہ :- ہاں ــــــــ اُن کے چہرے پر فکر و تشویش کے آثار اتنے نہیں تھے ، جتنے غصہ اور برہمی کے۔ نہ جانے کیا راز ہے ، کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔

نہ :- عجیب ماجرا ہے ! ــــــــ لیکن کچھ دال میں کالا ضرور ہے - خدا خیر کرے

تیاق :- اتنا تو میں بھی سمجھ رہا ہوں لیکن وہ دال میں کالا کیا ہو سکتا ہے یہ نہیں سمجھ میں آتا ؟

وانہ :- یہیں تو عقل حیران ہو جاتی ہے آکر :

تیاق :- اور سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ ان سے کچھ پوچھا بھی نہیں جا سکتا ، ایک تو جواب نہیں ملے گا ، دوسرے خفگی الگ ،

وانہ :- اور کیا ، ــــــــ لیکن کسی نہ کسی طرح پتہ چلنا ہی چاہیئے -

تیاق :- لیکن کوئی ترکیب بھی تو سمجھ میں آئے !

وانہ :- سب سے زیادہ نازک اور قابلِ رحم حالت ممانی کی ہے ، اُن کی حالت دیکھ کر تو کلیجہ پھٹنے لگتا ہے ، وہ تو ہوائی جہاز سے جانے کو تیار ہیں ! ــــــــ جاتی ہوں ، ذرا اُن کے پاس جاؤں - کچھ طبیعت بہلاؤں گی ان کی ، !

اتنے میں خادمہ آئی ، اور اس نے اشتیاق سے کہا -

"آپ کو صاحب بلاتے ہیں ـ" پروانہ جاتے جاتے کھٹک گئی - اس نے پوچھا :- بھیا کو یا مجھے ؟ یا ہم دونوں کو ؟

ملازمہ نے کہا ، "نہیں آپ کو نہیں خالی بھیا کو ، !"

ملازمہ چلی گئی۔

دردانہ :- بھیا ذرا سنبھل کر جانا۔

اشتیاق :- کیا مطلب ؟ ——— کیا وہ پستول لئے بیٹھے ہیں؟

دردانہ :- مجھے تو بڑا ڈر لگ رہا ہے، آج نہ جانے کیوں؟ خدا خیر کرے

اشتیاق :- اتنے زیادہ غصہ میں ہیں ماموں جان؟

دردانہ :- ہاں بھیا تم نے ان کی وہ ڈراؤنی صورت نہیں دیکھی جواب تک میری آنکھوں کے سامنے پھر رہی ہے!

اشتیاق :- خیر وہ غصہ میں سہی لیکن میں نے تو کوئی خطا نہیں کی ہے۔

دردانہ :- اس سے کیا ہوتا ہے، وہ غصہ میں خطا کار اور بے خطا کو نہیں دیکھتے "خیر دیکھا جائے گا۔ تم ممانی جان کے پاس جاؤ، میں ان کے پاس جاتا ہوں۔"

باب ٢٨

پستول!

اشتیاق کو دردانہ نے اتنا ڈرا دیا تھا کہ واقعی بہت سہما سہما وہ خان بہادر
رے میں پہونچا اور یہ دیکھ کر تو اُس کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی . کہ وہ
ی برہمی اور اشتعال کے عالم میں پستول ہاتھ میں لئے کھڑے ہیں . آنکھوں سے
برس رہا ہے چہرہ فرط غضب سے گلنار ہو رہا ہے . کڑتے ہیں لیکن کڑا
ں ہو جاتا . پاؤں لرز رہے ہیں ، پستول ہاتھ میں ہے لیکن سنبھالا نہیں جاتا
کانپ رہے ہیں . اشتیاق کا چہرہ دہشت کے باعث سفید پڑ گیا ۔!

خان بہادر نے اُسے دیکھا اور پُر جلال آواز میں کہا . دروازہ اندر سے
رلو . تعمیل حکم کے سوا چارہ نہیں تھا اُس نے دروازہ اندر سے بند کر لیا .
ین کر لیا . اس حکم کا مقصد بہ حرف یہ ہے کہ اس پستول کی پہلی گولی میرے سینہ

پر پڑے لیکن وہ حکم عدولی کا عادی نہ تھا، اس لئے خاموشی کے ساتھ دروازہ بند
کیا اور ادب سے خان بہادر کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔

خان بہادر کچھ دیر تک اُسے گھور کر دیکھتے رہے، اور اس کا خون خشک ہو
رہا، پھر وہ ایک کرسی پر بیٹھ گئے اور اشتیاق سے کہا۔ "بیٹھ جاؤ!" وہ بھی بیٹھ گیا

خان بہادر نے وہ خط اس کی طرف بڑھایا۔ "یہ خط پڑھو"؟

اشتیاق خط پڑھنے لگا، اور جو کیفیت خط پڑھتے وقت خان بہادر کی ہوئی
تھی، بالکل وہی اشتیاق کی بھی ہوئی، آنکھوں سے خون برسنے لگا، چہرہ تمتما گیا
کانپنے لگا :

خان بہادر نے پوچھا۔ "پڑھ لیا یہ خط"؟

اشتیاق :- جی پڑھ لیا۔

خان بہادر :- "یہ جمال کون ہے ؟

اشتیاق :- ایک بے فکرا، بلکہ آوارہ، اور بدمعاش بھی ؟

خان بہادر :- تم جانتے ہو اُسے ؟

اشتیاق :- "بہت اچھی طرح"، اور پھر اُس نے جہاز سے لے کر کولمبیا یونیورسٹی
کے ہوسٹل کی ساری روداد سُنا ڈالی۔

خان بہادر :- اس سے اور نکہت سے اتنے پینگ بڑھ گئے ؟

اشتیاق :- مجھے بھی حیرت ہے، دوستانہ تعلقات تو جہاز میں سے قائم ہوئے
تھے اب اس کی علالت نے نوعیت یہاں تک پہنچا دی -

خان بہادر :- چپ رہو علالت نے نوعیت یہاں تک پہنچا دی ——

بیوقوف، احمق ؟"

شتیاق نے سر جھکایا -

بہادر :۔ تم جانتے ہو نکہت نے امریکہ جاتے وقت مجھ سے کیا وعدہ
کیا تھا ۔؟

اق :۔ جی نہیں -

بہادر :۔ اس نے وعدہ کیا تھا کہ میں ہر حالت میں آپ کے اعتماد کی
اہل ثابت ہوں گی، کیا اس نے میرا اعتماد زائل نہیں کر دیا ۔؟

اق :۔ زائل نہیں تو متزلزل ضرور کر دیا -

بہادر :۔ غصہ سے " نہیں زائل کیا -

اق :۔ جی ہاں زائل کر دیا -

بہادر :۔ جانتے ہو میں نے کیا فیصلہ کیا ہے ؟

تیاق :۔ جی ۔ مجھے کیا معلوم ؟"

بہادر :۔ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ فوراً امریکہ روانہ ہو جاؤں ۔ ابھی فون
پر میں نے سیٹ بک کرالی ہے ۔ پرسوں طیارہ سے روانہ ہو رہا ہوں"

اق :۔ بہت مناسب "

بہادر :۔ جانتے ہو میں وہاں جا کر کیا کروں گا ؟"

تیاق :۔ جی مجھے نہیں معلوم ۔!

بہادر :۔ یہ پستول میرے ساتھ جائے گا -

تیاق :۔ (سہم کر) یہ پستول آپ کے ساتھ جائے گا ۔؟

خان بہادر :- (فیصلہ کُن انداز میں) ہاں ——————— اور جانتے ہو
پستول میں کیوں لئے جا رہا ہوں -

اشتیاق :- میں نہیں جانتا -

خان بہادر :- سب سے پہلے یہ پستول جمال کی جان لے گا، پھر نکہت کی

اشتیاق :- لیکن ——————— !

خان بہادر :- یہ آخری اور قطعی فیصلہ ہے - اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی

اشتیاق نے صورت حالات کی نزاکت محسوس کر لی، وہ جمال سے
متنفر تھا، اور نکہت سے بھی بہت خفا تھا، بلکہ نفرت کرنے لگا تھا، وہ
سے لیکن اُسے اپنی وہ غلط فہمی یاد آ گئی، جو اُس جمال کے سلسلہ میں ہوئی
تھی - اس نے سوچا، ممکن ہے جو کچھ خان بہادر سمجھ رہے ہیں وہ
ہو، جس کا اندیشہ میرے دل میں گزر رہا ہے، وہ صرف غلط فہمی ہو ایسی صورت
میں، اتنی بڑی ٹریجڈی کا واقعہ ہونا، قیامت ہے - خان بہادر کے جانے
جانا چاہیئے، اگر واقعتہً وہی بات ہے، جو اس خط سے مترشح ہو رہی ہے
تو پھر میں بھی وہی کام کر سکتا ہوں - جو خان بہادر کرنا چاہتے ہیں اور اگر نہیں
ہے تو کوئی بات نہیں، ہم دونوں ساتھ ساتھ واپس آ جائیں گے، یہ سوچ کر
اس نے کہا -

اشتیاق :- اگر آپ کا یہ فیصلہ آخری اور قطعی ہے ———————

خان بہادر :- ہاں بالکل اس میں ترمیم کی بھی گنجائش نہیں -

اشتیاق :- تو میرا بھی آخری اور قطعی فیصلہ ہے کہ قبل اسکے آپ کرے سے باہر نکلیں

ں پستول کی گولی میرا سینہ چیرتی ہوئی باہر نکلے گی۔"

ادر :- (حیرت کے ساتھ) کیوں، تم نے کیا خطا کی ہے ؟

:- خطا کا کوئی سوال نہیں ـــــــــ میں آپ کو امریکہ نہیں جانے

وں گا۔ کم از کم جب تک میں زندہ ہوں، اس وقت تک نہیں۔

ادر :- (حیران ہو کر) آخر کیوں ؟

:- ہو سکتا ہے کہ مارگریٹ کے خط سے ہم جو کچھ سمجھ رہے ہیں وہ

غلط ہو، مبالغہ آمیز ہو، خلاف واقعہ ہو، آپ اتنے مشتعل ہو چکے ہیں

ور آپ ان چیزوں پر غور کریں گے نہ حقیقت کا پتہ لگا سکیں گے وہی

ریں گے جو کہہ رہے ہیں۔

ادر :- ہاں بے شک۔

:- اور اس طرح خون ناحق کے مرتکب ہوں گے،

ادر :- خون ناحق کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

:- ہوتا ہے ماموں جان۔

ادر :- آخر تم کیا چاہتے ہو ؟

:- یہ کہ امریکہ آپ جائیں، میں جاؤں۔

ادر :- (بہت زیادہ متحیر ہو کر) میرے بجائے تم کیوں جانا چاہتے ہو؟

:- اس لئے کہ میں ہوش و گوش کے ساتھ جاؤں گا۔

ادر :- یعنی ـــــــــ یعنی ؟

:- یعنی یہ کہ میں حقیقت کی جستجو کروں گا۔ اگر میں نے نکہت کو مجرم

یا یا تو یقین کیجیے۔ نہ نکہت زندہ بچے گی، نہ جمال۔ اور اگر وہ مجرم ...
تو کوئی بات نہیں، ہم دونوں واپس آجائیں گے۔

خان بہادر :- لیکن تم حقیقت کی جستجو کس طرح کروگے۔

اشتیاق :- اسے بعد پر چھوڑیے۔ میں جمال کو بھی جانتا ہوں، نکہت ...
مارگریٹ کو بھی، اور بھی کئی لوگوں کو، آخر وہاں جا چکا ہوں۔ ان
سے ملاقات ہے میری!"

تجویز معقول تھی، خان بہادر کی سمجھ میں آگئی، وہ رضامند ہو گئے۔

خان بہادر :- میں تمہاری رائے سے اتفاق کرتا ہوں، تم جا سکتے ہو لیکن ...
بات کا وعدہ کرو۔

اشتیاق :- کرتا ہوں وعدہ،

خان بہادر :- تم حلف اٹھاؤ کہ جو کچھ کہہ رہے ہو وہی کروگے۔

اشتیاق نے خدا و رسولؐ کی قسم کھا کر خان بہادر کو اپنی بات کا یقین ...
وہ مطمئن ہو گئے، پھر انہوں نے فرمایا۔

خان بہادر :- اس کا بھی لحاظ رہے کہ زبیدہ اور دروانہ کو یہ نہ معلوم ہو ...
میں کیا لکھا ہے؟

آپ نہ فرماتے تو میں اتنا نادان نہیں تھا کہ یہ بات منہ سے نکالتا ——
یہ تو بتائیے اپنے جانے کی وجہ کیا بیان کروں -؟

خان بہادر :- میں کہہ دوں گا، میرے حکم سے تم اُسے لینے جا رہے ہو ...
کا بیقرار دل بھی ٹھہر جائے گا۔

بت مناسب تجویز ہے۔

پرسوں نہیں، روانہ ہو جانا ہے، اپنی تیاریاں مکمل کر ڈالو۔

تیاریاں ہی کیا کرنا ہیں، کچھ مقدمات کی تاریخیں بدلوانا ہیں، اب آج تو
نہیں رہا۔ کل عدالت میں جاکر چند کام بھی کروں گا، اگر کسی کیس کی تاریخ
یا موکل نہ رضامند ہوا، تو کسی دوست کو اپنا قائم مقام بنا دوں گا۔

دی کرے گا۔!

ہاں ٹھیک ہے!"

ساتھ ساتھ کمرہ سے باہر نکلے، باہر نکلتے ہی خان بہادر نے اپنے
کر دیا۔ یہ بظاہر اتنا معقول فیصلہ تھا، کہ زبیدہ اور وردانہ سب نے
لیا۔!!

باب ۲۹

بات چیت

ٹھیک ایک ہفتہ بعد اشتیاق امریکہ پہنچ گیا، راستہ بڑی بے لطفی اور بے
کٹا، ایک سفر تھا کہ نکہت ساتھ تھی۔ اُمیدیں اور آرزوئیں ہم کاب تھیں، نشا
کی لہریں اُٹھ رہی تھیں دل سے، ایک یہ سفر ہے کہ کسی پہلو قرار نہیں۔ جیسے
کہ کسی طرح یکسو نہیں ہوتی۔ توہمات ہیں کہ صف باندھے کھڑے ہیں، پر
پریشان ہیں کہ اُمنڈے چلے آرہے ہیں، یہ مناظر، یہ طیارہ کی نئی اور مرا
دنیا، یہ رنقاء، یہ تفریحیں، سب بیکار ہیں، کسی میں لطف نہیں، کسی سے دلچس
صرف ایک خیال ہے۔ یہ کہ نکہت اور جمال کے تعلقات کی نوعیت کیا ہے
عرصہ میں یہ تعلقات کس منزل تک پہنچ گئے؟ وہ کہاں تک آگے بڑھ چکی
اور آیا اب اس کے لئے واپس آنا ناممکن بھی ہے یا نہیں؟ وہ بار بار سو

ہے کہ نکہت جیسی لڑکی بے راہ ہو جائے، پھر خیال کرتا تھا، اس دنیا میں
نہیں ہے؟ اور پھر وہ عالم خیال میں، برہمی کی حالت میں فیصلہ کرتا تھا۔
مضائقہ نہیں وہاں پہنچتے ہی حقیقت کا پتہ لگاؤں گا، اور پھر بتاؤں گا
ہوں؟ اشتیاق رحم دل بھی ہے اور سفاک بھی، دوست بھی اور دشمن بھی!"
سوچتا ہوا، انہی خیالات میں کھویا ہوا، وہ منزل مقصود تک پہنچ گیا ہوسٹل
رگریٹ موجود تھی لیکن نکہت نہیں تھی، مارگریٹ بڑے تپاک اور گرمجوشی
نے نکہت کی قائم مقام بننے کی پوری کوشش کی لیکن وہ اس وقت ان
بے نیاز تھا، اس نے ذرا اکھڑے اکھڑے سے لہجہ میں پوچھا۔ نکہت کہاں
ہے؟"

:- او، اشتیاق صاحب! آپ اتنے بیکل کیوں ہیں۔ بیٹھئے۔ اطمینان کا
نس لیجئے، چائے پیجئے۔ ناشتہ کیجئے، نکہت کی زیارت بھی ہو جائے گی۔!"

:- کیا وہ یہاں نہیں ہے؟

:- (مسکرا کر) آپ دیکھ تو رہے ہیں نہیں ہے۔

:- کیا وہ ہسپتال میں ہے؟

:- نہیں، اب خدا کے فضل سے وہ بالکل تندرست ہے۔ ہسپتال سے
ے کیا کام؟

:- تو آخر کہاں ہے وہ؟

:- وہ ایک تفریحی دورے پر گئی ہے پندرہ روز کے لئے!

:- (ممی کے ساتھ) تفریحی دورے پر؟

مارگریٹ :۔ ہاں، ڈاکٹر شیفرڈ کی رائے تھی کہ بہت کمزور ہوگئی ہے، اتفاق
پریسیڈنٹ جہاز ایک تفریحی دورے پر جارہا تھا، اُسی روز وہ چلی گئی
اُسے گئے ہوئے ۶ دن ہوچکے ہیں، بس اب ہفتہ عشرہ میں آتی ہی

اشتیاق :۔ آپ نہیں گئیں اس کے ساتھ ؟

مارگریٹ :۔ افسوس ہے نہ جاسکی، وہ تو بہت اصرار کر رہی تھی کیونکہ مضامین
بہت کمزور ہوں، اگر چلی جاتی تو فیل ہونا یقینی تھا، امتحان سر پر
اور میں کامیاب ہونا چاہتی ہوں، ناکامی کا داغ اپنے دامن پر نہیں لگانا
رہی نکہت وہ بڑی ذہین ہے، فیل ہو ہی نہیں سکتی کسی طرح !

اشتیاق :۔ آپ تو تقریر کرنے لگیں مِس مارگریٹ ۔

مارگریٹ :۔ (شرمندہ ہوکر) معاف کیجیے گا۔ میں نے ابھی آپ کی چائے کا بندوبست
نہیں کیا، ابھی آئی !

اشتیاق اس وقت غصہ، برہمی اور اشتعال کے عالم میں تھا، وہ چائے
نہیں چاہتا تھا۔ لیکن قبل اس کے کہ وہ منع کرے، وہ بجلی کی سی تیزی کے ساتھ
چلی گئی، چند ہی منٹ میں واپس آگئی اور گویا ہوئی ۔" ابھی آتی ہے"!

اشتیاق :۔ شکریہ، آپ تو ہم مشرقی لوگوں کی طرح مہمان نوازی پر اُتر آئیں
وقت چائے کی کوئی خاص ضرورت تو نہ تھی۔

مارگریٹ :۔ تو حرج بھی کیا ہے!

اشتیاق :۔ بہر حال آپ کی اس نوازش کا شکریہ، یہ تو بتائیے، نکہت کسی کو اپنے
نہیں لے گئی، اتنی کڑی بیماری جھیل کر آئی ہے، کوئی ساتھی تو ہونا

ے کیا اُونچ نیچ پڑے سفر میں ۔!

ٹ :۔ جمال تو اس کے ساتھ گیا ہے ۔؟

ں :۔ (غصہ جتلا کر کے) جمال اس کے ساتھ گیا ہے؟

ٹ :۔ جی ہاں وہ اس کا خیال بھی بہت رکھتا ہے، محبت بھی کرتا ہے

س سے!

ں :۔ صرف وہی یا نکہت بھی ؟

ٹ :۔ یہ تو میں نہیں کہہ سکتی، کیونکہ اس موضوع پر کبھی گفتگو نہیں ہوئی،
لیکن میرا خیال ہے کہ تالی ایک ہاتھ سے نہیں بجتی چاہیئے، کوئی وجہ نہیں
ہے کہ وہ اس سے محبت نہ کرے ۔ آخر کیا خیال ہے اس میں؟ خوبصورت
ہے، طرحدار ہے، تعلیم یافتہ ہے، مجلس طراز ہے، دوست نواز ہے، مخلص
ہے کیسی تیمارداری کی ہے، اس نے نکہت کی، میں تو عش عش کر اٹھی،
اچھا ہے، اگر وہ بھی محبت کرتی ہو اس سے،!

ں :۔ تو آپ نکہت کو صلاح کیوں نہیں دیتیں کہ وہ اس کی محبت قبول کرلے،

ٹ :۔ ارادہ کر رہی ہوں، وہ آئے تو ابھی اس موضوع کو چھیڑ دوں گی،
اب آپ بھی اتفاق سے آگئے ہیں، اچھا ہے، اگر دونوں پیمانِ وفا آپ
کے سامنے استوار کرلیں، جمال تو میرے پیچھے پڑا ہوا ہے، ذرا چین نہیں
لینے دیتا ۔

ں :۔ کیا چاہتا ہے آپ سے؟

ٹ :۔ یہی کہ اس مسئلہ کو یکسو کرا دوں ۔

اشتیاق :- کیا وہ گونگا ہے ؟

مارگریٹ :- محبت کی زبان گونگی ہی ہوتی ہے "

اشتیاق :- ہ آج معلوم ہوا محبت میں سعی و سفارش بھی چلتی ہے اگر آپ اپنے مقصد میں کامیاب ہوگئیں، تو میرے لئے بھی کسی سے سفارش کر دیجئے گا۔

مارگریٹ :- شوق سے لیکن انتخاب تو کر لیجئے پہلے کسی کا !

اشتیاق :- وہ تو ہو جائے گا۔

مارگریٹ :- (مسکراکر) تو پھر سفارش تو ہو جائے گی مطمئن رہیئے !

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ مس ہیلن آگئیں۔ مارگریٹ اُسے دیکھ کر خوش ہو گئی

:- "یہ ہیں مس ہیلن، میری عزیز بھی، دوست بھی اور ہمراز بھی!

ڈاکٹری کی سند لے چکی ہیں، جس ہسپتال میں نکہت تھی، وہ انہی کا ہسپتال ہے، یہ وہیں کام کرتی ہیں بڑی محبت سے انہوں نے اس کے علاج اور تیمار داری میں حصہ لیا، ڈاکٹر شیفرڈ ان کے بھائی ہیں، بیچارے نے اس کی بیماری کی خبر پائی، تو دوڑے دوڑے اسے دیکھنے چلے آئے۔

مس ہیلن :- اور وہ کیوں سفر کے مزے اُٹھا رہی ہے۔

مارگریٹ :- ہاں تمہارے اور ڈاکٹر شیفرڈ کے مشورہ سے، اور کہو کیا حال ہے؟

مس ہیلن :- ٹھیک ہے، نکہت اتنی بے مروت ہے کہ خط بھی نہیں لکھا، میں ہر روز انتظار کرتی ہوں۔ ہاں اس کا تو کوئی خط میرے پاس بھی نہیں آیا لیکن جمال کا آیا ہے۔

یٹ :۔ کیا لکھا ہے اس شریر نے ؟

یمین :۔ لکھتا ہے، وہی شرارت کی باتیں، لیکن اس مرتبہ معمول سے زیادہ خوش نظر آرہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے نکہت کے التفات نے اس کا دماغ آسمان پر چڑھا دیا ہے۔

یٹ :۔ تم اس سے جلتی ہو،

مین :۔ میں کیوں جلنے لگی ؟

یٹ :۔ وہ کہیں نکہت پر ترجیح جو نہیں دیتا۔

یمین کچھ جھینپ سی گئی، لیکن اپنی کیفیت پر جلد ہی غالب بھی آگئی۔

مین :۔ لیکن میں ہار ماننے والی نہیں،

یٹ :۔ کیا مطلب ؟

مین :۔ میں اُسے سب پر ترجیح دیتی ہوں، حتیٰ کہ تم پر بھی،

یٹ :۔ شکریہ اس بندہ نوازی کا، مگر براہ کرم اس کا تعاقب مت کیجئے، وہ آپ کے ہاتھ نہیں آسکتا، کوئی اور اچھا سا، شریف سا دوست تلاش کر لیجئے۔

مین :۔ جمال سے اچھا، شریف اور معقول آدمی کون ہوگا۔

یٹ :۔ اس سے تو ہاتھ دھولو، وہ نکہت کا ہو چکا، اس مرتبہ مجھے وہ اپنے دل کی بات لکھ گیا ہے، ادھر وہ آیا، ادھر معاملات پختہ ہوئے۔

مین :۔ پوچھوں گی بے مروت نکہت سے کہ کہیں بھی ایک ملا نہ تھا مجھے چھیننے کے لئے ؟

مارگریٹ :- خبردار اس سے اس طرح کی باتیں نہ کرنا، وہ بڑی تیکھی ہے خفا ہوگئی، تو خوشامد کرتی پھرو گی مگر منہ نہیں لگائے گی۔

ہیلن :- نہیں وہ مجھ سے خفا نہیں ہو سکتی، مجھے بہت چاہتی ہے، وہ تم سے ہی زیادہ اسی لئے تو جل رہی ہو، اور ایسی جلی کٹی باتیں کر رہی ہو لیکن مجھ پر ذرا بھی اثر نہیں ہو سکتا۔

مارگریٹ :- بے غیرت جو ٹھہریں۔

ہیلن :- یہی سہی، تم تو ہو، بڑی باعزت اور باحمیت،

مارگریٹ :- کیوں نہیں، کچھ شک ہے کہیں!

ہیلن :- بداخلاق تو اتنی ہے کہ نکہت کے بھائی اشتیاق صاحب بیٹھے ہیں، بجائے اُن سے باتیں کرنے کے بجائے مجھ سے الجھ رہی ہو میں کہیں بھاگی تو نہیں جاتی، وہ تو بہرحال چند دنوں کے مہمان ہیں۔

مارگریٹ :- بڑی شریر ہو، چند دن کے مہمان کیوں ہونے لگے۔ خدا نہیں سلامت رکھے

ہیلن :- اب انہیں بھڑکاؤ میرے خلاف، لیکن کامیابی معلوم!

مارگریٹ :- سُن رہے ہیں اشتیاق صاحب اس کی باتیں؟

اشتیاق :- جی ہاں بڑی دلچسپی سے،

مارگریٹ :- ہے نا اوّل درجہ کی شیطان؟

اشتیاق :- اتنی بڑی گستاخی میں کیسے کر سکتا ہوں۔

ہیلن :- مارگریٹ کی خاطر سے کہہ دیجئے، خوش ہو جائے گی بیچاری، اسے تو لطف آتا ہے، دوسروں کو چھیڑنے اور پریشان کرنے میں!

یٹ :۔ اچھا اب یہ باتیں نہ کرو، یہ بتاؤ آنا کیسے ہوا۔؟

ین :۔ ہمارے آنے کا سبب معلوم کرو گی تو شرمندہ ہوجاؤ گی۔

یٹ :۔ یہ کیوں ؟

ین :۔ آج ہم نے پروگرام بنایا ہے "ورائٹی تھیٹر" کا، تمہیں لینے آئے ہیں، ——— ہماری یہ محبت اور تمہاری یہ کیپٹ، ذرا تو شرماؤ،

یٹ :۔ واقعی شرم آرہی ہے، ——— کس وقت چلو گی ؟

ین :۔ رات کو، اور کب ؟

یٹ :۔ اشتیاق صاحب آپ بھی چلیں گے ہمارے ساتھ ؟

یاق :۔ ضرور چلتا، لیکن بہت تھکا ہوا ہوں، معاف کر دیجئے۔

ین :۔ لیکن دعوت تو میری طرف سے ہے، معافی آپ مارگریٹ سے مانگ رہے ہیں، اگر آپ نہ گئے تو ہم دونوں بھی نہیں جائیں گے اور ہمارے جذبات کا خون ناحق آپ کی گردن پر ہوگا ؟

یاق :۔ کسی اور دن دیکھئے۔

ین :۔ کیوں آج کیوں نہیں؟

یاق :۔ واقعی طبیعت بہت کسلمند ہے، ورنہ کیا عذر ہوسکتا تھا۔

ین :۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جس پروگرام کا اتنا اشتیاق ہے وہ آج ختم ہوجائے گا، کل سے نیا پروگرام شروع ہوجائے گا۔

یٹ :۔ مان لو، اشتیاق صاحب، اس بیچاری کی بات کوئی بھی نہیں مانتا۔ ثواب ہوگا۔!

اشتیاق :- بہتر ہے، چلا چلوں گا۔
ہیلن :- مارگریٹ شکریہ ادا کرو، اشتیاق صاحب نے میری استدعا نو ٹھکرا دی، تمہاری التجا کو شرف قبول بخشا ہے۔
اشتیاق :- (خفیف ہوتے ہوتے) نہیں یہ بات تو نہیں ہے۔
مارگریٹ :- آپ بھی کیسے منکسر ہو رہے ہیں۔ شکریہ ادا کرے گی!
اشتیاق :- اچھا تو اب اجازت دیجئے، ہوٹل ہو آؤں، پھر وقت مقررہ پر آجاؤں گا۔
مارگریٹ :- آپ کیوں تکلیف کرینگے، یہ بتا دیجئے، کس ہوٹل میں قیام ہے۔ ہم خود وہاں آجائیں گے آپ کو لینے۔
اشتیاق :- یہاں سے قریب ہی ہے ——— ہوٹل ڈی لکس!
مارگریٹ :- جی ہاں بس چند قدم کا فاصلہ ہے۔ ابھی بیٹھئے، چلے جایئے گا، تھوڑی دیر میں!
اشتیاق :- کچھ کام ہے، ذرا شہر بھی جانا ہے، کچھ چیزیں خریدنی ہیں۔ اب تو جب تک یہاں ہوں برابر آپ سے ملاقات ہوتی رہا کرے گی۔
مارگریٹ :- جی ہاں ضرور، لیکن آپ شہر جا رہے ہیں اکیلے؟
اشتیاق :- (مسکرا کر) تو کیا ہوا؟ ——— مجھے کسی سے خطرہ نہیں ہے۔
مارگریٹ :- پھر بھی کوئی کمپینین (رفیق) تو ہونا چاہیئے ——— جاؤ ہیلن تم ساتھ چلی جاؤ۔
ہیلن :- چلی تو جاؤں گی لیکن تم کیوں نہیں جاتیں۔

ٹ : مجھے ایک ضروری کام سے کالج جانا ہے ۔

: آئیے اشتیاق صاحب چلیں ، اچھی طرح سیر کرا دوں گی آپ کو اس شہر کی —!

اشتیاق سٹ پٹا سا گیا ، وہ اپنے ساتھ نہ ہیلن کو لے جانا چاہتا تھا ، نہ ٹ کو ، وہ دراصل شہر جانا بھی نہیں چاہتا تھا ، وہ تنہائی چاہتا تھا ، یکسوئی تا تھا ، تا کہ ان باتوں پر غور کر سکے جو اس نے مارگریٹ سے نکہت اور جمال بارے میں سُنی تھیں ، لیکن مجبور تھا ۔ ہیلن اور مارگریٹ اس طرح پیچھے پڑی یں کہ خلاصی کی کوئی صورت ہی نہیں تھی ، مجبوراً اُس نے کہا ۔

"چلیے" !

باب ۳۰

عرشۂ جہاز

"پریسیڈنٹ جہاز"، رنگ و بو، کیف و سرور اور لطف و تفریح کی ایک دنیا اپنے اندر سمیٹے ہوئے تھا، ضرورت کی ہر چیز موجود، تفریح کا ہر سامان مہیا بے فکر اور عیش کے دلدادہ لوگوں کا مجمع چار نشستوں کے ایک کیبن میں، جمال اور نکہت کو جگہ ملی، دونوں دن بھر جہاز کی دلچسپیوں کا نظارہ کرتے، رات گئے دیر تک ناچ دیکھتے، گانا سنتے "راگ و رنگ کی دنیا سے لطف اٹھاتے، سینما دیکھنے بیٹ پر چڑھ جاتے، اور بڑی دیر تک روانی آب کا منظر دیکھتے، ادھر اُدھر کی باتیں کرتے، اور پھر آکر سو جاتے، جہاز کا سفر چھ دن کا تھا، پروگرام یہ تھا کہ دو دن جدہ میں ٹھہریں گے اور تیسرے دن پھر رخت سفر باندھ کر پندرھویں دن واپس پہونچ جائیں گے آج چھٹا دن ختم ہو رہا تھا۔ اور جہاز چند گھنٹے کے بعد جزیرے کی گودی

ہونے والا تھا، جمال پر بھی اس سفر کا خوشگوار اثر پڑا تھا، اور نکہت کی صحت و
شادابی و رعنائی واقعی مکمل طور پر لوٹ آئی تھی، نکہت نے سامان سفر
تے ہوئے کہا۔
شکر ہے اب سفر ختم ہو رہا ہے "
۔ لاکھ لاکھ شکر ہے میں تو دلچسپیوں کی یک رنگی سے اکتا گیا ہوں، اب
جزیرے میں دو دن اطمینان سے بسر ہوں گے ۔
۔ واں میں بھی تنگ آ گئی تھی، اسی لئے چلی آئی ——— خدا کرے ہیلن
مارگریٹ کا خط پہونچتے ہی ملس۔
۔ ہیلن اور مارگریٹ تمہیں دیکھیں گی تو اب پہچان نہ سکیں گی۔
۔ یہ کیوں ؟ بدل گئی ہوں کچھ ؟
۔ بہت زیادہ ۔ بالکل نئی چیز بن گئی ہو، پہلے سے بہت زیادہ شاندار ہو
یا آئینہ دیکھنا تم نے بالکل چھوڑ دیا ہے ۔ وہ ہنسنے لگی ۔
۔ آپ تو بناتے ہیں خواہ مخواہ :
۔ جسے دست قدرت نے اپنے قلم سے بنایا ہو، اُسے ہم جیسے پھڈی
کیا بنائیں گے ۔
۔ اب شاعری کرنے لگے آپ ! ۔ یہاں تک تو ٹھیک ہے کہ میری صحت
ہو گئی ہے لیکن یہ غلط ہے کہ کچھ بدل بھی گئی ہوں "
۔ اچھا مارگریٹ اور ہیلن پر فیصلہ چھوڑ دو، ان کی بات تو مانو گی ؟
۔ دیکھا جائے گا ۔ دیکھئے ، وہ کنارہ نظر آ رہا ہے ۔ ہم پہنچ گئے ۔ اور واقعی

تھوڑی دیر میں جہاز ساحل میں لنگر انداز ہو گیا طے یہ ہوا تھا کہ دن بھر لوگ شہر میں گھومیں
رات کو پھر جہاز میں واپس آجائیں گے، چونکہ ٹکٹ میں سیر و تفریح کی قیمت بھی شا[مل]
تھی، لہٰذا جہاز کمپنی کی طرف سے ٹیکسیاں مسافروں کو سیر کرانے کے لئے موجود تھ[یں]
دن بھر یہ لوگ شہر کی خاک چھانتے رہے، رات کو آٹھ بجے کے قریب واپس آ[ئے]
کھانا کھایا اور پھر اپنے کیبن میں پہنچ گئے، نکہت نے بستر پر لیٹتے ہوئے کہا

نکہت: تھک گئے ہم تو۔

جمال :۔ ٹیکسی میں بیٹھے بیٹھے؟

نکہت :۔ واہ، اُتر اُتر کر، سیر بھی تو کی!

جمال :۔ تو کیا ہوا، سیر سے بھی کوئی تھکتا ہے؟

نکہت :۔ مجھی کو دیکھ لیجئے!

جمال :۔ تو گویا تم سونا چاہتی ہو؟

نکہت :۔ ارادہ تو یہی تھا، کیوں کوئی خاص کام ہے۔؟

جمال :۔ کوئی خاص کام تو نہیں لیکن کچھ باتیں کرنی تھیں، اس وقت تک
ہمارے رفقائے کیبن بھی شہر سے گھوم پھر کر واپس نہیں آئے ہیں
اطمینان اور یکسوئی سے باتیں کر سکتے تھے، لیکن اگر سونا چاہتی ہو تو سو جاؤ
کل سہی!

نکہت کے کان یہ باتیں سُنکر کھڑے ہوئے، وہ اُٹھ بیٹھی۔

نکہت :۔ نہیں کوئی خاص نیند نہیں آرہی ہے، کہیے، فرمائیے، کیا بات ہے

جمال :۔ میں چاہتا تھا کہ اب ہم لوگوں کے وطن واپس جانے کا زمانہ قریب آ[گیا]

ہے۔ کچھ دنوں کے بعد امتحان ہوگا اور امتحان کے بعد، دانگی۔"

جی ہاں ٹھیک ہے پھر۔؟

کتنا اچھا ہوتا اگر ہم اپنے مستقبل کا پروگرام بھی بنا لیتے۔

مستقبل کا پروگرام؟ وہ تو بنا بنایا ہے۔ آپ تو یونیورسٹی میں ملازم بھی ہیں
مستقل پروفیسر بن جائیں گے۔ رہی میں، ملازمت تو کر نہیں سکتی ہیں
ایک تعلیم گاہ قائم کر دوں گی، اور وہاں قوم کی بچیوں کی تربیت۔ تعلیم
کام اپنے ذمہ لوں گی۔

بڑا اچھا ارادہ ہے، لیکن میرا مطلب یہ نہیں تھا!"

پھر کیا تھا؟ صاف صاف کہیئے۔

ہم اپنی زندگی کا فیصلہ کر لیں تو کیا حرج ہے؟

میں اب بھی نہیں سمجھی۔

مطلب یہ ہے کہ آخر، یہ تجرد کی زندگی، نہ مجھے بسر کرنی ہے، نہ تمہیں،
ضروری ہے کہ میں رفیقہ حیات کی جستجو کروں، اور ضروری ہے کہ تمہیں
رفیق حیات کی تلاش ہو، پھر ہم دونوں کیوں نہ یہ عہد کر لیں کہ ایک دوسرے
کے رفیق زندگی بنیں گے، تم میرے مزاج اور طبیعت سے واقف ہو چکی ہو
میں تمہاری طبیعت اور مزاج کا رواشناس بن چکا ہوں، میرا خیال یہ ہے۔ کہ
ہم دونوں کی زندگی بڑے سکھ اور چین سے گزرے گی۔ میں جہاں تک
اندازہ کر سکا ہوں۔ تم مجھے ناپسند تو نہیں کرتیں، میرے لئے یہ فخر بہت ہے
کہ حاصل چاہت ہے، نگہت بہت غور سے یہ باتیں سن رہی تھی۔"

جمال جب اپنی گفتگو ختم کر چکا تو اس نے کہا۔

نکہت :- آپ نے بہت سی باتیں کہہ ڈالیں، کس کس کا جواب دوں؟

جمال :- صرف ایک بات کا یعنی ہم ایک دوسرے کے رفیق حیات بن

نکہت :- جمال صاحب آپ کو صرف اس لئے معاف کرتی ہوں کہ آپ
سے ناواقف ہیں، ورنہ آج ہمارے تعلقات ختم ہو جاتے۔ یہ سن کر
گھبرا گیا۔!

جمال :- اگر میں نے کوئی ایسی بات کی ہے جو تمہیں ناگوار گزری ہے تو میں
واپس لیتا ہوں، معافی چاہتا ہوں، میرا قطعاً یہ ارادہ نہ تھا کہ تمہارا دل

نکہت :- اس کا مجھے یقین ہے، اس لئے تو میں نے معاف کر دیا آپ کو

جمال :- لیکن یہ بھی بتا دو کہ مجھ سے غلطی کیا ہوئی؟

نکہت :- آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ عہد وفا صرف ایک مرتبہ استوار کیا جاتا
ہے، اور وہ استوار ہو چکا، میں اشتیاق صاحب سے محبت کرتی ہوں
اور وہ بھی مجھ سے محبت کرتے ہیں، پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ انہیں چھوڑ
میں کسی اور کی ہو رہوں۔

جمال :- میں سمجھتا تھا کہ تم انہیں فراموش کر چکی ہو، تمہارے التفات اور
نے مجھے اُمید اور آرزو کی دنیا میں پہنچا دیا تھا، لیکن آج معلوم ہوا کہ وہ
سب غلط تھا۔

نکہت :- غلط اور بالکل غلط ——————— میں آپ کو ایک شریف دوست
سمجھتی تھی میرے دل میں کبھی یہ خیال نہیں آیا کہ ہم ایک دوسرے کے

دھوکا کھا سکتے ہیں۔ دھوکا اگر کھایا تو میں نے ؟ نکہت آپ نے دھوکا کھایا
اور دھوکا دیا بھی، یہ کوئی معمولی جرم نہیں ہے۔

میں نے ہرگز دھوکا نہیں دیا۔

خیر میں اصرار نہیں کرتی، اپنے قول پر نہ سہی، اب آپ اپنی غلط فہمی
دور کیجئے، اور آئندہ شاید دوست بھی نہیں رہ سکیں گے۔

اتنی بڑی سزا کیوں؟

آپ کی ان باتوں سے میں اپنی نظر میں ذلیل ہو گئی، مجھے رہ رہ کر خیال
ہے ضرور میں نے آپ کو اتنا موقعہ دیا کہ آپ غلط فہمی میں مبتلا ہوں
امیدوں اور آرزوؤں کی دنیا میں پہنچ جائیں، مجھے ایسا نہ کرنا چاہیے
خیانت ہے، میرا ضمیر مجھے کہہ رہا ہے کہ میں نے اشتیاق کے ساتھ
کی، اشتیاق جو مجھ پر اتنا ہی اعتماد کرتا ہے جتنا ایک محبت پرست
برابر میں نے اپنے باپ کے ساتھ خیانت کی جس کے اعتماد کا
یہ عالم تھا کہ سارے خاندان کی مخالفت مول لے کر اس نے تن تنہا
اس ملک میں آنے دیا جب میں اپنے ضمیر کو مطمئن نہیں کر سکتی، تو
دونوں کو کیونکر مطمئن کروں گی؟

یہ تو عجیب باتیں کہہ رہی ہو تم!

ہاں، لیکن غلط نہیں، میں اپنے دل کو کھولتی ہوں تو مجھے اپنی خطا
نظر نہیں آتی، میں نے آپ سے یا دوسرے "لوئے فرینڈس" سے
اخلاق و تپاک کا برتاؤ کیا، لیکن یہ اخلاق ہر قسم کی ذہنی آلودگی

سے پاک تھا۔ آپ نے میری تیمار داری کی، اور کوئی شبہ نہیں
انہماک سے کی، میں اپنے دل میں سمجھتی رہی آپ مجھ سے انتقام لے
ہیں، میں نے آپ کی خدمت کی تھی جب آپ بیمار تھے، اب میں بیما
تو آپنے بدلہ لے لیا، یہ نہیں معلوم تھا کہ اس خدمت میں کوئی جذ
ہے، ورنہ میں دھوکا نہ کھاتی، میں نے ابھی آپ سے کہا تھا، آپ نے
دیا، وہ اسی واقعہ کی طرف اشارہ تھا۔

جمال :۔ کہے جاؤ اور جو کچھ کہنا ہے وہ بھی کہہ لو،

نکہت :۔ اگرچہ اپنے دل کو تولنے کے بعد میں اپنے آپ کو مجرم نہیں سمجھ
آپ کی باتیں سنکر اپنے تئیں مجرم سمجھنے لگتی ہوں ۔

جمال :۔ کیوں آخر؟

نکہت :۔ اس لئے کہ اگر میں نے آپ کو اپنے اخلاق کا زیادہ گرویدہ نہ بنایا
شائد آپ کو یہ جرأت نہ ہوتی۔

جمال :۔ لیکن میں نے جرم کیا کیا ؟ کیا محبت جرم ہے ؟

نکہت :۔ نہیں —————— !

جمال :۔ پھر کیا اعتراض ہے تمہیں ؟

نکہت :۔ میں یہ کہہ رہی تھی کہ محبت جرم نہیں ہے، لیکن اظہار محبت جرم
آپ جس سے چاہیں محبت کر سکتے ہیں، یہ آپ کا اور آپ کے د
معاملہ ہے، لیکن جب آپ کسی سے محبت کا اظہار کرتے ہیں، تو اس
میں ایک اور شخص بھی شریک ہو جاتا ہے، پھر آپ کا اور آپ کے دل کا

یں رہ جاتا، ایک تیسرے شخص کی عزت، آبرو، ناموس اور جذبات کا معاملہ

بن جاتا ہے۔

ہو سکتا ہے تمہارا خیال صحیح ہو، پھر بھی میں نے اپنے دل کی بات حرف

ے سامنے نکالی ہے، اس دنیا میں کوئی میرا رازدار نہیں۔

یہ بھی غلط ہے، پہلے تو میں زیادہ محسوس نہیں کرتی تھی، لیکن اب اندازہ

ہے کہ مارگریٹ اور ہیلین آپ کے بارے میں جو گفتگو مجھ سے کیا کرتی تھیں یا

ی موجودگی میں جو باتیں آپ سے کہا کرتی تھیں، اور فقرے چست کیا کرتی

یں، اُن کا مقصد کیا تھا؟ آپ لاکھ انکار کریں، لیکن مجھے یقین ہے کہ ہیلین

ارگریٹ آپ کی ہمراز ہیں۔!

اگر یہ صحیح بھی ہے تو کیا جرم ہے، وہ تمہاری دوست، ہمدم اور ہمراز

ی تو ہیں۔

ہوا کریں"

اسے میری غلطی سمجھ لو، میں نے محبت کی،

پھر وہی، ———— محبت کرنا غلطی نہیں ہے، محبت کا

نا غلطی ہے۔

اس غلطی کا بھی اعتراف کرتا ہوں۔

کاش آپ نے یہ غلطی کر کے میری نظر میں اپنے آپ کو اور مجھے سبکو سبک

کیا ہوتا۔

بہرحال غلطی انسان ہی سے ہوتی ہے، کیا تم اتنا بھی نہیں کر سکتیں کہ مجھے

معاف کر دو۔

نکہت :- معافی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، بہرحال اب یہ گفتگو ختم ہو جانی چا

جمال :- اگر معاف نہیں کر سکتیں تو سزا دے لو

نکہت :- میں کہہ رہی ہوں یہ باتیں اب ختم ہو جانی چاہئیں، آج سے ہماری
ختم ہوتی ہے۔ مجھے رہ رہ کر اپنے آپ پر غصّہ آ رہا ہے، آخر آپ نے مجھے
سمجھا تھا، جو اس طرح کی باتیں بے محابا شروع کر دیں۔

جمال :- میں پھر پوچھنا چاہتا ہوں، کیا محبت کرنا جرم ہے

نکہت :- میں آخری بار کہتی ہوں، اس شخص سے محبت کرنا جُرم ہے جو کسی اور
محبت کرتا ہو۔

جمال :- یہ تو بس آج معلوم ہُوا ہے۔

نکہت :- آخر آپ غلط بیانی پر کیوں تُلے ہوئے ہیں، یہ بھی غلط کہا آپ نے، آپ
معلوم تھا کہ اشتیاق صاحب مجھ سے محبت کرتے ہیں، آپ یہ بھی جا
تھے، میں اُن سے محبت کرتی ہوں یہ جاننے کے باوجود آپ نے مجھے
کرنے کی کوشش کی، آپ کے اخلاق، تپاک، خلوص، خدمت، ایثار
سب کے اندر یہ جذبہ کام کر رہا تھا کہ میں اشتیاق کو بھول جاؤں، اس
آپ کو دے دوں، آپ ارادی طور پر مجھے دھوکہ دے رہے تھے اور
اتنی بیوقوف تھی کہ دھوکا کھاتی رہی۔

جمال :- اچھا یہی سہی، غرض مند مجبور ہوتا ہے، مثل مشہور ہے۔ "عشق اور جنگ
سب کچھ جائز ہے۔"

ت :۔ میں ایسے عشق کو حقارت سے ٹھکراتی ہوں!

رہمت ایک دوسرے کیبن میں چلی گئی، جہاں مسز میکڈانلڈ رہتی تھیں، ان کے پاس ایک برتھ خالی تھی، وہیں آدمی بھیجکر اس نے اپنا سامان منگا لیا، مسز ڈے سے یہیں جہاز پر ملاقات ہوئی تھی، بہت محبت کرنے لگی تھیں وہ نکہت سے!

دوسرے روز جہاز واپس روانہ ہوا لیکن اس مرتبہ حالت کیا؟ دنیا بدل چکی

نکہت الگ،

جمال الگ،

جیسے ان دونوں میں کوئی رسم وراہ ہی نہیں تھی۔!

باب ۳۱

دُردانہ کا خط!

نکہت کا استقبال کرنے کو ہیلن اور مارگریٹ، اور کئی دوسری سہیلیاں ساحل پر موجود تھیں، مارگریٹ نے تو فرطِ مسرت سے اس کا منہ چوم لیا۔ "نکہت تم تو پہچانی نہیں جاتیں، اس سفر نے تو تمہیں کچھ سے کچھ بنا دیا ہے!"

ہیلن بولی۔ "انہیں ایسا دیکھ کر میرا جی چاہنے لگا ہے کہ میں بھی بیمار پڑ جاؤں"

نکہت ہنسنے لگی "لیکن منہ دھو رکھو، میری جیسی نہ بن سکو گی"

ہیلن نے خفت مٹاتے ہوئے کہا۔ اب تم سب سے کم ہوں، پوچھ مارگریٹ

مارگریٹ بولی۔ "واہ بھئی!..... گراہ بھی اچھا ڈھونڈا، تم تو میرے برابر بھی نہیں ہو، نکہت سے کیا برابری کا دعویٰ کرتی ہو" ہیلن نے مسکراتے ہوئے کہا "ہم ایسے ہیں کہ تم دونوں میں سے کوئی بھی ہمارا جیسا نہیں ہے!"

نجمت ہنسنے لگی ۔ہاں بھئی یہ ٹھیک ہے ۔ تم ہم سب میں سے کوئی تم جیسا ہے

رہے ہو!

سیلن نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر بڑے خشوع وخشوع کے ساتھ

۔آمین ،آمین ۔!"

سب سہیلیاں کھل کھلا کر ہنسنے لگیں !! اسی طرح چہچہوں اور قہقہوں کے طوفان

ت ہوسٹل پہنچی، وہاں پہنچ کر سیلن نے پوچھا" ارے جمال کو کہاں چھوڑ آئیں۔

ت"، مارگریٹ نے کہا" ارے ہاں۔تمہاری دید کی خوشی میں اس بیچارے کا خیال

ہی رہا۔ کہاں ہے وہ؟"

نجمت نے جواب دیا۔"آئے تو اسی جہاز سے ہیں۔تم لوگوں نے خبر نہ لی او تر گئے

ہے۔!"

یٹ :۔" یہ بڑی چوک ہوئی، خود جاکر معافی مانگنی ہے ہم سے !"

من :۔" میں بھی چلوں گی !"

یٹ :۔ (ایک خط پرس سے نکالتے ہوئے) ارے یہ تو بھول ہی گئی، لو یہ خط آیا

ہے ۔تمہارے نام "

ین :۔" واقعی بڑی بھلکڑ ہو، اشتیاق صاحب کا بھی ذکر نہیں کیا ۔!"

یٹ :۔" ہاں وہ بھی آئے ہیں "

ت :۔" (حیرت سے) وہ بھی آئے ہیں تو ہیں کہاں ؟"

یٹ :۔" ہوٹل ڈی لکس میں وہ بھی ساحل پر خوش آمدید کہنے والے تھے لیکن کچھ نزلہ

زکام میں مبتلا ہیں، میں تو کہنے گئی تھی کہ ساتھ لیتی آؤں گی ـــــ خیر خود جا کر مل آنا !"

یہ کہکر مارگریٹ اور سیلین تو اپنے کام میں لگ گئیں اور نکہت نے خط کی طرف توجہ کی۔ آج تک دردانہ کا خط اس کے پاس نہیں آیا تھا خط کھولنے سے پہلے بار بار اس کے دل میں یہی خیال آتا تھا کہ دردانہ کو میں کیسے یاد آگئی، دو برس تک اس نے مجھ سے ایک خط نہ لکھا، پھر آج یہ عزت کیوں بخشی گئی؟ ساتھ ہی ساتھ اشتیاق کا خیال بھی آرہا تھا۔ یہ کیوں آیا ہے۔ ؟ یقیناً میری بیماری کی اطلاع پاکر دوڑا آیا ہے۔ لیکن اُسے میری بیماری کی اطلاع کس نے دی؟ ضرور یہ مارگریٹ کی حرکت ہے اس نے مارگریٹ سے پوچھا۔

نکہت :۔ کیا تم نے پاپا کو میری علالت کی اطلاع دی تھی؟"

مارگریٹ :"۔ (بے پروائی سے) ہاں۔ جب تم اچھی ہو گئیں"

نکہت :"۔ عجب بیوقوف ہو، یقیناً یہ خط پاکر، دردانہ جیسی خود فراموش نے خط لکھا ہے اور اشتیاق بھاگا آیا ہے۔ ــــــــ کیا ضرورت تھی تمہیں خط لکھنے کی؟

مارگریٹ :۔ تھی، ــــــــ کیوں نہ لکھتے، لکھا اچھا کیا، جو بگاڑ سکتی ہو بگاڑ لو۔

نکہت :"۔ اس وقت تو ہوٹل ڈی لکس جاتی ہوں۔ واپس آکر تمہاری خبر لوں گی، ایسی کہ زندگی بھر یاد رکھو، بڑی آئیں کہیں کی!"

مارگریٹ مسکرانے لگی اور نکہت بھی مسکراتی ہوئی نیچے اُتری، ایک ٹیکسی پکڑی اور ڈرائیور سے ہوٹل ڈی لکس کہکر بیٹھ گئی ٹیکسی روانہ ہوئی اور نکہت نے خط پڑھنا شروع کیا، وہ خط پڑھتی جاتی تھی اور اس کی بے کلی بڑھتی جاتی تھی!

خان بہادر نے اشتیاق سے جو گفت گو کی تھی، وہ سب اس نے کھڑکی کی آڑ میں کھڑے ہو کر سن لی تھی، اس نے خان بہادر کا پستول بھی دیکھا، اور اشتیاق کا مضطر

س نے خان بہادر کا فیصلہ بھی سنا تھا، اور اشتیاق کا بھی، اُس نے اشتیاق کے اور بہادر کے نکلنے کے بعد، وہ خط بھی اُن کی میز سے نکال کر پڑھ لیا تھا، جو مارگریٹ ما تھا۔ یہ سب کچھ پڑھ کر، نکہت سے اس کی محبت اور بڑھ گئی، دوا سے نت ذکر سکی کہ اس پر کوئی آفت آئے۔ اس نے فوراً ہوائی ڈاک سے بڑا طویل خط لکھا۔ اور ساری رام کہانی لکھ دی۔ وہ گفتگو بھی، جو خان بہادر نے اشتیاق باقی، وہ بات چیت بھی جو اشتیاق اور خان بہادر کے مابین ہوئی تھی۔ یہ سب اس نے لکھا تھا۔

"پیاری نکہت":

سچ پوچھو تو مجھے یہ خط پڑھ کر بڑا دکھ ہوا۔ میرے دل میں تمہاری جو عظمت تھی وہ ختم ہو گئی۔ ہاں محبت قائم ہے اور اسی محبت سے مجبور ہو کر یہ خط لکھ رہی ہوں، دیکھو خفا نہ ہو جانا، عظمت کیسے نہ ختم ہو، نکہت جیسی پاکباز لڑکی جس پر باپ کو اس درجہ اعتماد ہو، جس سے اشتیاق جیسا بدقسمت ایسی والہانہ محبت کرتا ہو، وہ باپ کے اعتماد کو ٹھکرا کر، اشتیاق جیسے عاشق صادق کی محبت بھی پاؤں تلے روند کر، ایک نئے، غیر اور اجنبی شخص سے عشق و محبت کی پینگ بڑھائے، اس کی عظمت کس دل میں ہو سکتی ہے، عظمت تو میں نے اپنے دل سے نکال دی لیکن اس محبت کو کس طرح کھرچوں جو بچپن سے دل کے نشیمن میں پروان چڑھتی چلی آئی ہے، وہ موجود ہے، موجود رہے گی۔ جب تک زندہ ہوں، وہ نہیں نکل سکتی، اسی محبت سے مجبور ہو کر یہ لکھ رہی ہوں کہ اگر واقعی جمال سے

محبت کرنے لگی ہو تو اب اپنی جان بچاؤ، اور اشتیاق بھیا کے پہنچنے سے پہلے پہلے اس سے نکاح کر لو، اور کہیں کسی دوسرے شہر میں، جہاں وہ رہتا ہو چلی جاؤ، اس طرح تمہاری جان بچ جائے گی، اور خاندان والے چاہے جتنا نام دھریں، ماں، باپ کو چاہے جتنی کوفت ہو، بدنصیب دردانہ کے دل پر چاہے جو کچھ گزر جائے، اور حرماں نصیب اشتیاق چاہے خودکشی ہی کیوں نہ کرے۔ لیکن شرع کی نظر میں گنہگار نہیں ہو گی اُمید ہے جمال ایک وفادار شوہر ثابت ہو گا، اچھا نکہت اب رخصت ہوتی ہوں۔ دل کی باتیں میں نے تمہیں لکھ دیں، لیکن دل کے ٹکڑے تمہیں کس طرح دکھاؤں؛

بدنصیب :- دردانہ!

جب بجلی ہوٹل ڈی لکس کے دروازے پر رُکی، تو نکہت خط پڑھ چکی تھی اس نے خط کو مروڑا، بتی سی بنائی۔ اور وہ کیا کہ چاک کر دے، پھر کچھ سوچ کر اسے پرس میں رکھ لیا۔؛

اس وقت اس کے چہرے کی کیفیت قابل دید تھی، اتنی ہی دیر میں نقشہ بدل گیا تھا، ایسا معلوم ہوتا تھا، جیسے وہ کئی ہفتوں کی بیمار ہے۔ ایک رنگ آتا تھا، ایک جاتا تھا۔ وہ چپ چاپ ٹیکسی میں بیٹھی ہوئی تھی، وہ سوچ رہی تھی ہوسٹل واپس جائے یا اشتیاق کے پاس جا کر اس کی خیریت دریافت کرے؟ اس سے ملاقات کرے دل بار بار کہتا تھا کہ جو شخص خائن، بد دیانت اور بے وفا سمجھ کر مجھے سزا دینے آیا ہے، اس سے ملنا، اس سے باتیں کرنا میری توہین ہے، پھر سوچتی تھی، کہ دردانہ نے

ی کا بھی لکھا ہے، کہیں خودکشی نہ کرلیں، لہٰذا مل لینا چاہیئے، اور مل کر معاف
کرلینی چاہئیں۔ ڈرائیور بار بار اس کی طرف دیکھ رہا تھا، کہ اب کیا ارادہ ہے اتریئے
پس چلیے گا۔؟ آخر وہ ٹیکسی سے اُتری اور ہوٹل ڈی ٹکس کی سیڑیاں چڑھنے

باب ۳۲

آمنے سامنے

اشتیاق سچ مچ بیمار نہیں تھا بظاہر صرف اس لئے بیمار پڑا تھا کہ مارگریٹ کے ساتھ نکہت کے استقبال کو نہ جانا پڑے، وہ اتنے دنوں میں تمام پہلوؤں پر غور کرکے اس نتیجہ پر پہنچ چکا تھا کہ ضرور جمال اور نکہت میں محبت پیدا ہو چکی ہے۔ ورنہ اس کے کوئی معنی ہی نہ تھے کہ وہ جمال کے ساتھ چلی جاتی، اور نہ جمال کی یہ ہمت پڑ سکتی تھی کہ اس کے ساتھ جائے۔ ایسی لڑکی کا استقبال کیا جائے، جو اس کی محبت ٹھکرا چکی ہو حماقت اور ذلت نفس کی انتہا ہے۔ لیکن مارگریٹ اور ہیلین پر وہ اپنے تاثرات ظاہر بھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ لہٰذا بیمار بن گیا۔ اور ساحل پر نہیں گیا۔ وہ کمرے میں لیٹا لیٹا سوچ رہا تھا۔ اب نکہت آگئی ہوگی۔ جمال بھی اس کے ساتھ آیا ہوگا۔ دونوں بہت خوش خوش جہاز سے اُترے ہوں گے، مارگریٹ اور ہیلین نے تپاک اور گرمجوشی سے

ہوگا جلن ہے ہاروں اور پھولوں سے بھی نوازا ہو! بھلا میں کس دل سے
دیکھ سکتا ہوں؟ ایسے موقعہ پر ضرور خون ہو جائے گا۔ میرے ہاتھ سے یہ بات
نہیں۔ بہتر یہی ہے کہ چُپ چاپ یہیں خونِ جگر پیتا رہوں۔ رہا نکہت سے
بہرحال ضروری ہے۔ آج نہیں، کل سہی۔

یہی سوچ رہا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی، اٹھ کر دروازہ جو کھولتا ہے
نکہت کھڑی ہے! نکہت کو دیکھ کر وہ سراسیمہ ہو گیا، بلکہ اس کے پُر اضطراب
دیکھ اس کے اوسان خطا ہو گئے۔ وہ اپنا غم بھول گیا۔ اور یہ فکر سوار ہو گئی
ہوا ہے؟ اس کی یہ حالت کیوں ہے؟ دروازہ کھول کر وہ ——— کسی
ظاہر کیے یا خوشی اور ناخوشی کا اظہار کئے اس نے کہا "آؤ نکہت!" وہ

دونوں آمنے سامنے کرسی پر بیٹھ گئے، لیکن دونوں خاموش تھے۔ دونوں بہت
سے تھے لیکن دونوں کی طاقت گفتار ایسا معلوم ہوتا تھا سلب ہو گئی ہے۔
ی طرح گزر گئی۔ آخر اشتیاق نے سلسلۂ گفتگو شروع کیا۔

:۔ تم بحری سفر سے واپس آگئیں؟

:۔ ہاں آج ہی آئی ہوں۔ بلکہ ابھی تھوڑی دیر ہوئی۔

:۔ تم بیمار بھی تو پڑ گئی تھیں۔

:۔ جی ہاں، نمونیہ ہو گیا تھا۔ ڈاکٹر شیفرڈ تو کہتے تھے، بڑی سخت جان ہو؟
گئیں۔

:۔ اور ہم لوگوں کو کسی طرح کی خبر ہے نہیں۔!

نکہت :۔ اطلاع کون دیتا ؟ فوری حملہ ہوا اور میں بیہوش ہو گئی۔ کئی دن بعـ
ہوش آیا۔ کئی ہفتے بستر پر پڑی رہی۔

اشتیاق :۔ ہاں مارگریٹ نے لکھا تھا۔

نکہت :۔ اُس نے دوستی کا حق ادا کر دیا۔ اگر وہ میری دیکھ بھال نہ کرتی تو جـ
کے لالے پڑ جاتے۔

اشتیاق :۔ جمال صاحب نے بھی تیمارداری میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی ہوگی۔

نکہت :۔ (تیوری چڑھا کر) جی ہاں انہوں نے بھی بہت خدمت کی۔ میں ا
کی ممنون ہوں۔

اشتیاق :۔ بحری سفر پر اکیلی گئی تھیں۔

نکہت :۔ جمال صاحب بھی ساتھ گئے تھے۔

اشتیاق :۔ بہت مانوس ہو گئے ہیں، وہ تم سے، اور شاید تم بھی، قدرتی بات ہےـ
دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے، ——— وہ نہیں آئے۔!

نکہت :۔ مجھے نہیں معلوم کیوں نہیں آئے!"

اشتیاق :۔ انہیں معلوم ہے کہ میں آ گیا ہوں۔

نکہت :۔ میں نہیں جانتی۔

اشتیاق :۔ یہاں آتے وقت تم نے ان سے کہا نہیں تھا کہ کہاں جا رہی ہو؟

نکہت :۔ کیا ضرورت تھی کہنے کی۔؟

اشتیاق :۔ پریشان ہونگے بیچارے کہ کہاں نکل گئیں۔

نکہت :۔ اشتیاق بھائی، میں آپ کا بے حد احترام کرتی ہوں۔ لیکن آپـ

باتیں کر رہے ہیں کہ سارا احترام بالائے طاق رکھ دینا پڑے گا۔

ق :۔ (قدرے تلخی سے) یعنی چوری اور سینہ زوری ؟

ث :۔ (گھبرا کر) میں نے کوئی چوری نہیں کی ۔

ق :۔ (غصہ سے) تم نے چوری کی، تم نے خیانت کی، تم نے دھوکا دیا۔ تم نے اپنے آپ کو رسوا کیا

ث :۔ (کانپتے ہوئے) جھوٹ ۔

ق :۔ یہ کوئی دلیل نہیں ہے ۔

ث :۔ آپ مجھے کیا سمجھتے ہیں ۔؟

ق :۔ جو تم ہو،

ث :۔ "میں کیا ہوں"؟

ق :۔ "چور تھیں"

ث :۔ میں آپ کو اپنی توہین کی اجازت نہیں دے سکتی ،

ق :۔ خاموش ہو بخت، زیادہ زبان نہ چلاؤ ۔ مجھے وہ کرنے دو جس کے لئے میں آیا ہوں ۔ ؟

ث :۔ میں نہیں جانتی آپ کس لئے آئے ہیں لیکن میں کسی دھمکی میں نہیں آسکتی ۔

ق :۔ جو عزت اور حمیت سے دستبردار ہو جائے اس پر دھمکی بالکل کارگر نہیں ہو سکتی ۔ یہ جانتا ہوں

ث :۔ آپ کو جو کچھ کہنا ہے صاف صاف کہیے ؛

ق :۔ سن سکو گی ؟

نکہت :- آئی اسی لئے ہوں۔

اشتیاق :- تو سنو ——— تم نے اپنے عاشق زار باپ کے دل کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے، تم نے اپنی نداکار ماں کو بے موت مار دیا، تم نے اپنی وفاشعار بہن دردانہ کا خون کیا، تم نے اشتیاق کو خودکشی پر مجبور کیا۔

نکہت :- کیوں ———؟

اشتیاق :- خاندان کی ناک کٹا۔ باپ کے منہ میں سیاہی لگ گئی۔ نہیں جمال سے اتنے پینگ بڑھانا چاہیئے تھے۔ ایک باکردار دوشیزہ کو ایسا ہی ہونا چاہئے جیسی تم ثابت ہوئی ہو۔ مانتا ہوں، جمال نے تمہاری تیمار داری اس لئے کی کہ انسانیت کا تقاضہ تھا، لیکن کیا انسانیت کا تقاضہ یہ بھی تھا کہ تم اس کے ساتھ تن تنہا پندرہ دن کا سفر کرو؟ کیا یہ حرکت جائز تھی؟

نکہت :- میں کوئی ایسا اختیار نہیں رکھتی کہ کسی شخص کو سفر سے روک سکوں، میں نے اُن سے نہیں کہا تھا کہ وہ میرے ساتھ جائیں۔

اشتیاق :- لیکن تم یہ کر سکتی تھیں کہ انہیں جاتے دیکھ کر خود نہ جاتیں۔

نکہت :- ایسا میں اس وقت کرتی، اگر میرے دل میں چور ہوتا، جس طرح میرا دامن پاک و صاف ہے، اسی طرح میرا دل پاک و صاف تھا۔

اشتیاق :- یہ مسخرے سازی ہے میں یقین نہیں کرتا۔

نکہت :- میں نے آپ کو یقین دلانے کے لئے کوئی بات نہیں کی ہے، صرف ایک سوال کا صحیح جواب دیا ہے۔

اشتیاق :- (برہم ہو کر) تم حد سے بڑھ رہی ہو نکہت ——— تمہیں معلوم ہونا

بیٹے. مجھے ماموں جان نے بھیجا ہے ۔میں اُن کے حکم سے آیا ہوں میں تمہیں
زا دوں گا، میں جمال کی جان لے لوں گا۔کسی شریف خاندان کی عزت
ردے کھیلنا مذاق نہیں ہے ۔!

: آپ کا جو جی چاہے کیجئے ۔ابا جان نے آپ کو بھیجا ہو۔یا آپ خود آئے
ہوں ۔یا وہ خود آجائیں میں ایسے لوگوں سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتی ۔جو
مجھے جھوٹا سمجھتے ہوں ۔جن کی نظر میں میں آبرو باختہ ہوں ۔

: کیا مطلب ؟

: میں نے بہت صاف اور سادہ بات کی ہے ۔

ق: یعنی تم نے ہم سب کو چھوڑ دیا ؟

: میرا یہی مطلب تھا ۔

ق: تم ہمارے ساتھ نہیں جاؤ گی ؟

ت: "قطعاً نہیں"

ق: تم جمال کے ساتھ جاؤ گی ۔ اس سے شادی کرو گی ؟

ت: اگر میں چاہوں تو ایسا کر سکتی ہوں !

ق: اگر تمہارا یہ ارادہ ہے تو میں تمہیں مار ڈالوں گا ۔

ت: میری لاش جا سکتی ہے اس کے ساتھ میں نہیں ۔مجھ میں آپ لچک
نہیں پیدا کر سکتے ۔مجھے آپ نہیں جھکا سکتے ۔میں آپ سے ۔یا کسی سے حتیٰ کہ
ابا جان تک سے ۔بے عزت ہو کر نہیں مل سکتی ہوں خودداری کی حفاظت
کرنا جانتی ہوں ۔میں نے فلسفہ خودی پڑھا ہے ۔میں خودنگری کے فن سے

واقف ہوں۔ میں پتھر کیتی ہوں۔ میں نے آپ سب کو چھوڑا۔ میں آپ
کے ساتھ نہیں جاؤں گی۔ نکالیے پستول اور داغ دیجئے!
اشتیاق :- یہ کر دوں گا۔ لیکن ابھی نہیں۔ ابھی مجھے کچھ اور کرنا ہے۔
تم جا سکتی ہو!
نکہت :- میں آپ کے کہے بغیر جا رہی تھی۔ —— یہ کہکر وہ اشتیاق کے
سے نکلی اور ٹوٹے گل کی طرح نکلی چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد اش
نے کپڑے پہنے اور وہ بھی کہیں چلا گیا۔!!

باب ۳۳

یا تھوڑی دُور ساتھ چلو میں نشہ میں ہوں ـ

شتیاق نے پستول جیب میں رکھا اور سیدھا جمال کی قیام گاہ میں پہنچا، نکہت
دہ ہوئی تھی تو اسکی آنکھوں میں آنسو جھلک رہے تھے، اس کے آنسو دیکھ
یاق کا دل لرزنے لگا تھا۔ اُس کی سوئی ہوئی محبّت جاگ اٹھی تھی، اس
اکر بڑھ کر اُسے روک لے بیکن نہیں جس نے مجھے ٹھکرا دیا، میں اُسے نہیں
ابھی جا کر جمال کا خاتمہ کرتا ہوں، پھر وہی پستول کنپٹی پر رکھ کر چلا دوں گا
تمہ بھی کر دوں گا۔ نکہت کے بغیر زندگی کے کوئی معنی ہی نہیں ہیں، اور وہ
ی نہیں رہی، میں نے فیصلہ کیا تھا، اسے بھی مار ڈالوں گا۔ لیکن اپنی محبّت
قہ میں اس کی جان بخشی کرتا ہوں ـ
ل میں یہی باتیں سوچتا وہ جمال کی قیام گاہ پر پہنچا۔ جمال اپنے غم میں

مست تھا۔ نکہت کی باتوں نے اُسے بہت صدمہ پہنچایا تھا۔ اس نے جو عمارت
تھی، وہ منہدم ہوگئی تھی۔ اس کی آرزوؤں اور تمناؤں کا قصر زمین پر آرہا تھا
اور ندامت کے باعث، وہ ہیلن اور مارگریٹ کا سامنا نہ کرسکا تھا۔ جہاز سے
چاپ بستر پر پڑ گیا تھا۔ یہاں آکر پھر اپنے احوال پر غور کرنے لگا۔

بے شک نکہت نے اسے ٹھکرا دیا تھا، بے شک اس کی آرزوئیں اور تم
پامال ہوگئی تھیں، لیکن نکہت کا کردار اس طوفان میں، اس خلش میں، اس
میں کتنا نکھر گیا تھا۔ میں نے سوچا تھا، وہ میرے قبضہ میں آجائے گی۔ لیکن
آئی۔ میں نے سوچا تھا وہ میری محبت قبول کرلے گی۔ لیکن اس نے ٹھکرا دی
نے سوچا تھا میں اشتیاق کا طلسم توڑ کر رکھ دوں گا، لیکن میں خود پاش پاش

جس لڑکی نے ایک قدیم خاندان میں پرورش پائی اور دفعتہً ایک آز
بے پروا ملک میں پہنچ گئی۔ جہاں پہنچکر بڑے بڑوں کی آنکھیں خیرہ ہوجاتی
اگر تنہا رہی، نہ بھائی نہ باپ، نہ موالی، نہ وارث۔ خود ہی اپنی گارڈین
اپنی محافظ خود ہی اپنی نگران، جسے ہر وقت آزادانہ اختلاط و امتزاج کے
حاصل رہے، مردوں میں، عورتوں میں جس کا رہن سہن، مخلوط تعلیم گاہ جس کا
اس کا کیرکٹر زمین اور فولاد کی طرح مضبوط"

میں نے اس کی باتوں کا بُرا مانا تھا۔ اس سے نفرت کرنے لگا تھا، لیکن
میرے دل میں اس کی عظمت بڑھ گئی ہی ہے۔ میں اب اس سے نفرت نہیں کر
میں اب بھی اس سے محبت کروں گا، لیکن وہ محبت جو ایک دوست کو ایک
سے ہوتی ہے۔ نہیں وہ محبت، جو ایک بھائی کو ایک بہن سے

ں کے پاس جاؤں گا، اس سے معافی مانگوں گا، سر رکھ دوں گا اس کے
ب تک وہ خوش نہ ہو جائے گی معاف نہ کر دے گی، یہ سر اس کے قدموں
ہ۔ وہ پاک ہے، مقدس ہے، ہر احترام، ہر اعزاز اور ہر عقیدت کی مستحق
ج کر وہ اُٹھا کر کپڑے بدل کر نکہت سے ملنے ہوسٹل جانے کو ور وازہ
وئی، دروازہ کھولا، تو اشتیاق صاحب شمشیر برہنہ بنے کھڑے تھے، اب
اشتیاق سے صادق ہو چکا تھا۔ اس کی خوش قسمتی پر وہ رشک کر رہا تھا
ر وہ بے ساختہ بڑھا اور اُسے گلے سے لگا لیا، اس کی پیشانی چومی

تیاق تم؟"
تیاق نے حیرت سے اس رقیب روسیہ کی طرف دیکھا، لیکن چہرے کی
ی تھی یہ نفاق نہیں ہے، زمانہ سازی نہیں ہے ملمع گری نہیں ہے
یں خلوص ہے۔ اس تپاک میں سچائی ہے! اس معانقہ اور معانقہ
ت ہیں۔ اس کی حیرت بڑھ گئی، اس نے سوچا پستول میری جیب میں
ب گا نہیں جاتا۔ ذرا دو چار باتیں کر کے دیکھ تو لوں حضرت کتنے پانی میں
ں نے بھی اخلاق اور تپاک کے ساتھ کہا۔
ں:- اچھا ہوں، تم اپنی خیریت کہو!
- تمہارے آنے سے چند لمحے پیشتر تک میں خودکشی کا پروگرام بنا رہا تھا؛
کن زندگی کی اُمنگ پھر پیدا ہو گئی ہے مجھ میں، اب زندہ رہوں گا۔
:- اس انقلاب کی وجہ؟ خودکشی کا ارادہ کیوں تھا؟ زندہ رہنے پر کیوں
ادہ ہو گئے؟ تمہیں بزدل تو بہر حال ہم نہیں سمجھتے۔

جمال :۔ تمہارا خیال صحیح ہے، میں بزدل نہیں ہوں،

اشتیاق :۔ پھر اس انقلاب کی وجہ کیا ہے ؟

جمال :۔ بتادوں ؟ ——— لیکن تمہیں نہ بتاؤں گا، تو کسے بتاؤں گا

سے بڑھ کر میرا رازدار کوئی نہیں ہو سکتا۔

حیف بر جان سخن گر بہ سخنداں نہ رسد

سنو۔ ایک ایک حرف سناؤں گا۔ سارا ماجرا سنادوں گا۔ آخر اطمینان سے بیٹھو

اشتیاق :۔ بہت اطمینان سے، بڑے آرام سے بیٹھا ہوں۔ آپ اپنی کہانی شروع

کیجئے۔!

اور پھر جمال نے از اوّل تا آخر اپنی ساری کہانی سُنا ڈالی۔ کس طرح اس کے دل میں نکہت

کی محبت پیدا ہوئی؟ کس طرح اس نے اشتیاق کے کانٹے کو راستے سے ہٹانے

کی کوشش کی؟ کس طرح اس نے محبت کی بیل پروان چڑھائی؟ کس طرح اپنے آپ

امیں یانی دیتا رہا؟ کس طرح نکہت کی سادگی، شرافت، بے لوثی اور خلوص کو محبت کی

"جوابی محبت" سے کرتا رہا۔ اور ——— پھر کس طرح، اُمیدوں کا یہ قلعہ

ٹریسینڈنٹ جہاز زمین پر آ رہا۔ اور پھر جہاز سے اُتر کر کس طرح وہ اپنی قیام گاہ پر

آیا؟ یہاں خودکشی کے کیسے کیسے پروگرام بنائے اور پھر دفعتہً کس طرح نکہت کی

عظمت دل میں اُبھری۔ کس طرح اس سے معافی مانگنے جا رہا تھا کہ اشتیاق آ گیا

اپنی رام کہانی جمال نے ایسے سوز و گداز اور تاثر کے ساتھ بیان کی کہ ...

کہانی بیان کرتے کرتے اس کی آنکھیں آب گوں ہو گئیں؟ اور اشتیاق کو بھی کئی

اپنے امڈتے ہوئے آنسوؤں کو رومال سے چھپانے کی کوشش کرنا پڑی ...

کتھا سُنانے کے بعد جمال نے کہا۔

اشتیاق۔ اب میرا دل بھی اتنا ہی پاک وصاف ہے، جتنا نکہت کا دل اس
معافی مانگ ہی لوں گا جاکر۔ لیکن تم سے بھی معافی مانگتا ہوں، صدقِ دل
خدا کے لئے معاف کر دو، تاکہ میرے ضمیر کی خلش کم ہو۔ تم بہت شریف اور نیک
ر، ایک بد باطن، لیکن تائب دوست کو بخش دو، اس کی خطا سے درگزر کرو
لے کانتیں! ——— میں نے تم سے منافقت کی، تمہارا بُرا چاہا، تمہاری
میں خیانت کرنے کی کوشش کی، لیکن ناکام ہوا، اس ناکامی نے میری آنکھیں
دیں، مجھے سبق مل گیا میں شرافت اور انسانیت کی دنیا میں پہنچ گیا، میرا ہاتھ پکڑ لو
یا دل سے نکالو،

یا مجھ کو ہاتھوں ہاتھ لو مانند جام مے،
یا تھوڑی دُور ساتھ چلو میں نشہ میں ہوں،

یہ کہتے کہتے پھر جمال کی آنکھیں آنسو برسانے لگیں۔ اشتیاق نے اُٹھ کر اُسے
لگا لیا اور کہا۔ انسانیت کا سب سے بڑا مقام یہی ہے کہ آدمی سے غلطی
ہو، وہ اُسے محسوس کرے، میں صدقِ دل سے تمہیں معاف کرتا ہوں، آج سے
اور تمہاری دوستی کا رشتہ ایسا مضبوط اور مستحکم بندھ رہا ہے کہ انشاء اللہ
کا آخری سانس تک نہ ٹوٹ سکیگا۔ یہ سُنکر جمال خوش ہو گیا۔

انشاء اللہ، انشاء اللہ!

اشتیاق نے کہا۔ تو نکہت کے پاس کب جاؤ گے؟

ں: میں تو ابھی جا رہا تھا، تمہاری وجہ سے رُک گیا۔

اشتیاق :- تو پھر دیر کا ہے کی ؟ چلو معافی مانگ آئیں اس سے !

جمال :- تم بھی معافی مانگو گے ؟ ——— تم نے کیا جرم کیا ہے۔

اشتیاق :- میں نے اس کا دل توڑا ہے، میں نے اس کی توہین کی ہے، میں اُسے سمجھ نہ سکا - یہ کہکر اشتیاق نے بھی مارگریٹ کے حق سے لے کر ہوٹل ڈی کچر تک کی ساری تاریخ بیان کر ڈالی - جمال بڑے غور سے سنتا رہا، اُس نے کہا " بڑے ظالم ہو ——— خیر اب چلو، اس کے حضور میں چلیں اور منت کریں - !"

اشتیاق مسکرانے لگا۔

" آؤ چلیں !"

دونوں پرانے دشمن، اور نئے دوست، ساتھ ساتھ، ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر باہر نکلے، ایک ٹیکسی میں بیٹھے، اور ہوٹل کی طرف روانہ ہو گئے۔ !"

باب ۳۴

وہی پستول

اشتیاق اور جمال خراماں خراماں نکہت کے ہوسٹل پہنچے، خوشی خوشی مارگریٹ
روہیں گئے جہاں نکہت رہتی تھی، لیکن نہ نکہت تھی نہ مارگریٹ!

تیاق :۔ معلوم ہوتا ہے، دونوں کہیں باہر گئی ہیں!

مال :۔ بس تو یہیں بیٹھو، آتی ہی ہوں گی، آج بغیر خطا بخشوائے جانے
کے نہیں۔!

تیاق :۔ مجھے تمہاری رائے سے اتفاق ہے!

یہ لوگ بڑی دیر تک بیٹھے رہے، کوئی دو گھنٹہ کے بعد مارگریٹ آئی، اُس
ہرہ اُترا ہوا تھا، آنکھیں پُر نم تھیں۔ اس نے ایک حقارت بھری نظر اشتیاق
جمال پر ڈالی اور بغیر کسی مقصد کے نہایت سُست اور درشت لہجہ میں کہا

کہا "تم دونوں قاتل ہو، نکل جاؤ میرے کمرہ سے"!

جمال اور اشتیاق دونوں کو حیرت ہوئی کہ مارگریٹ جیسی خوش اخلاق، خوش اور سراپا تپاک لڑکی کس طرح کی باتیں کر رہی ہے، دونوں حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

مارگریٹ نے کہا۔ "کیا تم لوگ بہرے ہو، جاؤ یہاں سے قاتلوں کا میرے کمرہ میں گزر نہیں ہو سکتا۔ جاؤ، ورنہ ابھی چپڑاسی کو بُلا کر، ذلت کے ساتھ نکلوا دوں گی"!

بڑی مشکل سے جمال نے ہمت کر کے کہا "آخر کیا ہُوا؟"

مارگریٹ :۔ "مجھے پوچھتے ہو کیا ہُوا؟ —— قاتل!" (اشتیاق سے مخاطب ہو کر) کمینے! (جمال سے) تم نے ایک شریف لڑکی کی توہین کی (اشتیاق سے) تم نے ایک پاکدامن لڑکی کو ذلیل کیا —— اس نے زہر کھا لیا۔

یہ سُن کر دونوں گھبرا گئے۔

اشتیاق بیقراری کے عالم میں اُٹھ کھڑا ہُوا۔ "زہر کھا لیا؟ —— نکہت نے زہر کھا لیا، میری نکہت نے زہر کھا لیا۔؟"

مارگریٹ نے طنز بھرے لہجہ میں کہا۔ ہاں —— تم نے مجبور کیا، اُسے زہر کھانا پڑا۔!

اشتیاق نے جیب سے بھرا ہُوا پستول نکال لیا۔ "پھر میں بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔ میں بھی اس کے پاس جاؤں گا۔ وہ میرا انتظار کر رہی ہو گی۔ وہ میرے بغیر جنت میں نہیں رہ سکتی۔!

کہتے کہتے، جب تک مارگریٹ اور جبال ہاتھ پکڑ ہی پکڑ میں، وہ فیز

تھا -!

ون کا ایک پرنالہ سا بہنے لگا - اور وہ زمین پر ایڑیاں رگڑنے

——— !"

باب ۳۵
وے بخیر گزشت

نکہت جب اشتیاق کے پاس سے واپس آئی تو اس کے پاؤں لڑکھڑا
تھے، آواز تھرا رہی تھی۔ اس حالت میں اُسے دیکھ کر مارگریٹ گھبرا گئی۔

مارگریٹ:۔ نکہت یہ کیا حال ہو رہا ہے تمہارا۔

نکہت:۔ کچھ نہیں اب چل چلاؤ کا وقت ہے۔

مارگریٹ:۔ ایسی باتیں نہ کرو، میری جان! تمہاری یہ کیا حالت ہو رہی۔

نکہت:۔ میں مر رہی ہوں —— تمہاری وجہ سے، تم نے پاپا کو خط
جمال کا ذکر اس طرح کیا کہ وہ غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے۔ اشتیاق نے
کہیں نے اس سے خیانت کی۔ باپ اور عاشق کو کھو کر زندہ رہ کر کیا کرو
تم نے دوستی کی تھی، لیکن وہ دشمنی بن گئی، میں نے زہر کھا لیا اب

رخصت ہو رہی ہوں۔ یہ کہتے کہتے نکہت کی آنکھیں بند ہو گئیں۔

مارگریٹ کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ جلدی سے اس نے فون کر کے ڈاکٹر شیفرڈ اور سیلین کو سارا حال بتایا۔ پھر ٹیکسی پر اسے کئی سہیلیوں کی مدد سے ہسپتال روانہ ہو گئی۔ ڈاکٹر شیفرڈ نے جان لڑا کر زہر نکال لیا۔ لیکن زہر بھی کسی نہ کسی حد تک وہ اپنا کام کر چکا تھا۔ ڈاکٹر شیفرڈ نے کہا۔ آنے والے ۲۴ گھنٹے فیصلہ کر دیں گے کہ نکہت زندہ رہتی ہے یا نہیں؟ —— اب جاؤ۔ سیلین اس کی خبر گیری کرے گی۔

نکہت سے فارغ ہو کر ڈاکٹر شیفرڈ بیٹھے ہی تھے کہ اشتیاق کی نیم جان لاش پہنچ گئی۔ اتفاق سے عین اس وقت جب وہ پستول چلا رہا تھا اور جمال اسے روکنے کے لئے بڑھ رہا تھا۔ اس کی کہنی لگ گئی۔ جس سے پستول ہل گیا۔ گولی ماتھے سے ٹکراتی ہوئی اور زخمی کرتی ہوئی نکل گئی۔ یہ کیس بھی بہت سیریس تھا۔ ڈاکٹر شیفرڈ نے پھر اپنا سارا تجربہ صرف کر دیا۔ اس کے بارہ میں بھی انہوں نے یہی فیصلہ کیا۔ آنے والے ۲۴ گھنٹے ہی یہ فیصلہ کر سکتے ہیں۔ مریض بچ سکے گا یا نہیں!

مارگریٹ روتی ہوئی باہر نکلی۔

جمال کی آنکھوں میں بھی آنسو جھلک رہے تھے!

ایک ہفتہ گزر گیا۔ نکہت اور اشتیاق دونوں ہسپتال کے ایک کمرہ میں پڑے ہیں۔ ابھی بھی ہیں۔ اشتیاق کے ماتھے پر ابھی تک پٹیاں بندھی ہیں۔ آج کھیلنگی

نکہت بہت کمزور ہوگئی ہے۔ لیکن دونوں مسکرا مسکرا کر باتیں کر رہے ہیں۔
بیٹی تو بیٹھی ہی تھی، اب مارگریٹ بھی آگئی۔ اور تھوڑی دیر میں
بھی آگیا۔ دونوں نے انہیں دیکھ کر باتیں بند کر دیں، اور خاموشی کے سا
مسکرانے لگے۔

مارگریٹ :- ہمیں دیکھ کر تم مکار لوگ چپ کیوں ہو گئے۔ اپنی بکواس
جاری رکھو!

نکہت :- خاموش بے ادب!

اشتیاق :- مس مارگریٹ!

نکہت نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ "ڈاکٹر نے زیادہ باتیں کرنے
سے منع کیا ہے ——— خاموش! وہ مسکرا کر خاموش ہوگیا۔

مارگریٹ نے کہا۔ ڈاکٹر شیفرڈ نے خوش خبری دی ہے کہ اگلے ہفتے تک تم
لوگ کان پکڑ کر ہسپتال سے نکال باہر کر دیئے جاؤ گے۔ اب بالکل اچھے ہو
صرف نخرے ہیں یہ!

نکہت :- نخرے سہی، پھر تمہیں کیا۔

مارگریٹ :- اس خوشی میں کہ تم نے اس پرانے پاپی جمال کو صدق دل سے
کر دیا ہے۔ یہ بڑی شاندار پارٹی کا انتظام کر رہا ہے۔ لہٰذا میں یہ کہنے
آئی تھی، کہ اب ایک ہفتہ تک تم لوگ کچھ نہ کھاؤ۔ تاکہ پارٹی میں پیٹ
بھر کر کھا سکو!

نکہت اور اشتیاق پھر مسکرانے لگے۔

:- ذرا دیکھو تو ان مسخروں کو، کیسے بنے پڑے ہیں ——— ذرا نکلو
ہسپتال سے اس اقدام خودکشی کے جرم میں مقدمہ چلے گا۔ اور جیل کی ہوا
کھاؤگے!"
سب لوگ ہنسنے لگے۔☆!

NATIONAL SCHOOL
BLOCK 'D' SCHEME NO. 2,
NORTH NAZIMABAD,
KARACHI-33.

رئیس احمد جعفری کی مایۂ ناز تخلیق

اختر

جعفری صاحب کا قلم زندگی کے ناسوروں کو جس طرح کچوکے دیتا ہے، معاش کے جن تاریک پہلوؤں کو باتوں ہی باتوں میں اُجاگر کر کے رکھ دیتا ہے، وہ ہماری روزمرہ زندگی سے جس طرح مہتم بالشان نتائج اخذ کرتے ہیں اور معاشرتی اصلاح کا جس طرح درس دیتے ہیں وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے، وہ اس میدان میں ہر ایک سے اپنا لوہا منوا چکے ہیں!

اختر

اُن کے حقیقت طراز قلم کی ایک ایسی ہی تخلیق ہے جس میں آپ کو جعفری صاحب معاشرے کی اس وادی میں سیر کراتے ہیں جہاں زندگی اور محبت، نفرت اور زندگی اپنے تضاد کے باوجود ایک دن آغوشِ اتصال میں آ ہی جاتی ہیں!

مجلّد خوبصورت گردپوش — ضخامت ۔۔ ۲۴۰ صفحات

قیمت:۔ چار روپے

ایک بازار ہے ، ایک بہت بڑی منڈی ہے ، یہاں کا ہر فرد
ک یا تاجر ہے ، لیڈر، واعظ ، بازار میں ، بیٹھی ہوئی عورت،
یں پرکھڑا ہولڈر، سب ہی سوداگر ہیں ، ہاں تجارت کے
اصول الگ الگ ہیں ! . . . .

ایک مُقدّس عورت

ے اپنی حرص و ہوس کے شعلوں میں لپٹی ہوئی دنیا کو گلزار بنادیتی ہے !

رئیس اَحمد جعفری

لم سے اُن پَردوں کو اُٹھادیتے ہیں جو خلوص و انسانیت کے چہرے پر
ے خریداروں کو دعوت دے رہے تھے !

سوداگر

سَوداگر ــــ رئیس احمد جعفری کا ایک شاہکار ہے!

ضبوط جلد اور حسین گرد پوش کے سَاتھ .... چار سَو صفحات پر پھیلا ہوا ہے

قیمت :۔ پانچ روپے

قدرت نے اپنی قہر و غضب، شقاوت و بے رحمی، سنگ دلی و سفاکی اور ظلم و ستم کو جب
ایک خاکی پُتلے کے خمیر میں حل کر دیا تو چنگیز خان کی شخصیت نے جنم لیا، اس کی
شخصیت قتل و غارتگری تباہی و بربادی کا ایک سیلِ رواں تھی جو ہند کو بھی خس و خاشاک کی
کی طرح بہا رہی تھی، جس کی تباہی اور غیظ و غضب انسانی ہستی پر برق آسا بن کر گرتی تھی لیکن

قدرت نے جب اس فرعون کے کلیم کو ——

خوارزم شاہ

کے پیکر میں نمودار کیا تو قہر و غضب کا یہ سیلِ رواں ایک سبک خرام ندی میں تبدیل ہو گیا
یہ مردِ مومن اس قہرِ مجسم کے آگے ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح اڑ گیا، اور پھر یہ
اُس وقت گری جب چنگیز کی اکڑی ہوئی گردن نہ جانے کتنے خم کھا چکی تھی!

خوارزم شاہ

ملک کے مشہور ادیب **رئیس احمد جعفری** کی ایک ولولہ انگیز تاریخی ناو
اسلام کی ایک ناقابلِ فراموش داستان جسے جعفری صاحب کی سحر طراز
نے جذبات و رومان میں ضم کر کے ادب کا ایک شہ پارہ بنا دیا ہے!

رنگین دیدہ زیب گردپوش سے آراستہ

قیمت مجلد۔ چار روپے آٹھ آنے

...ریخِ اسلام

مسلمانانِ عالم کے عروج وانحطاط کی داستان ایک ایسے
ربط وتسلسل کے ساتھ بیان کرنا جس کا ہر باب بجائے خود ایک مستقل
تاریخ ہو بہت مشکل اور دشوار گزار مرحلہ ہے ————— !

...قافت، تہذیب اور مجاہدانہ سرگرمیوں کی چودہ سو سال کی تاریخ کے منتشر اوراق کی
...ی شیرازہ بندی جو بلند نگاہی، حوصلہ مندی، اولوالعزمی کا ایک جیتا جاگتا مرقع ہے !

ملک کے مشہور ادیب و مورخ رئیس احمد جعفری ندوی

...لم سے ممکن ہو سکتی تھی جو تاریخ نگاری میں محتاجِ تعارف نہیں، چنانچہ جعفری صاحب کے
...راز قلم کا تاریخی شاہکار —————

...یخ اسلام

عہدِ جاہلیت سے قیامِ پاکستان تک ہمارے اسلاف کی دیانت کا مرقع،
سرفروشی کی داستان، علم دوستی اور ہنر پروری کا ایک ایسا کارنامہ ہے
جس میں آپ کو عہدِ رسالتؐ کی تابناکیاں، خلافتِ راشدہ کی
...، بنو امیہ اور بنو عباس کی امارت، سلجوقی دور کی صداقت پروری، غزنوی دور کی جلالت
...کے عروج و زوال، ہندی مسلمانوں کی نشاۃِ ثانیہ !

قیمت :- بارہ ۱۲ روپے

NATIONAL SCHOOL,
BLOCK 'D' SCHEME NO. 2,
NORTH NAZIMABAD,
KARACHI-33.

نئی کتابیں

فرصت کے دن	قیسی رامپوری
اُن کا خیال	"
کیا شادی کیا غم	"
نیلا آسمان	"
حادثہ	"

اردو منزل

بندر روڈ ، کراچی

سپر آرٹ انگریورز پریس کراچی